حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تقابلی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علومِ اسلامیہ

مقالہ نگار

خدیجۃ الکبریٰ

رول نمبر:SP22-M.Phil-ISL-002

نگرانِ تحقیق

ڈاکٹر حافظ عرفان اللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ

شعبۂ علومِ اسلامیہ

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

سیشن: ۲۰۲۲ء- ۲۰۲۴ء

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری سرٹیفکیٹ

یہ تحقیقی مقالہ بعنوان

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تقابلی جائزہ

خدیجۃ الکبریٰ

SP22-M.Phil-ISL-002

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور کے لیے

منظور کیا جاتا ہے۔

بیرونی ممتحن: ....

....

....

....

نگرانِ مقالہ: ڈاکٹر حافظ عرفان اللہ

....

ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی

چیئرمین، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان ”حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تقابلی جائزہ“ برائے حصولِ سند ایم۔فل (علومِ اسلامیہ) خود لکھا ہے۔میں نے سرقہ سے کام نہیں لیااور تحقیق واخلاق کے اُصولوں کو مدِ نظر رکھاہے، نیز اس سے پہلے یہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصولِ سند پیش نہیں کیا گیا۔میں اس مقالے کے تمام نتائجِ تحقیق اور جملہ عواقب کی ذمہ دار ہوں۔غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کارروائی کر سکتی ہے۔

خدیجۃ الکبریٰ:____________

تاریخ:____________

FORWARDING SHEET

The thesis entitled

"حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تقابلی جائزہ"

This research is submitted by **Khadija-tul-Kubra Roll No** SP-2022-M.Phil-ISL-002 student of Islamic Studies, in partial fulfillment of M.Phil Degree in Islamic Studies, has been completed under my guidance and supervision. I am satisfied with the quality of student research work.

Date:…………………………………………

Dr. Hafiz Irfan Ullah
Assistant Professor
Lahore Garrison University, Lahore

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ خدیجۃ الکبریٰ نے مقالہ بعنوان" حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تقابلی جائزہ" برائے حصولِ سند ایم-فل (علومِ اسلامیہ) میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ یہ مقالہ محنت سے لکھا گیا ہے اور میری معلومات کے مطابق سرقہ سے کام نہیں لیا گیا۔ میں اس کے نتائج اور اندازِ تحریر و تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں یہ مقالہ برائے جانچ اور زبانی امتحان، جناب ناظم امتحانات لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور کو بھیجا جاسکتا ہے تا کہ وہ اس پر مزید ضروری کارروائی کر سکیں۔

نگران مقالہ	صدرِ شعبہ
شعبۂ علومِ اسلامیہ	شعبۂ علومِ اسلامیہ

انتساب

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

اپنے مقالہ کو سرور کائنات، فخر موجودات، افضل الرسل، مولائے کل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتی ہوں۔

"گر قبول افتد زہے عزو شرف"

توئی سلطان عالم یا محمد ﷺ   زروئے لطف سوئے من نظر کن

خدیجۃ الکبریٰ

اظہارِ تشکر

((النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَشْكُرُ اللَّهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ))[1]

سب سے پہلے میں اپنے مہربان رب کی شکر گزار ہوں جس نے مجھے اپنے محبوب ﷺ کا امتی بنا کر میرے لیے یہ راستہ متعین کیا، پھر اُس ذات گرامی ﷺ کا جس پر سارے جہانوں کا پروردگار صلوٰۃ والسلام کے بیش بہا موتیوں کی بارش برسا رہا ہے جو ازل تا ابد جاری رہے گی۔ اس تعلیمی سفر میں کچھ اہم شخصیات ہیں جن کا ذکر اور شکریہ ادا کیے بغیر بات ادھوری معلوم ہوتی ہے۔ بالخصوص میں نہایت شکر گزار ہوں ڈاکٹر طاہر مسعود قاضی صدر شعبہ علوم اسلامیہ (لاہور گیریژن یونیورسٹی) کا جنھوں نے اس موضوع کا انتخاب کروایا، فکر مندی اور توجہ سے میرے کام کو دیکھا اور ہر مشکل مرحلے میں میری رہنمائی فرمائی ان کے بعد نگران مقالہ ڈاکٹر حافظ عرفان اللہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کی خاص مدد اور توجہ سے یہ مقالہ مکمل ہوا۔ ڈاکٹر محمد وارث علی (لاہور گیریژن یونیورسٹی) اور ڈاکٹر سرور حسین نقشبندی (منہاج یونیورسٹی) کا جنھوں نے اس موضوع کی تجویز دی، تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں سید صبیح رحمانی (بانی نعت ریسرچ سنٹر کراچی) کا جنھوں نے حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر مواد کو یکجا کر کے میری طرف ارسال کیا اور صرف یہ ہی نہیں اپنے قیمتی مشوروں سے بھی میری رہنمائی کی اور حوصلہ بڑھایا۔ ان کے بعد محترم بزرگ عبد المجید منہاس اور نعمان تائب کا جنھوں نے بے پناہ محبت اور دعاؤں سے مجھے نوازا اور جو تائب رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے چاہنے والوں کے لیے ہمہ تن گوش اور پر عزم رہتے ہیں، اللہ کریم! ہمیشہ ان چراغوں کو تا دم حیات سلامت رکھے اور ان کی بدولت اندھیرے روشنیوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ (آمین)

ان چراغوں کے بعد میں اپنے والدِ گرامی (اللہ کریم انھیں اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے) کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی تربیت اور ادبی ماحول کی وجہ سے شاعری سے لگاؤ پیدا ہوا اور ان کے بعد اپنی والدہ محترمہ کا جنھوں نے ہمیشہ مجھے پُر عزم رکھا میرا حوصلہ بڑھایا اور ان کی دعاؤں نے مجھے ناکام نہیں ہونے دیا۔ خصوصی طور پر تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں اپنے بھائی صاحبان کی بالخصوص رحمان علی سکھیرا اور رضوان علی سکھیرا کی، جن کی مدد سے میں نے یہ ہدف حاصل کیا اور میری بہن اقراء منظور کا جس نے ہمیشہ ہر قدم پر ساتھ دیا اور مجھے آسودہ حال رکھا۔ میں اپنے باقی فیملی ممبرز اور دوستوں کا بھی شکریہ ادا کروں گی جن کے تعاون اور نیک تمناؤں کا مجھے ساتھ ملا، اس کے بعد یقیناً اُن اساتذہ کرام کا جن کی وجہ سے قرآن کریم اور سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ میلاد النبی ﷺ کی محافل کا انعقاد اور اس میں نعت پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا۔ اللہ کریم! میرے تمام مخلصین و محبین اور تمام اساتذہ کرام کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

خدیجۃ الکبریٰ (مقالہ نگار)

---

[1] السِّجِسْتاني أبو داود سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داؤدد، كتاب الأدب، باب في شكر المعروف، رقم الحديث: ٤٨١١

Abstract

The term "Naat," originating from Arabic, embodies the essence of praise and eulogy, particularly directed towards the esteemed Prophet Muhammad (peace be upon him) within Islamic tradition. This practice, born out of a natural inclination to honor the Prophet, has evolved into a rich literary tradition, encompassing diverse themes reflective of his life and teachings.

Within the realm of Naat composition, themes such as the Prophet's birth, the afterlife, intercession, the finality of prophethood, and reverence towards the Prophet's family and companions are intricately woven. Furthermore, geographical descriptions of holy sites and the qualities of the Prophet's resting place serve as focal points, enhancing the spiritual depth of Naats.

In the 20th century, luminaries like Hafiz Mazharuddin and Hafeez Taib emerged as torchbearers, infusing new life into the Naat tradition by incorporating a myriad of themes. Their compositions delve into various aspects, including events preceding the Prophet's birth, the miraculous nature of his speech, and his exalted status as the epitome of mercy and intercession.

A distinguishing feature of Naats is the integration of Quranic verses and Hadith, akin to precious pearls adorning a necklace, amplifying the lyrical beauty and spiritual resonance of these compositions.

This thesis aims to conduct a comparative analysis of the thematic richness within the Naats of Hafiz Mazharuddin and Hafeez Taib, shedding light on the nuances and insights encapsulated within their respective oeuvres. Through this exploration, a deeper understanding of the diverse tapestry of themes within Naat literature is sought, enriching scholarly discourse and fostering appreciation for this timeless tradition of praise and devotion.

Keywords: Naat, Islamic tradition, Literary Tradition, Comparative Analysis , Hafiz Mazharuddin, Hafeez Taib

مقدمہ

موضوع کا تعارف:(Introduction of Topic)

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ "تعریف کرنا" کے ہیں اصطلاح میں یہ لفظ حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف کے لیے مخصوص ہو چکا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام میں اپنے محبوب پاک ﷺ کی تعریف و توصیف جابجا اور بو قلموں انداز میں کی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ قرآن پاک ہے ہی حضور کی تعریف۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حامد ہے حضور محمد ﷺ ہیں۔ اہل محبت کے ہاں حضور ﷺ کی تعریف و توصیف ایک فطری تقاضا ہے۔ اس تقاضے کی تسکین کے لیے نعت وجود آشنا ہوئی۔ نعت گو اور نعت خواں کے لیے ضروری ہے کہ اس میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے لیے سرشاری کے جذبات ہوں۔ فکر طہارت کے لبادے میں لپٹی ہوئی ہو تو لہجہ پاکیزہ جامہ زیب تن کیے ہوئے ہو۔ علم کی تطہیر ہو چکی ہو اور عمل سے اسوہ رسول کی مہک آ رہی ہو۔ بخت کے سکندر ہیں وہ لوگ جو یہ سارا سامان لے کر میدان نعت میں اترتے ہیں۔ پھر جہاں وہ حضور کے لب ورخسار کا دلنشیں تذکرہ قلمبند کرتے ہیں وہاں اسوہ حسنہ کا حسین بیان بھی زیب قرطاس کرتے ہیں۔ نعت کو نظم کرتے ہوئے متنوع مضامین بھی شامل نعت ہو جاتے ہیں۔ جیسے توحید، آخرت، استغاثہ، تذکار اہل بیت و صحابہ کرام، مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ اور دیگر اماکن کے جغرافیائی احوال، کیفیات قبر، شفاعت، احوال جنت و جہنم وغیرہ۔

نعت کی توفیقات کے حامل خوش نصیب لوگوں میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ جیسے نامور لوگ شامل ہیں، اللہ رب العزت نے حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے قلب و نگاہ کی تربیت کا بہترین انتظام فرمایا اور ان کی پرورش ہی دینی ماحول میں کی، یہ دونوں ایک عہد کے روشن چراغ ہیں۔ بیسویں صدی میں طلوع ہونے والے حافظ صاحب "حسان العصر" کے نام سے جانے جاتے ہیں ان کی شاعری ایک آفاقی نغمہ ہے، روح کی پکار ہے آپ کی شاعری میں ایسے ایسے نقاط ملتے ہیں کہ پڑھنے والوں کے لیے نئی راہیں کھل جاتی ہیں، نئی سے نئی زمینیں، الفاظ و تراکیب اور اسلوب بیان، تغزل، بے ساختگی اور سرور ملتا ہے۔[1] حافظ صاحب کے کلام کا خاصہ یہ ہے کے وہ روایات کے شاعر ہیں، ان کے ہاں مضامین نعت کے موضوع میں مدینہ طیبہ کی محبت، حضور ﷺ کی شفاعت، حضور ﷺ کے جمال کا تذکرہ، حضور ﷺ کے صحابہ کی عظمت، شہر شہر رسول کو خلد بریں، عرش اعظم سے تشبیہ دیتے ہیں، سفر نامہ حجاز بھی اپنی جگہ منفرد موضوع ہے، سفر مدینہ کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کرتے ہیں، معراج النبی ﷺ کے موضوع کو الگ سے اپنی شاعری میں استعمال کیا، ختم نبوت، دین اسلام

---

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب (لاہور: گل احمد مروت، بار اول، ۱۹۹۶ء) صفحہ: ۱۵

اسلام کی تکمیل اور ان مضامین کے علاوہ تشبیہ، استعارہ، تلمیح، تکرار لفظی، صنعت مراعات، صنعت ترصیع، رعایت لفظی، تکرار لفظی جیسی فنی خوبیوں سے کلام کو مزین کیا ہے۔

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عمومی رائے ہے کہ وہ عصر حاضر میں جدید "نعت گو" شاعر ہیں۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مضامین نعت میں استغاثہ، فریاد بحضور سید الکونین ﷺ کا رنگ جابجا ابھرتا ہے، نعت کو علمی پس منظر مہیا کرنے کے لیے انھوں نے بڑی گہرائی اور گیرائی سے قرآن و حدیث اور سیرت کا وسیع مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ کو اپنے فن میں سمویا، حفیظ تائب کے اشعار میں قرآنی آیات کو ہر مصرع کے پیچھے پائیں گے۔

اس طرح قرآن و حدیث کے اقتباسات بھی جابجا نگینے کی طرح جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔[1] حفیظ تائب روایات کے ساتھ ساتھ اجتہاد کے آدمی ہیں۔ ان کے کلام میں تخیل آفرینی سے زیادہ سیرت نگاری کو موضوع نعت بنایا گیا ہے انھوں نے نعت میں ہائیکو صنف لکھی ہے، ہمارا مقصد ان دونوں شعراء کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ کرنا ہے۔

موضوع کی اہمیت (The Importance of Topic)

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت تقاضا کرتے ہیں کہ ان کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے کیونکہ ہمارے معاصرین میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ عہد حاضر کے جدید شعراء میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے بیسویں صدی میں نعت کو از سر نو تعمیر کیا، نعتیہ کلام میں جدت آئی اور نعت کو وہ عروج ملا جو کچھ عرصے سے مدھم ہو گیا تھا، ان کے کلام میں وہ مضامین نعت ہیں جو براہ راست قاری کو صحن نبوی ﷺ میں پہنچا دیتے ہیں۔ نعت کے لیے ضروری نہیں کہ حضور ﷺ کا نام ظاہری طور پر لیا جائے بلکہ نعت کے شعر کی فضا ایسی ہونی چاہیے کہ اس کا تاثر حضور ﷺ کی ذات گرامی، ان کے منصب نبوت، کار رسالت، اخلاق کریمانہ، سیرت و سوانح، جذبہ عشق رسول اللہ ﷺ کی طرف لے جائے، ان کے نعتیہ مضامین آج کے معاشرے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے کلام میں نبی کریم ﷺ کے خُلقِ حسن کے بیان کے ساتھ ساتھ بہت سارے دیگر مضامین بھی شامل ہیں۔

ان شعراء کے کلام میں مضامین نعت کے خصوصی مطالعہ کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوتی ہے کہ ان کے مطالعہ سے ان شعراء کی فکر کے گوشوں سے آگہی ملے، ان کے نظریات کی وسعت کا اندازہ ہو اور جادہ نعت پر گامزن نو آموز لوگوں کو درست راہنمائی میسر آسکے۔ کیونکہ ان شعراء کے مضامین نعت میں بہت تنوع دکھائی دیتا ہے۔ جیسے حضور ﷺ کی مدحت مدحت سرائی اور اوصاف حسنہ کے بیان میں استغاثہ بھی پایا جاتا ہے، فکر آخرت بھی شامل اشعار ہے، ان میں نبی کریم ﷺ کریم ﷺ کے کردار پر عمل کی ترغیب بھی موجود ہے، ان مضامین میں سرکار دو جہاں ﷺ کے حسین و جمیل سراپا کی خوبصورت منظر کشی بھی ہے، ان کی حق گوئی، اخلاق کریمانہ، سادگی، سخاوت و داد و دہش، روضہ رسول کے دیدار کی تمنا، روز

---

[1] حفیظ تائب، کلیات حفیظ تائب (لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۲۰۰۵ء) ص: ۳۰

محشر شفاعت کی آرزو، طلب استعانت و دستگیری، معجزات، تصرفات، معمولاتِ شب و روز اور ان جیسے بہت سے مضامین سے اردو کی روایتی نعت مزین ہے، ان شعراء نے نعت پر زیادہ توجہ دی اور ان موضوعات کا سہارہ لیا ان کے بات کرنے کے اندازنے ان مضامین کو کہیں سے کہیں پہنچادیا۔

ان شعراء کے مضامین نعت کے مطالعہ کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ملاحظہ کیا جاسکے کہ ان شعراء نے مدحت رسالت مآب کرتے ہوئے کن آداب کو ملحوظ خاطر رکھاہے۔ نعت گوئی کو تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف قرار دیا گیاہے ایک طرف یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں بارگاہ ربوبیت کی بے ادبی نہ ہو جائے اور دوسری طرف خدشہ رہتاہے کہیں شان رسالت میں کمی کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ چنانچہ کامل راہنما کے بغیر پھسلنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، ان دونوں اساتذہ فن کی خوبی یہ ہے کہ جہاں انھوں نے ضروری ظاہری علوم پر عبور حاصل کیا وہاں انھیں اہل اللہ کی صحبت سے اپنی روحانی تشنگی دور کرنے کے بھی خوب مواقع میسر آئے، چنانچہ یہاں سوز بھی ہے اور درد بھی، ذہن کو اپنے حصار میں لینے والے محاورات بھی ہیں اور روح پر اثر انداز ہونے والی تراکیب بھی ہیں۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین نعت میں تصوف کا رنگ نمایاں ہے، گویا وہاں آنسو، آہ و فغاں یہ سب متاع جاں ہیں، کہیں پر حضور ﷺ کے جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے تلمیحات کا خوبصورت استعمال کرتے ہیں، صحابہ کرام کا ذکر خیر کرتے ہیں، روز قیامت اعمال نامہ کی پیشی کے وقت پردہ پوشی کی گزارش کرتے ہیں، نعتیہ کلام میں گداز کوٹ کوٹ کر بھرا نظر آتاہے، مزید برآں قیام پاکستان کی صورت حال کو بھی اشعار میں بیان کرتے ہیں۔ جبکہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ایک امتی کی حیثیت سے امت کی مشکلات پیش کرتے ہیں، کہیں معاشرے کے اخلاقی زوال کی طرف متوجہ کر کے حضور ﷺ سے چارہ گری کی درخواست کرتے ہیں اور کہیں یہ استغاثہ پیش کرتے ہیں، اور کہیں اشعار میں اطاعت رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نبی پاک ﷺ سے وطن عزیز کی خوشحالی کی التجاء کرتے ہیں، الحاد پرستی سے خوف زدہ دکھائی دیتے ہیں، حفیظ تائب شہر رسول کو جنت سے تشبیہ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ان اساتذہ کو پڑھنے اور ان کے نعتیہ مضامین کے تقابل کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ہم پرکھ سکیں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بناء پر انھیں شہرت دوام نصیب ہوئی، لوگوں نے ان کے کلام کو اپنے دل کی آواز جانا اوران کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ ان مضامین میں محض حضور ﷺ کی مدح سرائی ہی نہیں بلکہ چودھویں صدی کے انسان کی مشکلات اور ان کا حل بھی بتایا گیاہے۔ ان کے نعتیہ کلام کے منصہ شہود پر آنے کے بعد نعت کی دنیامیں لوگوں کا رجحان یکسر بدل گیا اور ہند کے مے خانوں میں نئے بانکپن کے ساتھ پھر سے نعت کے جام لٹائے جانے لگے۔ ان کے نعتیہ مضامین درد کے وہ ساغر معلوم ہوتے ہیں جو عشق کی مے ناب لیے عشاق کو تلاش کر رہے ہوں۔ ان کے تقابل سے معلوم ہوتاہے کہ بعض اوقات تو ایک ہی راہ پر چلتے ہوئے ایک ہی قسم کی عشق کی خیرات تقسیم کرتے جاتے ہیں اور پھر یک دم راستے مختلف ہو جاتے ہیں، رجحان تبدیل ہو جاتا ہے، ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ لیکن بہر حال مقصد یہی دکھائی دیتاہے کہ:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

گر بہ او نر سیدی تمام بو لہبی است

ان مضامین کو سامنے لانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کے اس پر فتن دور میں نام نہاد قسم کے شاعر جو نعت کے نام پر دھبہ ہیں، کی پہچان ہو سکے، ان کی ناپختگی واضح کی جا سکے اور معلوم ہو سکے کہ بارگاہ مصطفیٰ عام بارگاہ نہیں بلکہ اہل نظر اسے عرش سے بھی نازک تر قرار دیتے ہیں جہاں جنید بایزید جیسی ہستیاں بھی دم بخود نظر آتی ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ(Literature Review)

نعت کے موضوعات، رجحانات اوراسالیب پر بھی کئی کام سامنے آئے ہیں کتب کے علاوہ اردو نعت کے حوالے سے سندی مقالات بھی تحریر کیے گئے ہیں، شخصیات کی نعت گوئی کے حوالے سے تحقیقی و تنقیدی کتب کی اشاعت عمل میں آئی ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں: پیر نصیر الدین نصیر، قلم رو نعت کا شہنشاہ حافظ مظہر الدین، روالپنڈی: روزنامہ نوائے وقت، ۲ جولائی ۱۹۸۱ء، حافظ محمد عبداللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی (تحقیقی مقالہ ایم فل شعبہ اُردو)، مقالہ نگران ڈاکٹر مدثر احمد (گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور) ۲۰۱۷ء، لیاقت پرویز عباسی، "حافظ مظہر الدین مظہر شخصیت اور فن "(غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے ایم۔ اے اردو) راولپنڈی: گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، ۱۹۷۹ء، ارسلان احمد ارسل (مرتب)، "کلیات مظہر "لاہور: ارفع پبلشر، ۲۰۱۳ء، محمد طفیل ناصری، "ذکر پاکاں "(حصہ دوم) لاہور: ظفر پرنٹرز، سہیل مظہر، پیر زادہ، "حافظ مظہر الدین مظہر کی کہانی ان کی اپنی اور کچھ دوستوں کی زبانی"، راولپنڈی: روزنامہ نوائے وقت، ۴ جون ۱۹۷۹ء، حافظ لدھیانوی، "حافظ مظہر الدین مظہر"، لاہور: ماہنامہ "ضیائے حرم" ۵ جولائی ۱۹۸۱ء، پیر نصیر الدین نصیر" تنقیدی آرا" مشمولہ "کلیات مظہر"، حفیظ تائب، "میزاب"، ماہنامہ "ضیائے حرم"، لاہور) محمد اکرم رضا، پروفیسر، "حافظ مظہر الدین مظہر عظیم نعت گو"، مشمولہ سہ ماہی "مدحت" لاہور علامہ اقبال ٹاون، شمارہ نمبر ۲، جون تا ستمبر ۲۰۱۰ء۔

رضیہ تبسم، حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری (تحقیقی مقالہ ایم اے) ۱۹۹۴ء-۱۹۹۲ء، شعبہ اردو اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، رضیہ مجید، حفیظ تائب شخصیت و فن (تحقیقی مقالہ ایم اے) ۱۹۹۷ء-۱۹۹۵ء شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اور نیٹل کالج لاہور۔ محمد اکرم زمان، اُردو نعتیہ شاعری میں قرآن وحدیث کی تلمیحات کا تحقیقی جائزہ: اعظم چشتی، حفیظ تائب اور مظفر وارثی کا خصوصی مطالعہ (شعبہ عربی و اسلامیات) گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد ۲۰۱۷ء ۔ حبیبہ اکرام، حفیظ تائب کی پنجابی نعت کا تجزیاتی مطالعہ (تحقیقی مقالہ ایم اے) ۲۰۰۱ء۔ ۱۹۹۹ء، شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، محمد سرور حسین، نعتیہ ادب میں حفیظ تائب کی علمی، ادبی، تحقیقی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ، (تحقیقی مقالہ ایم فل) شعبہ اسلامی فکری و تہذیب، لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، ۲۰۱۵ء۔

حال ہی میں حافظ ذیشان طاہر (منہاج یونیورسٹی لاہور) ڈاکٹر ممتاز سدیدی الازہری (صدر شعبہ عربی) کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی مقالہ کا تحقیقی کام کر رہے ہیں جس کا عنوان "محمود سامی البارودی اور حفیظ تائب کی نعتیہ شاعری کا تقابلی جائزہ" ہے۔ دوسرا مقالہ ماہم رفیق گیلانی (لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی ۲۰۲۴ء) کا ہے جو ڈاکٹر ریحانہ کی زیر نگرانی ابھی تکمیل کے مراحل میں ہے۔ جس کا عنوان "حفیظ تائب کے کلیات کائنات حفیظ تائب (اردو حمد و نعت) میں سماجی شعور اور مکارم اخلاق کی تبلیغ" ہے۔

ان شعراء کرام کے کلام پر بہت سے لوگوں نے کئی ایک حوالوں سے کام کیے ہیں مگر ایک خلا ابھی بھی باقی ہے اور وہ ہے حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ کرنا یہ تحقیقی خلاء باقی تھا جسے بفضل رب ذوالجلال اس تحقیقی مقالہ میں مکمل کیا گیا ہے۔

تحدید موضوع (Limitions)

اس مقالہ میں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں موجود مضامین نعت کا خصوصی مطالعہ کرتے ہوئے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق (Objectives)

۱- حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین نعت کی نشاندہی کرنا

۲- دونوں شعراء کرام کے مضامین نعت کا تقابل کرنا

تحقیق کے بنیادی سوالات (The Basic Research Question)

۱- حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت کون کون سے ہیں؟

۲- دونوں شعراء نے کس انداز میں موضوعات نعت کو نبھایا ہے؟

اسلوب تحقیق (Research Methodology)

۱- مقالہ میں اسلوب تحقیق بیانیہ، تحقیقی اور تجزیاتی ہے یعنی پہلے نعتیہ مضامین کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے لیے تجزیاتی و تقابلی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

۲- حتی المقدور بنیادی ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے تاہم بقدر ضرورت ثانوی ماخذ سے بھی رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

۳- تحقیقی مقالات، مجلات، رسالہ جات اور پبلک لائبریریز (Libraries) سے استفادہ کیا گیا ہے اور حوالہ دینے میں یونیورسٹی کے طے کردہ طریقہ کار کو اپنایا گیا ہے۔

۴- پہلی بار دیا جانے والا حوالہ میں پہلی بار مصنف کا پورا نام، کتاب کا نام، شہر کا نام، سن اشاعت، جلد نمبر اور صفحہ نمبر جبکہ دوبارہ اسی کتاب کا حوالہ دینے کے لیے مصنف کا نام، کتاب کا نام، جلد اور صفحہ کا نمبر لکھا گیا ہے، اور ایک صفحہ پر ایک حوالہ مسلسل آنے کی صورت میں ایضا لکھا گیا ہے۔

۵- قرآنی آیات اور احادیث کا اردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

۶- اساتذہ کرام اور ریسرچ ماہرین سے مشاورت کی گئی ہے۔

۷- لائبریریز(Libraries) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۸- مقالہ کے آخر میں نتائج اور سفارشات دی گئی ہیں۔

۹- پہلے باب میں دو فصول شامل ہیں اسی طرح دوسرے اور تیسرے ابواب کی بھی دو، دو فصول ہیں۔

ابواب بندی (Chapterization)

مقالہ تین ابواب پر مشتمل ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

باب اول: تعارفی مباحث

فصل اول: حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

فصل دوم: علمی آثار کا تعارف

باب دوم: حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

فصل اول: حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

فصل دوم: حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

تیسرا باب: حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ

فصل اول: دونوں شعراء کے مضامین نعت میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ

فصل دوم: دونوں شعراء کے مضامین نعت میں انفرادیات کا تقابلی مطالعہ

تفصیل ابواب

اظہارِ تشکر ix

مقدمہ xi

باب اول: تعارفی مباحث ۱

فصل اول: حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کا تعارف ۲

مبحث اول: مظہر الدین..... حالاتِ زندگی ۳

ولادت ۳

آبائی وطن ۳

تعلیم و تربیت ۴

شاعری کا آغاز ۵

اصلاح سخن ۶

شاگرد ۷

فیضانِ نظر ۷

اولاد ۸

پاکستان کی طرف ہجرت ۸

ملازمت ۹

اَسفار ممالک ۱۰

بیماری /وفات ۱۰

مبحث دوم:حفیظ تائب..... حالاتِ زندگی ۱۱

نام و نسب ۱۱

آباءو اَجداد ۱۲

حفیظ تائب کے بھائی، بہن ۱۳

تعلیمی تفصیلات ۱۳

ملازمت کا دورانیہ ۱۳
شادی او ر اولاد ۱۴
شاعری کا آغاز ۱۴
اصلاحِ سُخن ۱۵
حفیظ تائب کے شاگرد ۱۶
تحقیق وتنقید، ترجمہ و تدوین ۱۷
بیرونِ ملک سفر ۱۷
بیماری اور وفات ۱۸
خلاصۂ کلام ۱۹
فصل دوم: علمی آثار کا تعارف ۲۰
مبحث اول:حافظ مظہرالدین کے علمی آثار کا مختصر اور جامع تعارف ۲۱
۱-"خاتم المرسلین ﷺ" ۲۱
۲- "نور و نار" ۲۲
۳-"شمشیر و سناں" ۲۳
۴- "حرب و ضرب" ۲۵
۵-"تجلیات" ۲۷
۶-"جلوہ گاہ" ۲۹
۷-"بابِ جبریل" ۳۰
۸-"میزاب" ۳۲
۹-"وادی نیل" ۳۴
۱۰-"نشانِ راہ" ۳۵
مبحث دوم:حفیظ تائب کے علمی آثار کاتعارف ۳۵
۱-"صلو ا علیه و آله" (اُردو مجموعہ نعت)(پبلشرز:سیرت مشن پاکستان لاہور ۱۹۷۸) ۳۵
۲-"سک متراں دی" (پبلشرز:کُتب مینار لا ہو ر ۱۹۷۸ء) ۳۶
۳- "وسلموا تسلیما"(پبلشرز:مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء) ۳۷
۴- "وہی یٰسین وہی طٰہٰ"(پبلشرز: القمر انٹر پرائزز، لا ہور ۱۹۹۸ء) ۳۸
۵-"مناقب"(پبلشرز: القمر انٹر پرائزز، لاہور ۱۹۹۹ء) ۳۸

۶- "لیکھ" (پبلشرز: پنجابی فاونڈیشن، لاہور ۲۰۰۰ء) ۳۹
۷-"کوثریہ" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء) ۳۹
۸-"نسیب" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور مجموعہ غزل ۲۰۰۳ء) ۴۰
۹- "تعبیر" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء) ۴۰
حفیظ تائب کی وفات کے بعد شائع ہونے والی تخلیقات ۴۱
۱-"کلیاتِ حفیظ تائب" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۵ء) ۴۱
۲-"اصحابی کالنجوم" (پبلشرز: سنگت پبلشرز لاہور ۲۰۰۶ء) ۴۱
۳- حاضریاں (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۷ء) ۴۲
۴- "حضوریاں" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۷ء) ۴۲
۵-"بے چہرگی" (پبلشرز:القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۸ء) ۴۳
۶-"طاقِ حرم" (پبلشرز القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۱۰ء) ۴۳
تحقیق وتدوین اور تنقید (کتب) کا مختصر تعارف: ۴۳
خلاصۂ کلام ۴۷

باب دوم: حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ ۴۸

فصل اول: حافظ مظہر الدین کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ ۵۱

۱-ظہورِ قدسی سے پہلے ۵۲
۲-ظہورِ قدسی ﷺ ۵۳
۳-جمالِ مصطفی ﷺ ۵۵
۴-اُمی لقب ﷺ ۵۷
۵-نطق رسول ﷺ ۵۸
۶-درس مساوات ۶۰
۷-سراپا انوار ﷺ ۶۱
۸- حاصلِ کائنات ﷺ ۶۲
۹-رحمت عالم ﷺ ۶۴

۱۰- شفیع عاصیاں ﷺ ۶۶
۱۱- معراج النبی ﷺ ۶۹
۱۲-مقامِ مصطفی ﷺ ۷۱
۱۳-ختمِ نبوت ﷺ ۷۲
۱۴-دیارِ رسولِ پاک ﷺ ۷۴
۱۵-ذکرِ صحابہ و اہلِ بیت ۷۶
خلاصۂ کلام ۷۹
فصل دوم: حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ ۸۰
۱-حضور ﷺ کی آمد سے قبل ۸۱
۲-آمدِ مصطفی ﷺ ۸۲
۳- اسمِ گرامی ﷺ ۸۳
۴- حضور ﷺ کا اندازِ تکلم ۸۵
۵-قرآنِ مجسم ﷺ ۸۶
۶- شمائل مصطفیٰ ﷺ ۸۸
۷- اسوۂ حسنہ ﷺ ۹۰
۸-حُبِ رسولِ پاک ﷺ ۹۲
۹- تذکارہ دیارِ حبیب ﷺ ۹۴
۱۰-معراج مصطفی ﷺ ۹۶
۱۱-شفیع عاصیاں ﷺ ۹۸
۱۲-رحمت عالم ﷺ ۱۰۰
۱۳-خاتم الانبیاء ﷺ ۱۰۳
۱۴-صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ۱۰۶

۱۵- تاریخی حقائق ۱۰۸

خلاصۂ کلام ۱۱۱

باب سوم: حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ ۱۱۲

فصل اول: دونوں شعراء کے مضامین نعت میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ ۱۱۳

۱-عرب کے حالات قبل از ولادتِ نبوی ﷺ ۱۱۴

۲-ولادتِ مصطفیٰ ﷺ ۱۱۵

۳- حُسنِ جمال مصطفیٰ ﷺ ۱۱۸

۴-نطقِ رسول ﷺ ۱۲۰

۵-اسوۂ حسنہ ﷺ ۱۲۳

۶- رحمت عالم ﷺ ۱۲۴

۷- معراج مصطفیٰ ﷺ ۱۲۷

۸- شفیع عاصیاں ﷺ ۱۲۹

۹-ختمِ نبوت ﷺ ۱۳۱

۱۰-دیارِ رسولِ پاک ﷺ ۱۳۳

۱۱- فیضانِ رسالت مآب ﷺ ۱۳۵

۱۲-مناقبِ صحابہ و اہل بیت اطہار ۱۳۷

خلاصۂ کلام ۱۴۱

فصل دوم: دونوں شعراء کے مضامین نعت میں انفرادیات کا تقابلی مطالعہ ۱۴۲

مبحث اول:حافظ مظہر الدین کے مضامین نعت میں انفرادیات ۱۴۳

۱-لفظِ عشق کا کثرت سے استعمال ۱۴۴

۲- جبرئیلؑ امین بارگاہِ رسالت میں ۱۴۵

۳- عارفانہ رنگ میں فارسی نعتیہ کلام ۱۴۶

۴- بابِ جبرئیل ۱۴۶
۵- سراپا انوار ﷺ ۱۴۷
۶- مرکز و محورِ کائنات ﷺ ۱۴۸
۷- اعلیٰ و ارفع مقامِ حبیب ﷺ ۱۴۹
۸- مقطع یا شاعرانہ تعلی ۱۵۰
۹-تکرارِ لفظی کا کثرت سے استعمال ۱۵۱
۱۰-عجز و انکساری ۱۵۲
۱۱- سابقہ پیغمبروں کا تذکرہ ۱۵۲
۱۲- مجرد الفاظ کو مجسم کرنا ۱۵۳
خلاصۂ کلام ۱۵۴
مبحث دوم:حفیظ تائب کے مضامین نعت میں انفرادیات ۱۵۴
۱- اسمِ گرامی ﷺ ۱۵۵
۲-قرآنِ مجسم ﷺ ۱۵۶
۳-آیاتِ قرآنیہ بصورتِ نعت ۱۵۶
۴-نعتیہ کلام میں اسماء النبی ﷺ ۱۵۷
۵-نعتیہ کلام میں ردیف کا ایک خاص انداز ۱۵۸
۶- نعت میں مسائلِ اُمت کا ذکر ۱۵۹
۷-اخلاقی زوال اور استغاثہ بحضورِ سرورِ کائنات ﷺ ۱۶۰
۸-نعت میں صوتی حسن اور معنوی جمال ۱۶۱
۹- نعت اور تاریخی حقائق ۱۶۲
۱۰-پنجابی کلام میں بارہ ماہ سیرت مطہر ہ کی روشنی میں ۱۶۲
۱۱- نعت لکھنے کے اصول و ضوابط ۱۶۳
۱۲-سماجی شعور ۱۶۴
۱۳- سرکار دو عالم ﷺ کا بچپن مبارک ۱۶۵
۱۴- سورہ کوثر اور صاحب کوثر ﷺ ۱۶۶
۱۵- سی حرفی زمزمہ درود ۱۶۶

خلاصۂ کلام ۱۶۸

حاصلات ۱۶۹

سفارشات ۱۷۲

فہارس ۱۷۴

فہرست آیات ۱۷۵

فہرست احادیث ۱۷۷

مصادر و مراجع ۱۸۱

کتابیات ۱۸۱

Modern Sources of Research ۱۸۴

باب اول

تعارفی مباحث

فصل اول

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کا تعارف

فصل اول

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کا تعارف

مبحث اول: مظہر الدین..... حالاتِ زندگی

ولادت:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے بارے میں تاریخی کتب اور رسائل میں مختلف آراء ملتی ہیں، جن میں سے ایک آراء کو یہاں اختصار کے ساتھ کوڈ کیا ہے، ماہنامہ فیض الاسلام میں یہ تحریر درج ذیل ہے:

> "حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی نام منظور کونین اور دوسرا تاریخی نام محمد مظہر الدین ہے دونوں ناموں سے ۱۳۳۲ھ نکلتا ہے جو عیسوی 1913 سے مطابقت رکھتا ہے۔"[1] مگر حافظ صاحب محمد مظہر الدین کے نام سے معروف ہوئے۔

حافظ صاحب کا ادبی نام مظہر الدین مظہر ہے، ان کا تخلص مظہر ہے، بقول حافظ صاحب کے "مظہر مجھے میرے والدِ گرامی نے بنایا ہے" مظہر کے معنی پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ مظہر یعنی ظاہر ہونے کی جگہ یہ اپنے نام کی طرح منفرد اور با کمال شخصیت تھے۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت (بھارت) ستکوہا ضلع گرداس پور (۱۴۳۲ھ) ۱۹۱۴ء میں آرائیں خاندان میں ہوئی، یہ اُن دنوں کی بات ہے، جب مسلم لیگ پورے جوبن پر تھی اور مسلمانانِ ہند کے لیے سرگرم عمل تھی آپ کی آمد خدا کی خاص رحمت کا سبب بنی۔

آبائی وطن:

حافظ مظہر الدین کا آبائی وطن بھارت میں رمداس تحصیل رجنالہ ضلع امرتسر تھا۔ قیام پاکستان کی تقسیم کے دوران یہ علاقہ انڈیا میں شامل کر دیا گیا، حافظ صاحب کے دادا کا نام موسی الراعی تھا۔ رمداس میں ان کی کافی اراضی تھی جس میں مسلم اکثریت آباد تھے۔ حافظ مظہر الدین کے والد کا نام نواب الدین چشتی تھا، آپ کے والدِ گرامی عظیم شیخ، مناظر الاسلام اور مسلم لیگ کے انتہائی غیور کارکن تھے۔ اُن دنوں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا جس کا بانی مرزا غلام احمد تھا، اس فتنہ کا شکار سادہ اور

---

[1] قمر رعینی، حافظ مظہر الدین مظہر، ماہنامہ فیض الاسلام (راولپنڈی: اقبال روڈ، جون، ۲۰۰۱ء)، ص: ۲۳

معصوم لوگ بن رہے تھے۔ آپ نے اپنی قابلیت سے اس فتنہ کو ختم کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے قیام پاکستان کے لیے لوگوں کو ابھارا اور آخر وقت تک تبلیغ کرتے رہے، خاص طور پر اپنے مریدین کو ہدایت دی کہ وہ قیام پاکستان کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ اس تحریک کے لیے انھوں نے مختلف علاقوں کا سفر کیا، اکابر شخصیات جن میں قائد اعظم، لیاقت علی خاں، نواب ممدوٹ اور سر عبد الرب نشتر جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر جلسوں میں لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کی ترغیب دی ان کوششوں کو قائد اعظم سراہتے ہوئے گویا ہوئے:

"ایسے برگزیدہ شخص کا قیام پاکستان کی حمایت کرنا ہمارے لیے کامیابی اور فتح کی دلیل ہے اور اب یقیناً پاکستان بن کر رہے گا۔"[۱]

قائد اعظم کی معاونت ایسے باشعور لوگوں نے کی جو پاکستان بننے کا سبب بنے۔ اس حوالے سے طارق اسماعیل اپنی کتاب "پنجاب ان پالیٹیکس" میں لکھتے ہیں:

"پورے پنجاب میں مسلم لیگ کی کامیابی کا دارومدار صرف اور صرف مولانا نواب الدین کی علمی اور روحانی خداداد قوت اور بے انتہا اثر و رسوخ اور شعلہ نوا خطابت کا مرہون منت ہے۔"[۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی کا شمار اُن چند لوگوں میں ہوتا ہے، جن لوگوں نے قیام پاکستان کے لیے انتھک محنت کی، انھوں نے دو شادیاں کیں، پہلی بیوی سے تین بیٹے پیدا ہوئے، حافظ مظہر الدین مظہر، مولانا غلام ربانی اور مظہر حسن، ان کی دوسری بیوی سے دو بیٹے غیور حسین اور عادل حسین پیدا ہوئے، وہ ایک علمی و روحانی شخصیت تھے اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازہ تھا اور وہ خوبیاں پاکستان بننے کا موجب بنی مگر افسوس کہ آپ یہ دیکھنے سے پہلے ہی ۲۵ مئی ۱۹۴۶ء کو وفات پا گئے۔ تحریک پاکستان میں حصہ لینے کے علاوہ ایک کتاب بھی تحریر کی جس کا نام "تحقیق الادیان فی اعجاز القرآن المعروف "ہے جو کہ پیغامِ حق کے نام سے شائع ہوئی۔

تعلیم وتربیت:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد عالم دین اور پیر طریقت تھے۔ اکثر علمی مجالس اور مباحثوں میں شریک ہوتے رہتے تھے، آپ کے والدِ گرامی کے حلقہ ارباب میں بہت سے مرید تھے۔ اُن مریدوں میں سے آپ کے والد ایک بزرگ کو اجمیر شریف سے اپنے ساتھ لے آئے جن کا نام صوفی عبد الرزاق رامپوری تھا وہ امیر مینائی کے شاگرد تھے، علمِ عروض کے ماہر تھے، وہ شاعر نہیں تھے مگر شاعری میں مہارت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب نے ابتدائی تعلیم ان سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ فارسی اور صرف و نحو اپنے والد سے پڑھیں۔ اس کے بعد کی تعلیم کے لیے گوہر ملسیانی "عصر حاضر کے نعت گو" میں لکھتے ہیں:

---

[۱] حافظ، محمد عبد اللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی (لاہور: انٹرنیشنل نعت مرکز حاجی حنیف پرنٹرز، جنوری ۲۰۱۷ء)، ص:۲۱

[۲] ایضا، ص:۲۱

"۱۹۳۵ء میں آپ کے والد سکونت تبدیل کر کے رمداس ضلع امرتسر میں آگئے تو یہاں کی مقامی درس گاہ میں آپ نے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد پیر جماعت علی شاہ کے قائم کردہ مدرسہ نقشبندیہ میں داخلہ لیا جو علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں اب بھی موجود ہے۔"[۱]

یہ مدرسہ علی پور سیداں میں آج بھی ہزاروں طلباء کی پیاس بجھا رہا ہے۔ علی پور سیداں کی وجہ شہرت دو معروف بزرگ ہیں۔ تقریباً ہم عصر اور مراجع خلائق ہیں، حافظ صاحب یہاں پڑھنے کے بعد جب گھر واپس لوٹے تو آپ کے والد کے مریدوں میں سے ایک تاجر خاندان جو ریاست پٹیالہ کے رہنے والا تھا وہ اُن سے ملنے کے لیے آیا۔ اس گھرانے کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ تمام افراد ہی حافظِ قرآن تھے۔ اُن میں سے ایک سلمیٰ نامی خاتون حافظ صاحب کو اپنے ساتھ لے گئی، جن سے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا، وہ قرآن پاک کے علاوہ شاعری سے بھی گہرا شغف رکھتی تھیں جن کا اثر حافظ صاحب نے قبول کیا، دوبارہ علی پور سیداں چلے گئے، جہاں پر صاحبزادگان کے ساتھ تین سال تک آپ نے تعلیم حاصل کی اس کے علاوہ دینی و دنیوی تعلیم مختلف مدرسوں سے حاصل کی جن میں دیوبند کا مدرسہ بھی شامل ہے۔

مگر درسِ نظامی کی تکمیل حزب الاحناف لاہور سے مکمل کی، محمد سلیم چوہدری "شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری" میں لکھتے ہیں:

"مدرسہ حزب الاحناف لاہور میں ۱۹۳۲۔ ۱۹۳۱ء میں تعلیم حاصل کی یہاں پر مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی آپ کے ہم درس تھے، اس کے علاوہ نامور عالمِ دین مولانا غلام جہانیاں سے اور دربار شریف حضرت موسیٰ پاک شہید سے ملحقہ مدرسہ سے بھی تعلیم حاصل کی، آپ امرتسر میں مدرسہ نعمانیہ سے بھی پڑھتے رہے اور امرتسر کی عظیم علمی شخصیت علامہ مولانا محمد عالم آسی سے کسب فیض کیا۔ حضرت حافظ صاحب رمداس ضلع امرتسر مسلم لیگ کے صدر بھی رہے اور ۴۷۔ ۱۹۴۵ء کے دوران بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔"[۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایسی نابغہ روزگار اور عہد ساز شخصیت تھی، کہ انھوں نے اپنے تعلیمی کیریئر کو اولیت بخشی اور بہت سی نادر اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، جن کے علمی ذوق اور نظر رحمت نے انھیں عالم دین، صوفی، شاعر اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیا۔

شاعری کا آغاز:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری کا آغاز بچپن ہی سے کیا جس کی بنیاد روحانی و ادبی تربیت تھی جو انھیں گھر اور باہر کے ماحول سے ملی۔ آپ کی روحانی اور ادبی تربیت میں زیادہ دخل آپ کے اپنے میلان کا ہے آپ کی طبعیت میں یہ چیز شامل تھی۔ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے فطری میلان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

---

[۱] ملسیانی، گوہر، عصر حاضر کے نعت گو (لاہور: بیت الحکمت، جلد اول، ۱۹۸۳ء)، ص: ۱۲۲

[۲] محمد سلیم چوہدری، شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری، (لاہور: ظفر سنٹر پرنٹرز، ۱۹۹۶ء)، ص: ۱۰۰

”مناظروں اور عرسوں کی کوشش بعض اوقات مجھے والد صاحب کے ساتھ جانے پر مجبور کر دیتی تو سفر میں والد صاحب فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھاتے۔ والد صاحب کے مریدوں میں شاعر، مغنی، مطرب اور شعبدہ باز بھی شامل ہوتے اور میں ہر فنکار کے فن میں دلچسپی لیتا، لیکن فطری رجحان شعر کی طرف تھا۔ شعر مجھ پر غیر معمولی اثر کرتا اور میں تنہائیوں میں اسے گنگناتا رہتا الغرض اچھے اشعار کا وافر ذخیرہ میرے حافظے میں محفوظ ہو گیا۔“[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور ماحول نے اُن کو شاعر بنا دیا، آپ نے دیگر اصناف سخن میں بھی طبع آزمائی کی مگر جو مقام آپ کو نعت کے میدان میں ملا وہ بیاں سے باہر ہے۔ آپ چونکہ بچپن ہی سے عشق رسول سے سرشار تھے اور یہ جذبہ اُن کے نعتیہ کلام تجلیات، جلوہ گاہ، باب جبرئیل اور میزاب میں ملے گا۔ نعت صرف عشق سخن کے زور سے عالم وجود میں نہیں آئی بلکہ دل کے جذبہ اور خون جگر کے ملاپ سے مصرعہ نعت کی ابتداء ہوتی ہے اور وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ممکن نہیں۔

اصلاح سخن:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کا ماحول بڑا پاکیزہ اور ادبی تھا۔ حافظ صاحب کے شاعری میں پہلے استاد تو ان کے والد صاحب ہی تھے کیوں کہ وہ بھی اکثر اشعار اور محافل کا انعقاد کرواتے رہتے تھے۔ اُن کے حلقہ احباب میں بھی بہت سے ایسے لوگ تھے جن سے آپ نے فیض حاصل کیا مثلاً امیر مینائی، ابو البرکات، صوفی عبد الرزاق رام پوری اور پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے نام آتے ہیں جن سے آپ نے شاعری سیکھی۔

سیکھی مگر باقاعدہ طور پر دیوبند کے قیام کے دوران مشہور شاعر سیماب اکبر آبادی کی شاگردی اختیار کی اور ان سے شاعری میں اصلاح لی، حافظ صاحب نے اپنے ایک شعر میں اس بات کا اعتراف کچھ اس طرح سے کیا ہے:

مجھے سیماب رحمۃ اللہ علیہ کا فیض نظر حاصل ہے اے مظہر
میرا ہر شعر تر آرائش باغِ معنیٰ ہے[۲]

حافظ صاحب نے ۱۹۳۳ء کے بعد باقاعدہ مشاعروں کی مجالس میں حصہ لینا شروع کیا جہاں پر آپ کی شاعری میں فنی پختگی پیدا ہوئی اور آپ نے شاعری لکھنا شروع کی۔ ۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء میں پہلی کتاب نور و نار لکھی، آپ کی شاعری کو غزل، قومی شاعری اور نعت کے تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، بقول امین راحت چغتائی:

”میں نے اپنی زندگی کے ۸۷ سالوں میں دو شعراء ایسے دیکھے جو اپنی نظم یا نعت سے ایسے مشاعرے جو غزلیہ ہوتے تھے ان کو اُلٹ دیا کرتے تھے اُن میں ایک مشہور نظم گو جناب پروفیسر شور علیگ تھے اور دوسرے نعت کے سرخیل حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ، حافظ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے مشاعروں میں

---

[۱] حافظ، محمد عبد اللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی، ص:۲۳،۲۲

[۲] حافظ، مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، (لاہور: ارفع پبلشرز، ۲۰۱۳ء) ص:۱۸۲

ہمیشہ نعت یا نظم پڑھی اور بڑے ثقہ ادبا شعراء سے خراجِ تحسین وصول کیا، نشیلی آنکھیں، جسم پر شیروانی ڈالے، سیاہ جناح کیپ سر پر رکھتے تھے، جب مشاعرے میں مائیک پر آتے تو اُن کی پرکشش شخصیت اور پاٹ دار آواز سامعین پر چھاجاتی اور پھر وہ جس شعر کے جس لفظ یا ترکیب پر جس طرح چاہتے داد پاتے۔"[۱]

حافظ صاحب بہت خوبصورت شخص، جاذبِ نظر اور باکمال شخصیت کے حامل تھے۔ شخص اور شخصیت میں فرق ہوتا ہے شخص کو شخصیت بننے میں وقت لگتا ہے جب تک گاگر بھٹی کے مراحل طے نہیں کرتی اپنی اصل شکل میں نہیں آتی ایسے لوگ اپنے حلقہ احباب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ صوفی اور درویش صفت انسان تھے درویش یعنی صاحبِ بصیرت اور بارگاہ رسالت میں مقرب، اُن میں جلال اور جمال دونوں کا عنصر نمایاں تھا، انھوں نے بہت سے اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔

شاگرد:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت ذہین و فطین اور درویش صفت انسان تھے۔ وہ تصوف پر گہری نظر رکھتے تھے اور صوفیانہ مزاج کے حامل تھے۔ حافظ صاحب کے بہت سے ارادت مند اور شاگرد تھے جن میں سرفہرست پیر نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھوں نے شاعری میں حافظ صاحب سے اصلاحات لیں اُن کے علاوہ سید منظور کونین صاحب اور دیگر احباب شامل ہیں۔

فیضانِ نظر:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا نواب الدین چشتیہ سلسلہ کے عظیم شیخ و طریقت تھے۔ کافی تعداد میں لوگ ان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اس نسبت سے حافظ صاحب کے پہلے پیر و مرشد تو والدِ گرامی ہی تھے، اُن کی محبت علمی و عملی سے آپ نے بے کراں فیض حاصل کیا مگر باقاعدہ طور پر خواجہ سراج الحق کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بقول حافظ صاحب:

"پیر و مرشد سراج الحق رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرور محبتوں میں حفیظ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے نغمہ خواں بھی موجود ہوتے اور میرے لیے یہ نغمہ کیف و مستی کا پیغام ثابت ہوتا۔ غرض میں نے شعر و نغمہ کی فضا میں آنکھ کھولی، صوفیوں کا وجد و جمال دیکھا اور اسی ماحول نے مجھے جذب کر لیا۔"[۲]

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد اور پیر و مرشد کی صحبتوں سے بہت کچھ سیکھا جس سے اُن کی طبعیت اس طرف مائل ہو گئی، پیر و مرشد سے دینی اور دنیوی علوم حاصل کیے۔ ایک جگہ پر حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"مجھے عقلی و نقلی علوم سے یک گونا مناسبت پیدا ہو گئی۔ دراصل یہ صحبتیں میری زندگی کا حاصل ہیں۔"[۳]

---

[۱] چغتائی، امین راحت، حافظ مظہر الدین جدید اُردو نعت کے پیش رو مشمولہ ماہنامہ نعت رنگ، شمارہ نمبر ۲۷، دسمبر ۲۰۱۷ء، ص:۳۰۶

[۲] محمد عبد اللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی، ص:۲۳

[۳] ایضاً

حافظ صاحب کی جوانی پاکیزہ اور علمی ماحول میں گزری، پیر و مرشد کی صحبتیں میسر تھیں، ایک جگہ پر فرماتے ہیں:

ہائے کیا چیز تھا وہ عالمِ مستانہ بھی

شمع بھی وجد میں تھی رقص میں پروانہ بھی①

اس ماحول نے حافظ صاحب کے دل میں عشق مصطفی ﷺ ڈال دیا جس سے آپ حسان العصر کے نام سے معروف ہو گئے۔ حافظ صاحب خود بھی سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وابستگان اور خلفاء میں شامل تھے جیسا کہ ان کی منقبت کا ایک مصرعہ یہاں مرکوز ہے کہ:

”دل ہے صابر پہ فدا، جان ہے قربانِ فرید“

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ چشتیہ کا فیضان حاصل تھا اور اپنے والد کی وفات کی بعد یہ فیضان مریدوں میں تقسیم کرتے رہے، آج بھی آپ کے مرید روحانی فیض حاصل کرتے ہیں اور ہر سال باقاعدہ عرس کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔

اولاد:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد ایک بزرگ اور دینی آدمی تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بچوں کی شادی جلد کر دینی چاہیے چنانچہ انھوں نے حافظ صاحب کی شادی ۱۸، ۱۷ سال کی عمر میں بگواڑ گاؤں ضلع ہوشیار پور (بھارت) کے باسی عمر بخش کی بیٹی امیر النساء سے کر دی، امیر النساء میں سے تین بیٹے اویس مظہر، محمود آفتاب اور محمود رضا نوری پیدا ہوئے، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا چھوٹا بیٹا محمود رضا نوری قیامِ پاکستان کے دوران ہجرت کرتے ہوئے دریا میں ڈوب کر شہید ہو گیا اور آپ کی بہن بلقیس بھی سکھوں کے حملے میں وطن عزیز پر قربان ہو گئی تھیں۔

پاکستان کی طرف ہجرت:

قیامِ پاکستان کا اعلان ہو گیا اور آپ نے اپنا گھر بار، زمین، مال و اسباب سب چھوڑ کر رختِ سفر باندھ لیا اُن کے علاقے اور پاکستان کی سرزمین کے درمیان دریائے راوی حائل تھا، لوگ جوق در جوق کشتیوں میں سوار ہو کر پاکستان پہنچ رہے تھے۔ حافظ مظہر الدین اپنی ہجرت کی روداد اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ”مجھے اپنے بیوی بچے دریا کی لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھائی دیئے، بچے اپنی والدہ کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے، میں اُن کے پاس پہنچا اور لہروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اُن کی ہمت بڑھاتا ہوا انھیں مشکل سے کنارے کے قریب لایا، بچوں کو کنارہ پر بٹھا کر میں والدہ کی تلاش میں نکلا اُن کی گود میں میرا بچہ تھا جس کا نام اویس تھا۔“②

① حافظ محمد عبداللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی، ص:۲۳

② ایضاً، ص:۲۷

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ ہجرت اتنے مشکل حالات دیکھے، بہت سے حادثات و واقعات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا لیکن پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ مصائب و تکالیف نے آپ کی زندگی کا رُخ بدل دیا اور غزل کی جگہ نظم نے لے لی اور اسی دوران دو ملی نظمیات کتب شائع ہوئیں۔ شمشیر و سناں ۱۹۵۰ء اور حرب و ضرب ۱۹۵۵ء میں جو نہ صرف مقبول ہوئیں بلکہ کشمیر کا قومی ترانہ آپ کی لکھی ہوئی نظم بنا، جس کے بول کشمیر کے ہر بچے کی زبان پر عام ہیں۔ حافظ صاحب کی مقبول نظم کا ایک مصرعہ پیش نظر ہے:

"میرے وطن تیری جنت میں آئے گے اک دن"[۱]

کشمیر کی وادیوں میں گونجنے والا یہ نغمہ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا آج بھی زبان زد عام ہے۔

ملازمت:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کے بعد اپنے خاندان اور مریدین کے ساتھ ملتان شفٹ ہو گئے آپ گھڑ سواری اور تیر اکی شوق سے کیا کرتے تھے مگر ہجرت کے بعد آپ کے حالات بگڑتے چلے گئے، ملتان سے پنڈی منتقل ہونا پڑا گھریلو حالات یکسر تبدیل ہو گئے، آپ بڑے غیور انسان تھے اور چاہتے تھے کہ مریدوں اور دوستوں کو آپ کے حالات کی خبر نہ ہو۔

راولپنڈی سے ۱۹۴۷ء میں ایک اخبار روزنامہ "تعمیر" شائع ہوتا تھا آپ نے اُس میں کالم نویس کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی اس سے پہلے اپنے پیر و مرشد حضرت سراج الحق کرنالوی کے مزار مبارک گورداس پور سے ایک رسالہ "الفقر" کے نام سے شائع کرواتے تھے لیکن پاکستان بننے کے بعد روزنامہ "تعمیر" میں مذہبی کالم کی ابتدا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کی، صحافت کی ابتدا فکاہی کالم "پھول اور کانٹے" سے کی، اس کے ساتھ ساتھ آپ قومی و ملی نظمیں بھی شائع کرتے رہے یہ نظمیں اُن کے شعری مجموعے شمشیر وسناں اشاعت ۱۹۵۱ء میں شامل ہیں، ۱۹۵۳ء میں نسیم حجازی کی ارادت میں شمالی پنجاب کا روزنامہ "کوہستان" میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے ملازم ہو گئے، اس اخبار میں "نشانِ راہ" کے عنوان سے کالم لکھنے لگے۔

اُن کالموں کی وجہ سے اس اخبار کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی یہاں تک کہ ہندوستان کے کچھ اخبار ان کالمز کو من و عن ویسے ہی شائع کرنے لگے، آپ کی دوسری نظموں کی کتاب حرب و ضرب ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، اس کتاب میں موجود نظموں کے ذریعے تشکیل پاکستان کے حالات کی تصویر کشی کی گئی، تھوڑے عرصے کے بعد یہ اخبار حکومت نے خرید لیا۔ حکومت اس کو اپنے انداز سے چلانا چاہتی تھی مگر آپ نے حق کا ساتھ دیا اور عوام کے لیے قلمی جہاد کیا، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ، نسیم حجازی اور کچھ ساتھیوں نے اخبار سے استعفیٰ دے دیا، حکومت کو مجبورا وہ اخبار بند کرنا پڑا۔[۲]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر وسناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، ص:۲۵۹

[۲] حافظ محمد عبد اللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی، ص:۳۰، ۳۱

اَسفار ممالک:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بیت اللہ شریف کی زیارت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دراقدس پر جانے کی خواہش نجانے کب سے تڑپا رہی تھی وہ اکثر انھی یادوں میں مستغرق رہتے آخر کار قسمت نے یاوری کی آپ نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ حج بیت اللہ اور دوسرے ممالک کا سفر کیا اس سفر کی تفصیل پرویز عباسی کچھ اس انداز میں پیش کرتے ہیں:

> ”یہ قافلہ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو براستہ طورخم روانہ ہوا۔ سب سے پہلے افغانستان کے شہر غزنی میں محمود غزنوی کے مزار پر حاضری دی پھر قابل اور قندھار سے ہوتے ہوئے ہرات پہنچے، وہاں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس پر فاتحہ پڑھی، اور افغانستان سے نکل کر ایران کی راہ لی، ایران کے شہر مشہد میں علی بن رضا کے مزار پر حاضر ہوئے اس دوران برف باری بھی ہوتی رہی۔ حافظ مظہر الدین مظہر اور ان کے ساتھیوں نے شطُ العرب کو عبور کر کے قصر شیریں شہر میں قدم رکھا۔ وہاں سے کویت کی طرف روانہ ہوئے، ۲۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو سعودی عرب میں داخل ہوئے، پہلے مدینہ منورہ گئے اور وہاں تیرہ دن قیام کیا۔ مسجد قبا کے ساتھ ساتھ مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مقدس مقامات کی سیر کی، خیبر کے اس قلعے کو بھی دیکھا جسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فتح کیا تھا۔ حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد پہلے مدینہ اور پھر اردن روانہ ہوئے وہاں سے شام میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی، دمشق سے عراق روانہ ہوئے، عراق میں کربلائے معلی گئے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مزار پر حاضری دی، حضرت سلمان فارسی کے مزار پر گئے اور بغداد میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اقدس پر بھی حاضر ہوئے۔ عراق سے واپسی کا سفر اختیار کیا، پہلے ایران داخل ہوئے اور شیراز میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گئے پھر اصفہان سے ہوتے ہوئے پاکستان داخل ہوئے، اُن کا یہ سفر انسٹھ (۵۹) دنوں پر محیط تھا۔“[۱]

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے سفر کے تجربات اور مشاہدات کو کاغذ پر تحریر کیا، صفحہ قرطاس کی زینت بنایا، تو نعت وجود میں آئی آپ کا پہلا نعتیہ کلام ”تجلیات“ اور دوسرا ”جلوہ گاہ“ جو کے سفر نامہ حجاز کہلاتا ہے، اس کے بعد تیسرا نعتیہ مجموعہ ”بابِ جبریل“ ۱۹۷۸ء کو منظر عام پر آیا آخری مجموعہ نعت ”میزاب“ آپ کی وفات کے بعد ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔

بیماری/وفات:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ذیابیطس کے مریض تھے ۱۹۸۱ء میں پہلی بار بیماری کا غلبہ ہوا تو آپ نے دوستوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بہت کم کر دیا اپنا زیادہ وقت تنہائی میں گزارتے تھے طبیعت بہت اچاٹ رہتی تھی بہت کم بات کرتے تھے حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں:

---

[۱] حافظ محمد عبد اللہ عتیق، حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی، ص:۳۰،۳۱

”میں وفات سے ڈیڑھ ماہ پہلے حافظ صاحب کو ملا اُن میں وہ شگفتگی نہ تھی، آپ کی باتوں سے افسردگی ٹپک رہی تھی۔ میں نے ایک دو جملے ایسے کہے کہ بہار رفتہ لوٹ آئے مگر حافظ صاحب کی ہلکی سی مسکراہٹ کا ہونٹوں پر ہی دم نکل گیا اور میں مرجھا کر رہ گیا۔“[۱]

ذیابیطس کی وجہ سے گردے متاثر ہوگئے جس کی وجہ سے بلڈ پوریا ہو گیا، طبیعت کے بگاڑ کی ایک دوسری وجہ حافظ صاحب کی محبوب بیوی بھی تھی جو ۱۴ دن پہلے ۹ مئی ۱۹۸۱ء کو فوت ہوگئی۔ حافظ صاحب کو اُن کی وفات کا شدید صدمہ پہنچا کہ قل خانی سے اگلے دن حافظ صاحب ہسپتال پہنچ گئے، ڈاکٹروں نے بلڈ کو صاف کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکے آخر کار یہ مردِ مجاہد ۲۲ مئی ۱۹۸۱ء کو علی الصبح اپنے مالکِ حقیقی کی طرف روانہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو امانتاً عید گاہ راولپنڈی کے قبرستان میں دفنایا گیا، اُن کی وصیت کے مطابق نمازِ جنازہ صاحبزادہ غلام نصیر الدین نے پڑھایا۔ حافظ صاحب کے لیے پُر سکون جگہ کی تلاش کی گئی اور آخر کار فیصلہ ہو گیا کہ آپ کو مری کے راستے میں واقع چھتر کے پُر فضا مقام پر دفن کر دیا جائے کچھ عرصے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو نکالا تو وہ پھولوں کی طرح تر و تازہ تھا۔ انھیں اپنے اصل مقام پر منتقل کر دیا گیا۔

مبحث دوم: حفیظ تائب..... حالاتِ زندگی

نام ونسب:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ آپ کا اصل نام عبد الحفیظ ہے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ان کا قلمی نام ہے، لفظ تائب کا اضافہ از خود دسویں کلاس میں کیا۔ اخبار نویس کو اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں: ”میں ۱۴ فروری ۱۹۳۱ء کو ننھیال کے ہاں پشاور چھاونی میں پیدا ہوا اور نام عبد الحفیظ رکھا گیا، جس کے ساتھ تائب کا اضافہ میٹرک کی تعلیم کے دوران ہوا۔“[۲] حفیظ تائب کا نام عبد الحفیظ آپ کی والدہ کے ناظرہ کے استاد نے رکھا تھا اس زمانے میں اساتذہ کو بہت عزت دی جاتی تھی، آپ کی پیدائش کے بارے میں دو طرح کی آراء ملتی ہیں جو کہ اس طرح سے ہیں، سید محمد قاسم کہتے ہیں:

” حاجی چراغ الدین قادری سہروردی کے گھر حفیظ تائب کی ۱۴ فروری ۱۹۳۱ء کو احمد نگر ضلع گوجرانوالہ میں پیدائش ہوئی۔“[۳]

حفیظ تائب جنگ روزنامہ کو انٹرویو میں بتاتے ہیں:

”میں ۱۴ فروری ۱۹۳۱ء کو ضلع گوجرانوالہ کے قریب احمد نگر میں پیدا ہوا۔“[۴]

---

[۱] حافظ لدھیانوی، حافظ مظہر الدین مظہر مشمولہ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ۵ جولائی ۱۹۸۱ء، ص: ۷۸

[۲] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، شمارہ نمبر ۱، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۴ء، ص: ۰۹

[۳] سید محمد قاسم، پاکستان کے نعت گو شعراء (لاہور، ہارون اکیڈمی، ۱۹۹۹ء) ج: ۱، ص: ۱۲۸

[۴] جنگ، روزنامہ، لاہور، ۱۱ مئی ۱۹۸۸ء

ایک تحقیقی مقالہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے یوں تصریح فرماتے ہیں۔ "میری ولادت ننھیال کے ہاں پشاور میں ہوئی۔"[۱] ان دونوں اقوال میں ترجیح دوسرے قول کی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی پیدائش پشاور میں ہوئی ہو گی کیونکہ اُن دنوں رواج کے مطابق پہلی اولاد ننھیال میں ہوا کرتی تھی، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماں باپ کے ہاں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا اس کے بعد ان کے باقی بہن بھائی پیدا ہوئے جس کی تفصیل آگے آئے گی، آپ کے باقی بہن بھائی احمد نگر ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے حفیظ تائب کا نام بھی پشاور میں آپ کی والدہ کے استاد نے تجویز کیا تھا جو کہ سب نے بصد شکر قبول کیا، حفیظ تائب جیسی نادر شخصیات کا وجود قیمتی اثاثہ ہے۔

آباء واجداد:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن ضلع گوجرانوالہ کا مشہور قصبہ احمد نگر تھا جہاں پر اُن کے دادا کی کچھ زمینیں تھیں، اُن کے والد حاجی چراغ دین ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء کو احمد نگر میں پیدا ہوئے حاجی چراغ دین منہاس سہروردی قادری سینئر ورینکلر ٹیچر ہونے کے ساتھ ساتھ مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

۶۰ سال تک اہل علاقہ کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم سے آراستہ کیا، ایک انٹرویو میں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں:

> "احمد نگر اور گردونواح میں دینی جلسوں اور محفل نعت کے ساتھ ساتھ اپنے گھر میں بڑی گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے تھے، والد صاحب شعر و ادب کا ذوق بھی رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے ۱۹۴۷ء میں پہلے حج کے بعد سفر نامہ "تحفۃ الحرمین" لکھا جو اِسی سال چھپ گیا بعد میں انھوں نے تصوف کے اشغال پر رسالہ "چراغ معرفت" اور خود نوشت "چراغ حیات" لکھی جو تاحال غیر مطلوبہ ہے اباجی قبلہ کا نام چراغ دین اور داداجی کا نام حیات محمد تھا، اس لحاظ سے کتاب "چراغ حیات" کا نام دوہری معنویت رکھتا ہے۔"[۲]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی شادی ۱۹۲۴ء میں ہوئی آپ کی والدہ ایک دین دار اور نیک خاتون تھیں اور گھر میں بچیوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھیں۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی نعت کی سامعہ بھی اُن کی والدہ محترمہ تھیں جن میں سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، ان کی وفات ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء کو ہوئی، ان کی وفات کے دس سال بعد حاجی چراغ دین نے دوسرا نکاح ۱۹۶۱ء میں کیا جن میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی، حاجی چراغ دین ۲۳ نومبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۷ رمضان المبارک کو ۹۷ سال کی عمر میں راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ معروف محقق نعت راجا رشید محمود اپنے مضمون بعنوان "راہ نور و نیاز" میں لکھتے ہیں:

> "حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار ایک عالم با عمل ہیں اور سلسلہ قادریہ میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے سلسے میں بیعت ہیں۔ مشفق اور مہربان باپ ہیں اُن کی شخصیت کی دین داری، سادگی اور انکساری متاثر کن ہے۔ جس کی جھلک حفیظ تائب صاحب کے ہاں بھی نظر آتی ہے۔"[۳]

---

[۱] رضیہ مجید، حفیظ تائب شخصیت و فن، شعبہ اردو، اورنٹیل کالج لاہور، تحقیقی مقالہ ایم۔ اے (۱۹۹۵ء۔۱۹۹۷ء)، ص:۶

[۲] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، ص:۰۸

[۳] راجا رشید محمود، راہ نور و نیاز، مشمولہ ماہنامہ برقاب لاہور، نومبر ۱۹۷۶ء، ص:۱۴

حفیظ تائب کے بھائی، بہن:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی جن کا نام عبد المجید منہاس ہے جن کی تاریخ پیدائش ۳ فروری ۱۹۳۶ء ہے۔ علم و ادب، نعت و سیاست کے علاوہ کاروبار سے منسلک رہے کچھ عرصہ علامہ اقبال ٹاون میں کونسلر کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اب حفیظ فاونڈیشن کے روحِ رواں اور چیئر مین ہیں، بڑے بھائی سے اس قدر محبت اور لگاؤ تھا کہ انھیں اپنا روحانی مرشد مانتے تھے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کو زندہ رکھنے میں اُن کا بڑا کردار ہے، کتابوں کی اشاعت کے علاوہ ان کی یاد میں سالانہ نعت کانونشن کا انعقاد بھی کرواتے ہیں، چھوٹی بہن کا نام ثریا جبیں تھا جن کی پیدائش ۱۲ فروری ۱۹۴۶ءاور وفات ۱۹۹۹ء میں ہوئی، سوتیلی والدہ میں سے ایک بہن مزمل ریحانہ ہیں، جو اپنے آبائی گاوں احمد نگر میں مقیم ہیں ان کی شادی تایازاد بھائی سے ہوئی۔

تعلیمی تفصیلات:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں احمد نگر سکھیکی، دلاور چیمہ (ضلع گوجرانوالہ) سے کیا جہاں پر ان کے والد بزرگوار ٹیچر اور ہیڈ ماسٹر تھے۔ ۱۹۴۵ء میں پرائمری اور مڈل احمد نگر سے کیا، میٹرک کا امتحان زمیندار ہائی سکول گجرات سے ۱۹۴۶ء۔۱۹۴۷ء میں پاس کیا۔

> "دو سال (۱۹۴۹ء۔۱۹۴۸ء) زمیندار کالج گجرات میں ایف ایس سی (نان میڈیکل) کے طالب کے طور پر زیر تعلیم رہے لیکن سائنس کی تعلیم میں طبیعت نہ لگی چنانچہ لائن بدل کر فاضل اُردو، ایف اے، بی اے، اور ایم اے پنجابی تک سب امتحان پرائیویٹ حیثیت میں بالترتیب ۱۹۶۴ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۴ء پاس کیے۔"[۱]

ملازمت کا دورانیہ:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کالج چھوڑتے ہی محکمہ برقیات پنجاب لاہور کے ایک دفتر میں ملازمت کرنے لگے جس کا دورانیہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۹ء تا ۵ فروری ۱۹۷۹ء تک کا ہے لیکن اپنی تیس سالہ ملازمت میں صرف ہیڈ کلرک تک جا سکے۔ اس دوران ۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۹ء پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور کے شعبہ پنجابی میں جزوی طور پر لیکچرار رہے، ۱۹۷۹ء تا ۱۹۹۰ء تک ریگولر لیکچرار کے فرائض انجام دیے۔ اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں:

> "پنجاب یونیورسٹی میں اسٹنٹ پروفیسر ہونے کے بعد ۶۰ سال عمر پانے پر ۱۳ فروری ۱۹۹۱ء کو ریٹائر ہو گیا لیکن جز وقتی استاد کی حیثیت سے ملازمت جاری رہی جو آخر کنٹریکٹ میں تبدیل ہو گئی یہ کنٹریکٹ ۳۱ جولائی ۲۰۰۳ء تک جاری رہا۔ اپنی شدید علالت کے باعث اس میں توسیع نہ کرا سکا۔"[۲]

---

[۱] محمد، نعمان تائب، کائنات حفیظ تائب، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۷ء)، ص:۵۴

[۲] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، ص:۰۹

پنجاب یونیورسٹی ایک بڑی درسگاہ ہے جو کئی سالوں سے ان گنت موتی پیدا کر رہی ہے، حفیظ تائب کی شخصیت کو چار چاند لگانے میں اس کا بڑا کردار ہے آپ نے نہ صرف درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا بلکہ وہاں کے ادبی ماحول میں تحقیق و تنقید پر گراں قدر کام کیا، بشیر منذر اپنے "مضمون اللہ لوک" میں لکھتے ہیں:

"محکمانہ امتحان پاس نہ کرنے کی وجہ سے وہ سپریڈنٹ نہ بن سکا، یہ محکمانہ امتحان بھی عجیب ستم ظریفی ہے کہ اس کی بدولت اس کے کئی ماتحت اس کے افسر رہ چکے ہیں۔"[۱]

شادی اور اولاد:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ۱۹۵۰ء میں جنجوعہ راجپوت خاندان کی لڑکی رضیہ خانم دختر حسن محمد سے ہوئی، آپ کے ابتدائی حالات بہت کمزور تھے ملازمت کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی کام کرنے پڑتے تھے، لیکن آپ کی زوجہ نہایت شفیق اور مہربان خاتون تھی انھوں نے کبھی آپ کو بے جا تکلیف نہیں دی۔

رضیہ خانم کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹیوں سے نوازہ، سب سے بڑی بیٹی ولادت کے فوراً بعد فوت ہو گئی اور سب سے چھوٹی بیٹی ۱۸ سال کی عمر میں برین ٹیومر سے وفات پا گئی، پانچ بیٹیوں کی اچھی تعلیم و تربیت کی اور اُن کی شادیوں کے فرائض سے سبکدوش ہوئے، حفیظ تائب اپنی اہلیہ کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

"کبھی کسی فرمائش کا بے جا بوجھ نہیں ڈالا، اُن کی ذمہ دار طبیعت نے مجھے گھریلو معاملات میں نہ الجھایا، بچیوں کی شادیوں کے معاملات بھی وہ میرے بھائی بہنوں کی مدد سے خود ہی نبھاتی رہیں، میرے والد محترم بھی اپنی بہو پر ناز کرتے رہے کہ اُن کی خدمت اور گھریلو ذمہ داریوں کو بطریق احسن انجام دیتی رہیں وہ اُن کا ذکر بڑے فخر اور انبساط سے کرتے تھے۔"[۲]

اکتوبر ۲۰۰۴ء کو حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۴ ماہ دس دن بعد آپ کی اہلیہ رضیہ خانم جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں آپ کے اہل خانہ نے انھیں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں کریم بلاک علامہ اقبال ٹاؤن میں دفن کیا۔

شاعری کا آغاز:

کتنا بڑا کرم ہے کہ تائب سا بے ہنر
توصیفِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چُن لیا گیا[۳]

شاعر بنانے سے نہیں بنتا بلکہ اُن کا خمیر ہی مدحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا جاتا ہے، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ بھی انھی لوگوں میں شامل ہیں، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا باقاعدہ آغاز ۱۹۴۸ء میں کالج جانے پر ہوا مگر آپ بچپن ہی سے نعت کی طرف

---

[۱] بشیر منذر، تحریریں، نعت نمبر ۱۶، ماہنامہ لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء، ص:۲۲

[۲] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، ص:۱۱

[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۵۵

راغب تھے اور یہ رغبت گھر اور ماحول کی وجہ سے تھی بچپن میں ایک مرتبہ آپ کے والد نے آپ سے کہا آج جمعہ کا خطبہ ذرا طویل ہے تو آج آپ نعت نہ پڑھیں۔ حفیظ تائب جب گھر لوٹے تو چہرہ لٹکا ہوا تھا والدہ نے پوچھا حفیظ آج تم نے نعت نہیں پڑھی آپ نے کہا نہیں۔ اتنے میں آپ کے والد آ گئے والدہ نے پوچھا آج حفیظ نے نعت کیوں نہیں پڑھی تو انھوں نے کہا اس نے شکایت لگا دی تو والدہ کہنے لگیں نہیں جب یہ نعت نہیں پڑھتا تو اس کا چہرہ اترا ہوا ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ پہلی سامع تھی وہ اکثر آپ سے نعت سنتیں، گھر کے ماحول نے کم سنی میں ہی آپ کو نعت کہنے پر آمادہ کر دیا سولہ سال کی عمر میں پہلی نعت لکھی جو کہ اردو زبان میں تھی یہ نعت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قطعے کی زمین میں لکھی گئی جس کا مصرع ہے:

"تیرا جوہر ہے نوری، پاک ہے تو"

اس میں انھوں نے قافیہ بدلنے کا التزام کیا، اس نعت کے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں:

خدا کا اولین اعجاز ہے تو   ہر اک انجام کا آغاز ہے تو

نہیں عقل وخرد کو دخل جس میں   وہ سر بستہ جہاں راز ہے تو

نظام دہر تیرے دم سے قائم   رگِ فطرت کا سوز و ساز ہے تو[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پہلی نعت ہے جو ۱۹۴۹ء کو رسالہ "مسلمہ" میں شائع ہوئی اور بعد میں یہی نعت کچھ تبدیلی کے بعد اُن کے آخری اُردو مجموعہ کوثریہ میں شامل کی گئی، اس کے ساتھ ہی پنجابی میں نعت لکھنے کا آغاز کیا آپ کی پہلی نعت ۱۹۴۷ء میں تخلیق کی گئی جس کا مطلع کچھ اس طرح سے ہے۔

روضے دی جالی دِسدی اے یاں گنبد خضرا دِسدا اے

اسیں جِدھر نظراں چکنے آں بس شہر مدینہ دِسدا اے[۲]

یہ نعت بعد میں اُن کے پہلے پنجابی مجموعے "سک متراں دی" میں شامل کی گئی، یوں نعت کا آغاز ہوا اور بعد میں کئی ایک کتابیں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے شائع ہوئیں، حفیظ تائب نے نعت کو نیا موڑ دیا اس اسلوب نے نا صرف اپنے حلقہ احباب بلکہ آنے والے دور کو نعت آشنا کر دیا۔

اصلاحِ سخن:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا شاعری میں باضابطہ طور پر کوئی استاد نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے دوستوں اور ہم عصروں کی صحبت سے خوب فیض حاصل کیا، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور حالی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے مگر شاعری میں مولانا ظفر علی خاں کو اپنا آئیڈیل مانتے تھے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ زمیندار اخبار کے دفتر کے سامنے سے گزرتے ہوئے انھیں دیکھا کرتے تھے لیکن کبھی

[۱] محمد نعمان تائب، کائنات حفیظ تائب، ص:۱۶۳

[۲] محمد نعمان، کائنات حفیظ تائب، ص:۵۱۲

ملاقات نہیں کر سکے، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنا نعتیہ کلام دوستوں کو اصلاح کے لیے بھیجا کرتے تھے اور پھر ایسا بھی نہیں ہوتا تھا کہ جو وہ کہتے اس پر عمل بھی کرتے۔ شاعری کی اصلاح کے بارے میں ایک مقالہ نگار کو انٹرویو میں بتایا جس کو وہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

”حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری میں کسی سے باقاعدہ اصلاح نہیں لی۔ پرانے دور میں جس طرح استاد اور شاگرد کا سلسلہ ہوا کرتا تھا اس طرح انھوں نے شاعری میں اپنا کوئی خاص استاد نہیں بنایا لیکن وہ اپنے اشعار اپنے دوستوں کو سناتے جن میں خاص طور پر بشیر منذر شامل ہیں، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشوروں کو اہمیت بھی دیتے تھے۔ اپنے ہم عصر شعراء مثلاً احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، عبدالعزیز خالد اور خالد احمد کا بھی حفیظ تائبؒ نے اپنی گفتگو میں ذکر کیا۔“[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نعت کے تمام فکری اور فنی پہلوؤں سے آشنا تھے۔ وہ خود ایک تنقید نگار تھے۔ زبان اور بیان پر مکمل دسترس رکھتے تھے اور خود اپنی نعت کے اشعار کی اچھی اصلاح کرتے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ کوئی اگر اصلاح کرے تو باقاعدہ اس کی تائید کرتے اور دیگر شعراء سے اصلاح بھی لیا کرتے تھے۔ آپ کے قریبی دوستوں میں حافظ افضل فقیر، پیر فضل گجراتی، حافظ لدھیانوی جیسی قد آور شخصیات کو اپنی زندگی کی خوش قسمتی تصور کرتے تھے، بقول حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ:

”توفیق خداوندی اور توجہاتِ مصطفوی ﷺ ہی سے شاعر کو نادر مضامین کی تلاش اچھوتے پیرائے کا انتخاب اور مسلسل غور و فکر کی لگن عطا ہوتی ہے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں انتہا درجے کی عاجزی و انکساری تھی وہ ہر عطا کو عطاء رب العالمین سمجھتے تھے۔“[۲]

حفیظ تائب کے شاگرد:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زمانے کو متاثر کیا اور بہت سی اہم شخصیات ہیں جنھوں نے ان سے فیض حاصل کیا، نعت کی خدمت کے ساتھ ساتھ دیگر محاذوں پر بھی دین کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں اُن میں سے چند اہم نام درج ذیل ہیں:

خالد محمود خالد (کراچی) نور محمد جرال (ریاض) حنیف نازش قادری (لاہور) نعمان زاہد (سیالکوٹ) عبد اللہ خاقان (گجرات) حافظ طارق بشیر (سیالکوٹ) سرور حسین نقشبندی، حافظ سہیل نظر، ارشد نقشبندی، اختر حسین نقشبندی، مرغوب ہمدانی، سید سلمان کونین، زیبب مسعود، محمد شہباز قادری، محمد جمیل نقشبندی، شہزاد مدنی، محمد حسین نقشبندی، عبدالوحید چشتی، شہزاد ناگی، یاسر محمود مدنی، اویس رضا قادری، جمشید اعظم چشتی، محمد مہتاب حسین، تصدق رسول، بشیر حسین ناظم، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔

---

[۱] رضیہ مجید، حفیظ تائب شخصیت و فن، ص: ۳۱

[۲] بشیر منذر، تحریریں، ص:۲۲

تحقیق و تنقید، ترجمہ و تدوین:

نعتیہ کلام کے اُردو اور پنجابی میدان میں خوبصورت فنی اِضافوں کے ساتھ ساتھ حفیظ تائب ؒ کی تحقیق و تنقید اور ترجمہ و تدوین کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات ہیں۔ تحقیق و تدوین اور تنقید پر وہ کام تدریسی میدان میں آنے سے پہلے سے کر رہے تھے مگر باقاعدہ طور پر استاد کی حیثیت سے کئی کام انجام دیئے، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"۶۰ کے ارد گرد "عالم گیر" رسالے میں مختلف زبانوں کے افسانوں کے تراجم چھپتے تھے اور پنجابی زبان کے افسانوں کے تراجم میں کرتا تھا۔"[۱]

بہت سی کتب پر مقدمہ لکھا، تنقیدی نوٹ تحریر کیے، کتب کی تحقیق و تدوین کی اور تراجم جیسے اہم امور سر انجام دیئے۔ جن میں پُن چھان، قطبی تارا پنجابی نعت، نکی نکی پھوہر، میزاب، گل چیدہ، پیمان شب، نقوش، دیں ہمہ اوست، کتابیاتِ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بہار نعت، پنجابی دا قطبی تارا، قصیدہ بردہ شریف تے ترجمہ سید وارث شاہ، کل پونجی، اور ارتباط وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں کئی ایک کتابوں پر ترتیب و تقدیم کے ساتھ ساتھ تنقید بھی کی ہے، اس کے علاوہ اعزازی کُتب، رسائل و مقالات بھی حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے لکھے گئے۔[۲]

بیرونِ ملک سفر:

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدینہ طیبہ سے دوری برداشت کرنا بڑا کٹھن مرحلہ ہے، ایسے شخص کی کیفیت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہوتا ہے، اس سے ملتی جلتی کیفیت حفیظ تائب ؒ کی تھی جن کا خمیر ہی مدینہ طیبہ کے گرد طواف کرتا تھا بچپن سے دل میں مدینہ طیبہ کی حسرت لیے نہ جانے کتنے ماہ و سال گزر گئے، جس کا اندازہ اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے۔

یوں دور ہوں تائب میں حریم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے
صحرا میں ہو جس طرحِ کوئی شاخِ بریدہ[۳]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں بچپن ہی سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لگن اور جستجو ٹھاٹھیں مارتی رہی بالآخر یہ تمنا نومبر ۱۹۷۶ء میں پوری ہوئی آپ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ہر لمحہ دل حاضری کے لیے بے قرار رہتا تھا، اس کے بعد دس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں: "حاضریوں کی سعادتیں ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۱ء میں ہوئی ان اسفار میں جدہ کے دوستوں نے میرے ساتھ کئی تقریبات کا اہتمام کیا، مدینہ منورہ میں بھی کئی محافل نعت میں شرکت نصیب ہوئی، وادی حدیبیہ اور مقامِ بدر کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہوئی، مئی ۱۹۸۹ء میں ابو ظہبی گیا جہاں پاکستان سنٹر ابو ظہبی میں محفلِ حمد و نعت کی صدارت میرے سپرد تھی اس تقریب کے علاوہ مقابلہ حسن و قراءت کی تقریب اور کئی گھریلو

---

[۱] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، ص:۱۴

[۲] محمد نعمان تائب، کوائف، (لاہور مارچ ۲۰۱۴ء)، ص:۱۲-۱۳

[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ (لاہور: القمر انٹرپرائزز غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، مئی ۲۰۰۴ء)، ص:۴۶

تقریبات میں بھی مجھ سے جی بھر کر نعتیں سنی گئیں۔ ''[۱] حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اکتوبر ۱۹۸۹ء میں دہلی (بھارت) گئے، جہاں پر عالمی کانفرنس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کی اور اس کے بعد مظفر وارثی کے ساتھ سہارنپور تشریف لے گئے، اس کے علاوہ امریکہ کینڈا، نیویارک، مانٹریال، کنگسٹن، کولمبس، اوہایو، شکاگو، عرب امارات، کویت وغیرہ کے مشاعروں میں بھی شرکت کی، غرض آپ کا کلام دنیا بھر میں مقبول ہوا، اور اس حوالے سے کئی ایک عالمی ایورڈ اور اعزازت سے نوازہ گیا۔

بیماری اور وفات:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کافی عرصہ تک ذیابطیس کے مریض رہے، یہ ایسا مرض ہے جو انسان کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے اور اعصاب کو متاثر کرتا ہے مگر یہاں پر معاملہ اُلٹ تھا ان کا توکل علی اللہ اتنا مضبوط تھا کہ ایسی آزمائش کوئی معنی نہیں رکھتی تھی حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کو ۷۵ برس کی عمر میں اسٹیٹ گلینڈ کے کینسر میں مبتلا ہو گئے جس کا مقابلہ سترہ برس تک انتہائی بہادری سے کیا، علاج کے لیے بیرونِ ملک بھی سفر کیے۔

احمد ندیم قاسمی اپنے مضمون ''اندر باہر سے حسین و جمیل شخص'' میں لکھتے ہیں ''مجھے دکھ ہے اس چیز کا کہ خوبصورت انسان الف سے لے کر ی تک بدصورت مرض میں مبتلا ہے، یہ بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو آزمائشوں میں سے گزارتا ہے اور حفیظ تائب درویش صفت مریض ہے کہ اس آزمائش میں بھی پورا اترتا جا رہا ہے، مجال ہے کہ ایک حرف بھی شکایت کا اس کی زبان پر آئے۔ ''[۲]

زندگی کے آخری ایام عبدالمجید منہاس کے گھر پر گزارے جہاں پر بہت اطمینان محسوس کرتے تھے بالآخر ۱۹۳۱ء کو طلوع ہونے والا یہ ماہتاب، عہد ساز نعت گو شاعر ۱۳ جون ۲۰۰۴ء کو بمطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ بروز اتوار رات ۱۲ بج کر ۲۵ منٹ پر ۷۳ برس اور ۴ ماہ کی عمر میں جہانِ فانی سے رخصت ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

آپ کا نمازِ جنازہ حضرت حافظ میاں محمد ابو بکر صاحب نے پڑھایا یہ آستانہ عالیہ شرق پور شریف کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کی قبر کریم بلاک علامہ اقبال ٹاون لاہور میں ہے، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کندہ یہ الفاظ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اُن کا ختمی مرتبت شفاعتِ محشر پر مضبوط عقیدہ تھا اور یہی عقیدہ انھیں عالمِ برزخ اور عالمِ محشر میں سرخرو کرے گا۔ ان شاء اللہ

قبر میری بحقِ ختمِ رُسل صلی اللہ علیہ وسلم — ہو فراخ و معنبر و پُر نور
سائبان کرم ہو سر پہ میرے — سر میدانِ حشر یوم نُشور
آخرت کے سبھی مراحل میں — میرے نزدیک تر ہوں میرے حضور[۳]

[۱] کاروان نعت، کتابی سلسلہ، ص:۱۰

[۲] قاسمی، احمد ندیم، تحریریں، مشمولہ ماہنامہ نعت نمبر ۱۶، لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء، ص:۱۹

[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۱۳۹

خلاصۂ کلام:

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نعت کے حوالے سے دو بڑے نام ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد نعت کو نیا رنگ و آہنگ اور جدت سے آشنائی اور نئے پیرائے میں تبدیل کرنے والے، دنیا ادب میں مانے جانے اور پہچانے جانے والے یہ دو نام افق پر ہمیشہ جگمگاتے رہے گئے۔ یہ وہ شخصیات ہیں جنھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مداح سرائی کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ان کی وجہ شہرت نعت گوئی اور نعت مبارکہ کو دورِ جدید کے مطابق نئے موضوعات و مضامین سے متعارف کروانے والی اہم شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔ پہلے باب کی پہلی فصل میں ان دونوں بزرگوں کی ولادت، نام، تعلیم، شاعری کا آغاز، استاد، شاگرد، شادی، اولاد، ملازمت، نعت کی ترویج کے لیے کیے گئے کچھ اہم امور، پھر بیماری اور موت کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل دوم

علمی آثار کا تعارف

فصل دوم

علمی آثار کا تعارف

مبحث اول: حافظ مظہر الدین کے علمی آثار کا مختصر اور جامع تعارف

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ عالمِ دین، شاعر، مصنف، چشتیہ سلسلہ کی خلافت کے پاسبان اور ایک بہترین استاد تھے انھوں نے اپنے بعد درج ذیل دس تصانیف بطور علمی آثار چھوڑیں۔

۱- خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم (نثر)

۲- نور و نار (غزل و نظم)

۳- شمشیر و سناں (ملی نغمے)

۴- حرب و ضرب (قومی نظمیں)

۵- تجلیات (نعتیہ مجموعہ کلام)

۶- جلوہ گاہ (نعتیہ مجموعہ کلام)

۷- باب جبریل (نعتیہ مجموعہ کلام)

۸- میزاب (نعتیہ مجموعہ کلام)

۹- نشان راہ (کالم)

۱۰- وادی نیل (جرجی زیدان کے ناول کا ترجمہ)

۱-"خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی تحریر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو انھوں نے تیئس (۲۳) برس کی عمر میں تحریر کی حافظ صاحب نہ صرف شاعر تھے بلکہ عالم دین بھی تھے، حافظ صاحب کو زمانے میں حسان العصر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جب کہ وہ فقیہ العصر بھی تھے حافظ صاحب کی آنکھ ایسے مذہبی گھرانے میں کھلی جہاں پر آپ کے والد صاحب مستند عالمِ دین، شہباز چشت اور فاتح قادیان کہلاتے تھے:

"ان القاب کا پس منظر حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے فرزند، عزیزی اویس مظہر نے یہ بتایا کہ مشہور ناول نگار نسیم حجازی جو حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھی تھے اور بہنوئی بھی ان کی پھوپھی

بیگم کا نکاح ایک قادیانی سے ہو گیا جو مرزا غلام احمد کا عزیز تھا یا قریبی تعلق رکھتا تھا مولانا نواب الدین نے نکاح فسخ کرا دیا اور کہا یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا اور کاغذ پھاڑ دیا اس پر مقدمہ چلا جو سات سال جاری رہا اس مقدمے میں مولانا نواب الدین نے مرزا غلام احمد کو کافر ثابت کیا۔"(۱)

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۸ء تک فتنہ قادیان پھیلا ہوا تھا مسلمان قوم بڑے غم و غصہ کی حالت میں تھی۔ علماء کرام میں سے خصوصی طور پر آپ کے والد عالم نواب الدین نے ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۰ء میں گرداس پور میں باقاعدہ اُن سے مناظرہ کیا جس کی وجہ سے ادبی اور مذہبی حلقوں میں فاتح قادیان کے لقب سے مشہور ہوئے ایسے مذہبی گھرانے میں جو صاحبِ طریقت سے فیض یافتہ تھے۔

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں حافظ صاحب کی ولادت ہوئی۔ حافظ صاحب کے علمی تبحر کا اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ ۲۳ سال کی عمر میں یہ رسالہ خاتم المرسلین ﷺ لکھا۔ اس رسالے میں پانچ نکات ایسے بیان کیے ہیں جو رد قادیانیت میں بہت مضبوط ہیں۔ اسم محمد ﷺ قرآن پاک میں چار مرتبہ آیا اور وہ کیوں آیا اس کی وضاحت آیاتِ قرآنی سے بڑے دقیق انداز میں کی، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اس خصوصیت سے بہت کم لوگ آشنا ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگ مامور من اللہ ہوتے ہیں۔

۲- "نور و نار"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا مجموعہ کلام نور و نار ۱۹۴۶ء میں تحریر ہوا۔ اس کا پیش لفظ مولانا مرتضیٰ احمد خاں (میکش) نے تحریر کیا۔ اس مجموعہ میں اردو اور فارسی کلام شامل ہے۔ اس میں زیادہ تر غزلیں کچھ نظمیں، ابیات، قطعات، اور تفرقات بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دو مثنویاں بھی تحریر کی گئی ہیں اس مجموعہ میں ۳۳ اردو اور ۶ فارسی غزلیات شامل ہیں، ان کے علاوہ ۵ اردو اور ۴ فارسی نظمیں بھی ہیں جو تاریخی اہمیت کی حامل ہیں چند ایک ابیات بھی مجموعہ کا حصہ ہیں اس کتاب کی ایک نعت اور ایک منقبت کو حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے آخری کلام میزاب میں چھاپ دیا گیا ہے یہ مجموعہ کلام ۱۹۴۶ء میں اپنے تمام تخلیقی مراحل سے گزر کر چھاپنے کے مراحل پر تھا کہ اچانک والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور بعد میں قیام پاکستان کے مسائل شروع ہو گئے یہ کتاب مولانا میکش کے دفتر میں بطور امانتاً محفوظ رہی آخر کار ۶۰ سال کے بعد ۲۳ مئی ۲۰۰۷ء کو نذر صابری اور اویس مظہر کی بدولت منظر عام پر آئی یقیناً اس میں بھی کوئی راز پوشیدہ ہو گا، اس کتاب کا دیباچہ "سخن تازہ" کے عنوان سے نذر صابری صاحب نے کیا، غزلوں کے اس مجموعہ میں پہلا کلام پیر غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیاد حضرت حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوا جو کے پیش نظر ہے:

مظہر الدین نعت گوئے نامور، محرم رمز سخن صاحب نظر
دیدمش در یاد احمد ﷺ نعرہ زن، ہم بہ تنہائی و ہم در انجمن(۲)

(۱) قمر رعینی، پنڈی اسلام آباد کے نعت گو شعراء، حافظ مظہر الدین مظہر، ص: ۲۳

(۲) نصیر، پیر سید نصیر الدین، قلم رو نعت کا شہنشاہ حافظ مظہر الدین، مشمولہ روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی، ۲ جولائی ۱۹۸۱ء

اس مجموعہ نور ونار میں حافظ مظہر الدین معاشرے کی بکھرتی ہوئی اقدار واخلاقیات کو ذمہ داری سے منظر عام پر لائے ہیں:

”حافظ مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے غزل کے مجموعے نور و نار کا یہی حوالہ ہے، گہرائی میں سماجی رویوں میں پوشیدہ شاعر کا اپنا ذاتی وجود ہے جو کبھی کبھی نظارہ دکھاتا ہے حالانکہ اس کو مکمل طورپر معنی ظاہر نہ ہونے کی شاعر کی کوشش بھی صاف نظر آتی ہے“[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ایک قادر الکلام شاعر تھے اُن کے کلام میں جو فکر اور تخیل ہے اس کی پختگی اور اثر آفرینی نمایاں ہے، غزل میں شائستہ اسلوب کے مالک ہیں یہاں تک کہ ابہام اور ایہام سخن کو بھی داغدار نہیں ہونے دیا:

سناوں انجمن میں جس کو مظہر میں غزل اپنی
وہی مجھ کو جہانِ شاعری پر حکمراں سمجھے[۲]

حافظ صاحب کو اپنی شاعری پر پختہ یقین تھا اور خدا سے عشق وایمان کا گہرا تعلق بھی اُن کے اشعار میں نمایاں ہے، ذات باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے ہر اہل ایمان اس یقین کی پختگی کے ساتھ منسلک ہے۔ حافظ صاحب اسے کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

میرے مٹنے کا کیوں اس عالمِ فانی میں چرچا ہے
سبھی مٹنے کو ہیں اک دن رہے گی ذات ہو باقی[۳]

نور ونار کے پیش لفظ میں مولانا مرتضیٰ میکش رقمطراز ہیں:

”مظہر صاحب کے بعض اشعار اثر آفرینی میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ انھیں اردو شاعری کے منتخب نشتروں میں شمار وشامل کیا جائے گا۔“[۴]

ایفا نہ کرد وعدہ دیدار صد دریغ
چشمِ چوں اختراں ہمہ شب انتظار کرد[۵]

۳۔”شمشیر وسناں“

اس مجموعہ کا عنوان بتارہا ہے کہ امتِ مسلمہ جو طاؤس ورباب کی لذتوں میں محو ہوچکی ہے وہ اپنی نئی منزل کی تلاش، شمشیر وسناں کو تھام کر اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ بقول حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ:

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، ص:۳۹

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، نور ونار، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۴۷

[۳] ایضاً، ص:۱۴۸

[۴] ایضاً، ص:۱۱۹

[۵] ایضاً، ص:۲۱۴

فضائے چار سو، ظلمت بد اماں ہے جہاں میں ہوں
معاذ اللہ، کیا وحشت کا ساماں ہے جہاں میں ہوں[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہندستان کی حالت کو اس شعر میں یوں ڈھالا ہے:

یہ ہند کے عبرت زا ر منظر، یہ دیوار و در میرے ہیں
برباد مساجد میری ہیں، ٹوٹے ہوئے منبر میرے ہیں[۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان کے دوران بہت قریب سے اپنے دیس کو اجڑتے، بکھرتے اور ٹوٹتے ہوئے دیکھا۔ اپنے لوگوں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھ کر درج ذیل میں جو شعر ہے وہ ان کے استاد علامہ سیماب اکبر آبادی کا ہے اس شعر میں وہ ان حالات کی منظر کشی کر رہے ہیں، جذبہ جہاد کے لیے مسلمانوں کو بیدار کرتے ہیں اور اپنی تلواروں سے اپنی قوم وملت کی پاسبانی کرنے کا درس دیتے ہیں۔

سب جمع ہوں مسجد کے مناروں سے اذاں دو
ہے وقت عمل قوم کو "شمشیر و سناں" دو[۳]

"شمشیر وسناں" حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ملی نغموں کا مجموعہ ہے۔ یہ مختصر مگر جامع کتاب ۵۰ نظموں پر مشتمل ہے جو ۱۹۵۰ء میں منظر عام پر آئی۔ حافظ صاحب کی اس کتاب کا دیباچہ حفیظ جالندھری نے تحریر کیا۔ حافظ صاحب نے کتاب کا انتساب مردِ مجاہد کے نام لکھا ہے، نظموں کے عنوان سے مصنف کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ قیام پاکستان کے دوران مسلمانوں پر ٹوٹتے ہوئے مظالم اور ان کے دفاع کے لیے مجاہدین کا کردار پیش کیا ہے۔ قوم کو ان نظموں کے ذریعے جہاد اور اسلام کی اصل روح سے متعارف کروایا حافظ صاحب نے اُمتِ مسلمہ کو رباب و طاؤس کی بجائے شمشیر وسناں کی طرف راغب کیا اس مجموعہ میں موجود نظمیں اذان، یلغار، مجاہد کی عید، ضربِ غازیانہ، عقدہ کشمیر، بڑھتے چلو، میرے وطن، اے غازی، خون کی حولی، مہاجر وغیرہ کا عنوان ہمیں حق کی پہچان بتاتا ہے اور کفر کے اندھیروں سے نکالتا ہے، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کا آغاز دعا سے کیا ہے:

الٰہی، اُمت مرحوم کو جذبات حیدرؓ دے
جو چمکیں ہند کے میدان میں، وہ تیغ و خنجر دے[۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر وسناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۲۸۶

[۲] ایضاً، ص: ۲۶۷

[۳] ایضاً، ص:۲۱۷

[۴] ایضاً، ص:۲۲۸

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم اور بربریت سے دل برداشتہ ہو کر کچھ اشعار رقم کیے:

خبر کرو کسی جانباز مردِ غازی کو
بجا رہے ہیں مساجد میں برہمن ناقوس[1]

اِن اشعار میں حافظ صاحب نے اُن غازیوں سے خطاب کیا ہے جو میدانِ بدر، اُحد کے غازی تھے ان عظیم غازیوں کی آج پھر ضرورت ہے آج پھر مساجد میں برہمن کا قبضہ ہے، ناقوس بج رہے ہیں:

کفر کی آگ میں جلتی ہوئی روحوں کا سلام
شرک کی تیغ سے کٹتے ہوئے جسموں کو نیاز[2]

حافظ صاحب کی اس نظم میں مجاہدوں کو یلغار یعنی کفار پر ٹوٹ پڑو کا پیغام دیتی ہے جب ہند کی مسجدوں میں سومنات کے بت رکھے گئے تو علماء دین اور تحریک پاکستان کے لیڈروں نے مسلمانوں کو جہاد کے لیے اُبھارا اور خوابِ غفلت سے بیدار کیا:

ظفر کی راہ جو اہل قفس سے پوچھو گئے
تو یہ جواب ملے گا کہ غازیو یلغار[3]

"نوائے جبرئیل" کے عنوان سے ایک ایسی پُر تاثیر اور اثر افریں نظم تحریر کی جس نے نوجوانوں میں کمال تحریک پیدا کی:

نرغہ کفر میں ہے ملتِ بیضا محصور | فوج در فوج نکل آؤ جوانانِ غیور
تین سو تیرہ کی تقلید کا وقت آ پہنچا | اپنی کثرت پہ ہے پھر لشکرِ اعدا مغرور[4]

۴۔ "حرب وضرب"

شمشیر وسناں کی طرح حرب و ضرب کے موضوعات کا پس منظر بھی قیام پاکستان ہے یہ مجموعہ کلام ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو منظر عام پر آیا۔ اس میں مختلف موضوعات پر ۶۲ نظمیں تحریر کی گئی ہیں، اس کتاب کا انتساب حافظ صاحب نے خورشید انور کے نام کیا ہے، خورشید انور مرحوم ایک اسلامی قافلے کے سربراہ، دلیر سپاہی اور بہترین سیاست دان تھے، حرب وضرب کا پیش لفظ نسیم حجازی نے تحریر کیا ہے اور اس کا ابتدائیہ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے جس میں انھوں نے کتاب سے متعلق نظموں کا تعارف کروایا ہے اس میں ایک نظم حضرت امام حسینؑ کے نام پر لکھی ہے جس کا موضوع واقعہ کربلا ہے اور اُس میں حضرت امام حسینؓ کا کردار پیش کیا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اُن کی پیروی کریں پھر جا کر اپنے ملک اور کشمیر کو آزاد کروا سکتے

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر وسناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۲۳۳

[2] ایضاً، ص:۲۳۵

[3] ایضاً، ص:۲۴۶

[4] ایضاً، ص:۲۵۳

ہیں، حافظ صاحب نے کشمیر کے لیے جو جذبات پیش کیے ہیں۔ اس کی مثال نہیں ملتی اُن کی قومی و ملی نظمیں بدر و حنین کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ کلیات مظہر میں ڈاکٹر انور احمد ضیاء اپنے مضمون میں حفیظ جالندھری، حافظ مظہر الدّین رحمۃ اللہ علیہ کی ملی شاعری کے لیے رقمطراز ہیں کہ:

"مظہر اس راستے پر گامزن ہے جو مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے شعراء ملت کے لیے تیار کیا ہے مگر اس پر چلنے کے لیے جس فہم کی ضرورت ہے اس کی ذاتی ہے۔"(۱)

حافظ مظہر الدّین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سے پہلی شخصیات سے بہت کچھ سیکھا لیکن شاعری میں جو رنگ ہے وہ عشق مصطفی ﷺ سے لبریز ہے اور وہی اُن کی نظموں کے موضوعات میں عیاں ہے، عورتیں، معصوم بچے اور بہت سے لوگ بے دریغ شہید کر دیے گئے۔ حافظ صاحب کی اپنی بہن بلقیس بھی اسی دوران شہید کر دی گئیں۔ اس درد دل کے ساتھ حافظ صاحب نے نظمیں تحریر کیں درد نے پیرہن پہن لیا۔ ان نظموں کے چند عنوان درج ذیل ہیں۔ مجموعہ کے شروع میں نذر، دعا، نعت، تحریک ضرب، المیہ، یادِ ایام، پیمبر ان بہار سے، شہیدوں کا پیغام، قربانی، جاگ اے میرے وطن، ارض پاک سے ایک پیغام، کشمیر سے، شہیدوں کا دن، یتیم، کشمیر کے نام، حسین، بھوکے انسانوں سے، آزادی کے بعد، وطن کا سپاہی، نمائندہ کشمیر، اقبال، لیڈر، قائداعظم، اعلان جنگ، فریادِ جرس، مجاہدِ اول، وغیرہ شامل ہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری کا وہ ایک دور تھا جب آپ کی دنیا ستاروں کے نغموں اور پھولوں کی مسکراہٹوں سے لبریز تھی لیکن پھر ایسا وقت آیا یہ نو عمر شاعر آگ اور خون کے خطرناک طوفان سے کھیلتا ہوا پاکستان پہنچا تو اُس کے میٹھے اور سہانے نغمے جگر دوز چیخوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

جس کے بارے میں نسیم حجازی حرب و ضرب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کا کلام ایک آئینہ ہے جس میں آپ قوم کا ماضی اور حال دیکھ سکتے ہیں یہ ایک مشعل ہے جو آپ کو مستقبل کا راستہ دکھاتی ہے۔"(۲)

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم اور نوجوان نسل کو اس طرح سے پیغام دیتے ہیں:

اُفقِ نو کے دھندلکوں کو پیامِ رخصت
کہ نیا نور، نئے شمس و قمر لایا ہوں(۳)

لگائی جب کسی غازی نے ضربِ الا اللہ
گریں گے ٹوٹ کے فرش زمیں پہ لات و ہبل(۴)

---

(۱) حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر و سناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۲۵۳

(۲) حافظ مظہر الدین مظہر، حرب و ضرب، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۳۲۴

(۳) ایضاً، ص:۳۲۷

(۴) ایضاً، ص:۳۳۹

اسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے وقت کی باری
جو قوم فکر و عمل میں ہو صورتِ فولاد[۱]

بجا کہ صورتِ خورشید ہم بھی ڈوبے ہیں
مگر اُفق پہ پھر ابھریں گے صبح نو کی مثال[۲]

۵-"تجلیات"

ہوں مدح خوان نبی ﷺ خوف آخرت کیا ہے
"تجلیات" کو میرے کفن میں رکھ دینا[۳]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نعتوں کا یہ مجموعہ ۱۹۶۹ء میں منظر عام پر آیا اس کتاب کا دیباچہ محمد ایوب (مصنف نوائے فردا) نے تحریر کیا، جس میں انھوں نے نعت کے کئی پہلوؤں پر بڑی دقیق نظر ڈالی، اس مجموعہ میں بہتر (۷۲) نعتیہ اُردو غزلیں اور گیارہ (۱۱) نعتیہ فارسی غزلیں ہیں۔ اس کے علاوہ دس (۱۰) نعتیہ نظمیں اور ایک نعتیہ قصیدہ تضمین بر نعت قدسی، واقعہ معراج اور سلام بھی موجود ہے اور اس کے علاوہ اہل بیت کی شان میں بھی کچھ نظمیں اور غزلیں ہیں، اردو اور فارسی میں رباعیات بھی ہیں۔

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نعت و غزل کے شہسوار تھے اسی لیے حسان العصر کی عرفیت سے معروف ہوئے، آپ سچے اور سُچے عاشقِ رسول تھے اُن کے ہاں محافل کا انعقاد اور عاشقِ رسول کے غلاموں سے ملاقاتیں، باتیں عام مشاغل تھے، آپ کی شاعری کا بیشتر کیفیتِ حضوری پر مبنی ہے اسی لیے "تجلیات" میں آرزوئے حضوری کی تڑپ اور کسک کا رنگ نمایاں ہے:

راہ نبی ﷺ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق آ کہ بے سر و ساماں سفر کریں[۴]

حافظ صاحب کے اس شعر میں توکل علی اللہ پر کامل ایمان پیش کیا گیا ہے، حسان العصر حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نعت کو نیا رنگ، ڈھنگ اور ایک نیا اسلوب بخشا آپ کی لکھی ہوئی نعت دلوں کو گرما دیتی ہے، نعت لکھنے میں قدرت نے ایک خاص ملکہ عطا کیا تھا، "تجلیات" مجموعہ کلام کا پہلا شعر:

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، حرب و ضرب، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۳۴۲

[۲] ایضاً، ص:۳۴۵

[۳] ایضاً، ص:۴۴۳

[۴] حافظ محمد مظہر الدین مظہر، تجلیات (راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، بار سوم، اپریل ۱۹۹۳ء)، ص:۱۰

آ ؤ کہ ذکر حسنِ شہہ ﷺ بحر و بر کریں
جلوے بکھیر دیں شب غم کی سحر کریں[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فارسی شعر و ادب پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے تینوں نعتیہ مجموعوں میں فارسی کلام بھی شامل ہے مگر اس کے ساتھ حافظ صاحب کا یہ خاصہ بھی ہے کہ نعت کو کبھی بوجھل نہیں ہونے دیا قاری جب پڑھتا ہے تو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے:

یکے سینہ بریاں، یکے چاک داماں
سلامت بگوید بصد احترامے[۲]

حافظ صاحب کی عقیدت اور محبت و احترام اُن کی رگ و پے میں بسا ہوا ہے اور یہی عقیدت اُن کے لیے ذریعہ نجات بنا، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ خاں بریلوی کی زمیں پر حافظ صاحب نے نعت لکھی امام احمد رضا خاں کا قصیدہ نور سے ایک شعر ملاحظہ فرمائے:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا[۳]

حافظ صاحب کا شعر پیش خدمت ہے:

ہے کھڑا در پر تمنائی و شیدا نور کا
خیر تیرے نور کی دے ڈال صدقہ نور کا[۴]

”حافظ صاحب مرحوم لطیف بریلوی، امیر مینائی، رضا بریلوی، حسن بریلوی، اور اکبر میرٹھی، کی نعتیہ روایت کے امین تھے انھوں نے دبستانِ پنجاب کے سرور لاہوری اور مولانا ظفر علی خاں کے رنگِ نعت سے بھی استفادہ کیا تھا۔“[۵]

حافظ صاحب نے ماضی کے نامور شعراء کرام سے علم حاصل کیا مگر اُن کے اندر خداداد صلاحیت موجود تھی جس سے نعت کے میدان میں بے پناہ شہرت حاصل کی اُن شعراء کرام کے کلام پر ضرور لکھا مگر لہجہ منفرد اور جداگانہ تھا۔

---

[۱] حافظ محمد مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۱۰

[۲] ایضاً، ص:۹

[۳] ایضاً، ص: ۱۱۰

[۴] امام احمد رضا خاں بریلوی، حدائق بخشش (کراچی: مخزن علم پاکستان، ۱۳۲۵ھ) ج: ۲، ص:۲

[۵] حافظ مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، ص:۵۹۴

۶-"جلوہ گاہ"

جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی "جلوہ گاہ" بنے[۱]

"جلوہ گاہ" حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا نعتیہ مجموعہ کلام ہے یہ مجموعہ ۱۹۷۴ء کو منظر عام پر آیا جو کہ سفر نامہ حجاز کی یاد تازہ کرتا ہے حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۲ء میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اس کتاب کا پیش لفظ "حمد و نعت" کے عنوان سے محمد ایوب نے تحریر کیا اور اس کا دیباچہ احسان دانش نے "سجدہ قلم" کے عنون سے رقم کیا، اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء اور دوسرا ۲۰۰۹ء اور تیسرا کلیات مظہر میں جلوہ گاہ ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی، اس مجموعہ کلام کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حصہ کا الگ موضوع ہے، حصہ اول کا عنوان "آرزوئیں" ہیں، اس کی پہلی طویل نظم کا عنوان "پاکستان سے" کے نام سے ہے، پھر سفر نامہ حجاز، دعا، حمد اور "خوشا کہ قافلہ سوئے عرب روانہ ہو" پہلے حصے میں تیرا(۱۳) صنف نعتیہ نظم و تغزل شامل ہیں:

ہوں شاعر میں بھی مجھ پر بھی ہو فیضانِ عطا بخشی
کہ تو نے خواب میں آ کر بوصیری کو ردا بخشی[۲]

"حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نعت کی کلاسیکی روایت کے ایک اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے نعتیہ شاعری کو ادبی لہجے، انفرادی فکر، عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی اور امت کے زوال آمادہ ماحول کے احساس کی شعری تجسیم سے ثروت مند بنا کر پیش کیا۔"[۳]

حصہ دوم کا عنوان "آغاز سفر" ہے اس حصہ میں ۲۹ نعتیہ کلام شامل ہیں، حصہ دوم کا موضوع بتا رہا ہے کہ اس میں کعبے کا سفر سبحان اللہ، طیبہ کا سفر سبحان اللہ، پیری کا زمانہ ہے مدینے کا سفر ہے، اور اس حصہ کا ایک خوبصورت شعر ملاحظہ ہو۔

راہِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کوئی دیوانہ رقص میں
صحرا ہے وجد و حال میں ویرانہ رقص میں[۴]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اُن خوش بختوں میں ہوتا ہے جن کی رسائی آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار قدس میں ہوتی ہے قسمت کی یاوری کہیے یا طبیعت کا میلان حافظ صاحب کا دل و دماغ عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھا اُن کے ذوق و شوق کا عالم عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد تھا۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، ص: ۶۶۹

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ (راولپنڈی: حریم ادب، طبع دوم ۲۰۰۹ء)، ص: ۵۳

[۳] محمد، عبد اللہ عتیق حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی بشمولہ صبیح رحمانی، ص: ۱۶

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، ص: ۷۶

حصہ سوئم "حضوری" کے عنوان سے ہے اس میں ۱۶ نعتیہ کلام رقم کیے ہیں۔ حضوری سے مراد حاضری ہے چاہے وہ روح کے ساتھ ہو یا جسم کے ساتھ حافظ صاحب کے نعتیہ مجموعہ "حرمِ سید ابرار تک آ پہنچے ہیں"، لے کے دربار میں حال دل زار آیا ہوں اور اس کا اختتام درود و سلام سے کیا ہے۔

در محبوب ﷺ پہ یہ آہیں یہ آشکوں کا ہجوم
قافلے قافلہ سالار تک آ پہنچے ہیں[۱]

حصہ چہارم "واپسی" اس میں ۲۶ نعتیہ کلام شامل ہیں۔ اس میں بھی وہی کیف و سرور، سوز و گداز، والہانہ پن، عشق و مستی، حاضری و حضوری، عاجزانہ تفاخر، لذت ہجر کو وصال پر فوقیت، طلبِ درد جو قلب و روح کو سرشار رکھتا ہے۔ اک عاشقِ رسول ہی ایسی شاعری لکھ سکتا ہے، جلوہ گاہ کے دیباچہ "سجدہ قلم" میں احسان دانش لکھتے ہیں:

"حافظ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ صاحب شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، عالم بھی ہیں اور عامل بھی وہ عشق رسول ﷺ میں مستغرق ہیں، زبان سے نسبتاً کم اور آنسوؤں سے زیادہ گفتگو کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تحفہ عجز ایسی شے ہے جو خدا کے یہاں بھی نہیں ماسوائے ندامت کے آنسو، خوف کا پسینہ اور عجز کا سجدہ یہ سب خدا کی پسندیدہ عبادات ہیں اور یہی گریہ محبت رسول مقبول ﷺ کے دربار میں بھی درجہ قبولیت پاتا ہے۔"[۲]

اس میں "ہدیہ نیاز" کے عنوان سے (سعدی شیرازی) کے حضور پیش کیا ہے اور "بازگشت" کے موضوع سے (جامی) کی خدمت میں پیش کیا، کتاب کے آخری حصہ کا عنوان "حدیث کربلا" کے نام سے ہے، بحضورِ غوث الاعظم کے نام منقبت، ہدیہ نعت اور کچھ رباعیات بھی شامل ہیں:

منزلِ سالکانِ راہ نبی ﷺ ست
مذہبِ عاشقاں شریعت او ست[۳]

۷۔"بابِ جبریل"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ مجموعہ کلام "بابِ جبرئیل" ۱۹۷۴ء کو منظر عام پر آیا۔ یہ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تیسرا نعتیہ مجموعہ ہے جنھیں حسان العصر کہا جاتا ہے، اس مجموعہ میں چونسٹھ (۶۴) نعتیہ اُردو غزلیں اور ایک فارسی نعتیہ مثنوی شامل ہے اس کے علاوہ مناقبِ صحابہ میں شاہ کربلا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عنوانات موجود ہیں۔

[۱] مظہر، حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص: ۱۲۸
[۲] ایضاً، ص: ۷
[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، کلیاتِ مظہر، (مرتب: ارسلان احمد ارسل)، ص: ۸۵۷

اس مجموعہ کا پیش لفظ جسٹس محمد کرم شاہ الازہری نے تحریر کیا ہے اور اس کتاب میں پیش لفظ کے بعد فارسی تحریر غلام نصیر الدین گولڑہ شریف کی "بخواندہ کتاب جبرئیل" کے نام سے ہے۔ حافظ مظہر الدینؒ نے اس مجموعہ کا آغاز "بابِ جبرئیل" یعنی اُن کے نزدیک حضرت جبرئیلؑ کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔ اس مجموعے میں متعدد بار لفظ جبرئیل استعمال ہوا ہے، جبرئیلؑ امیں کو حضور ﷺ کے خادمِ خاص ہونے کا اعزاز حاصل ہے:

دیکھ کر حسن و جمال رخِ "بابِ جبرئیلؑ"　　وجد میں آئے نہ کیوں روح جنابِ جبرئیلؑ

علمِ جبرئیلؑ میں ہیں سارے ثناخوانِ رسولؐ　　میرے دیواں بھی ہوں شامل بحسابِ جبرئیلؑ[۱]

کلیات مظہر میں حافظ مظہر الدین مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھے گئے مضامین میں سے چند ایک اقتباسات پیش کیے گئے ہیں جو کہ ارسلان احمد ارسل کو اویس مظہر نے فراہم کیے اُن میں سے "محشر رسول نگری صاحب" کا ایک اقتباس پیش نظر ہے:

"آپ کی نعتوں میں جو کیف و اثر ہے اس کی مثال موجودہ اردو ادب میں بہت کم ملتی ہے، گرمی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ دل گداز ہو کر گرم گرم آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے بہنے لگتا ہے، اس میں کچھ مبالغہ نہیں کہ آپ کی نعت کو روح القدس کی تائید حاصل ہے، یہ اللہ کا خاص فضل و کرم ہے جسے چاہے عطا کرے۔"[۲]

مدحِ خواجہؐ کے لیے، وصفِ پیمبرؐ کے لیے　　مجھے بخشی ہے خدا نے تب و تابِ جبرئیلؑ

سجد شکر بجا لاوں گا سر مستی میں　　کہ مری روح پہ اُتری ہے کتابِ جبرئیلؑ[۳]

حافظ صاحب اقبال سے بہت متاثر نظر آتے ہیں۔ کلام میں جابجا اُن کی چھاپ نظر آتی ہے، اقبال کا مجموعہ نعت "بال جبرئیل" سے متاثر ہو کر کتاب کا نام "بابِ جبرئیل" رکھا، اور دوسری وجہ مسجد نبوی کے ایک دروازے کا نام بھی بابِ جبرئیل ہے جس سے نبی محتشم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لایا کرتے تھے:

ہے شہہؐ دیں کی حضوری میں پہنچنے کی سبیل

یہ میرے نعت کا دیواں ہے کہ بابِ جبرئیلؑ؟[۴]

جبرئیلؑ امیں کی حضور ﷺ سے وابستگی کئی ایک حوالوں سے تھی مثلاً کہیں پر وہ حضور ﷺ کے خادم دربار اور دربانِ نبوی ﷺ کی حیثیت سے نظر آتے ہیں:

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۳۸/۹۳۹

[۲] ایضاً، ص: ۹۳۹

[۳] ایضاً، ص:۹۳۸/۹۳۹

[۴] ایضاً، ص:۹۴۳

اپنی تقدیر پر جبرئیلؑ کیوں نہ ناز کرے
شاہ ﷺ کا خادم دربار ہے سبحان اللہ[۱]

غارِ حرا میں وحی لانے کا شرف بھی جبرئیل امینؑ کو ملا اور معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ تک لے جانے کا اعزاز بھی آپ کو ملا، یہ تمام پہلو حافظ صاحب کے نعتیہ کلام میں آپ کو ملیں گے، اس کے علاوہ ایک پیامی کی حیثیت سے جبرئیل امینؑ آتے ہیں جیسے کہ طائف کے موقع پر:

اُن کے رتبے کو سمجھنا کوئی آساں نہیں
جن کا شائق ہو خدا جن کا پیامی جبرئیلؑ[۲]

حافظ صاحب کے ان اشعار سے آپ دوسرے اشعار کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس مجموعہ "بابِ جبرئیل" میں چند ایسی نعتیں جن کا ہر شعر عشق و مستی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے:

بخت یاور ہو تو ملتی ہے تمنا تیری
عشق رہبر ہو تو ہاتھ آتا ہے دامن تیرا[۳]

باب جبرئیلؑ کے پیش لفظ میں جسٹس محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نعت کہنے والوں کی فہرست اگرچہ بڑی طویل ہے لیکن جس دل میں جتنا جذبہ عشق ہے اسی نسبت سے اس کے کلام کو شہرت اور قبول عام نصیب ہوا ہے بلکہ آپ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجے کہ دبستانِ عشق ہی وہ دبستان ہے جس کو وہاں داخلہ مل جاتا ہے، کلام کی رعنائیاں، فصاحت و بلاغت کی اثر انگیزیاں اس کی حلقہ بگوش بنادی جاتی ہیں، اگر آپ نے اس کی تازہ مثال دیکھنی ہو تو باب جبرئیل کا مطالعہ کرے۔"[۴]

مجھ کو بھی چاہیے اعجاز نوائے جبرئیلؑ
میں بھی ہوں واصفِ دربار رسولِ عربی[۵]

۸-"میزاب"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نعتوں کا آخری مجموعہ ۱۹۸۲ء میں "میزاب" کے عنوان سے شائع ہوا جو کہ اُن کی وفات کے بعد منظرِ عام پر آیا، اس کتاب کا انتساب شہباز چشت فاتح قادیان شیخ الاسلام حضرت مولانا نواب الدین چشتیؒ کے نام ہے

[۱] مظہر، حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص: ۴۹
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۹۴۴
[۳] ایضاً، ص: ۹۳۲
[۴] ایضاً، ص: ۹۲۳
[۵] ایضاً، ص: ۹۹۳

جب کہ اس کتاب کا پیش لفظ میاں اویس احمد مظہر نے تحریر کیا، ”میزاب“ کا دیباچہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے رقم کیا اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی حافظ صاحب کی وفات کے بعد اسے مرتب کیا، اس مجموعہ میں چوبیس (۲۴) نعتیہ غزلیں شامل ہیں۔

حافظ صاحب کا ویسے تو پورا دیوان ہی سوز و گداز اور روح پرور ہے جب کہ آپ کے اشعار قرآن و حدیث، سیرت نبی ﷺ اور عشق مصطفی ﷺ سے لبریز ہے۔ اس کلام کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

ہیں قرآں میں اشارے مدح شہہ ﷺ کے
ارادہ کوئی بھی مبہم نہیں ہے[۱]

حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ، مدح سرائی رب العزت نے خود فرمائی، کسی انسان کی یہ اوقات نہیں کہ وہ آپ ﷺ کی ثناخوانی کر سکے۔ حفیظ تائب نے اس کتاب کے دیباچہ میں ”ماہنامہ ضیائے حرم لاہور“ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس کا ایک اقتباس پیش نظر ہے:

”باب جبرئیل“ مطبوعہ (۱۹۷۸ء) کی اشاعت کے بعد زیادہ تر علیل رہنے لگے، بڑھاپے کا بھی دور دورا تھا مگر فکری توانائی اور ذہنی تازگی برقرار رہی، سرشاری میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا پے در پے نعت کے اسرار کھلتے گئے اور دم آخر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

یہ نعت کے اسرار کبھی ختم نہ ہوں گے
ہیں سینہ مظہر میں کئی راز نہاں اور[۲]

آخری مجموعہ نعت (جو ضیائے حرم کی اشاعت بن رہا ہے) کا نام میزاب تجویز فرمایا تھا اور اس میں چوبیس نعتیں شامل ہیں۔“[۳]

حافظ مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری ایک آفاقی نغمہ ہے، وہ سننے اور پڑھنے والے پر سحر طاری کر دیتی ہے اُن کی شاعری سیدھی روح میں جا کر اترتی ہے۔ نعت کے میدان میں آنے والوں کو حافظ صاحب کی شاعری میں کئی نقاط ملیں گے، سیکھنے والوں کے لیے نئے راستے ہموار ہوں گے، نئی سے نئی زمینیں، الفاظ و تراکیب، استعارات و تشبیہات، اسلوب اور تغزل کا رنگ، مزہ اور سرور حاصل ہو گا۔

حافظ صاحب نے ان اشعار میں محشر کے دن کا منظر کتنے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے اور ان کے دوسرے شعر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کی ترجمانی کی ہے۔ جس میں انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو عرض کی کہ اے پتھر میں تمھیں اس لیے چوم رہا ہوں کہ حضور سرور دیں ﷺ نے تمھیں چوما ہے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۱۱۲۲

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص: ۴۷

[۳] ایضاً، ص ۱۹۔۲۰

ہم سوئے حشر چلیں گے شہۂ ابرار کے ساتھ — قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ — کون روتا ہے لپٹ کر در و دیوار کے ساتھ[۱]

حافظ صاحب کی آخری نعت مرض الموت کے دوران ۵ مئی ۱۹۸۱ء کے لگ بھگ لکھی گی، اس کتاب کے پیش لفظ میں اویس مظہر صاحب لکھتے ہیں:

"آج میرے سامنے حضور آقائی مرشدی و مولائی کا چوتھا نعتیہ دیوان جو ابھی آپ لکھ ہی رہے تھے کہ آپ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں التجا کر دی،

یہ دوری و مجوری تا چند مدینے سے
اے جلوہ رعنائی، لگ جا میرے سینے سے[۲]

اس پہلے شعر پر ہی قبولیت التجا کی اطلاع آپ کو مل گئی، پھر اس شعر لکھنے کے دو ہفتے بعد آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔"[۳]

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

۹-"وادی نیل"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کا نام "وادی نیل" ہے، یہ کتاب ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی جو کہ مصری عیسائی قلم کار جرجی زیدان کے عربی ناولوں کا ترجمہ کیا گیا، اس کتاب کے بارے میں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نعتیہ کلام "میزاب" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

حافظ صاحب کو نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی ان کی بیشتر تخلیقی صلاحیتیں دین و قوم کی خدمت کے لیے صرف ہوئیں پہلے پہل "جرجی زیدان" کے ایک ناول کا اردو ترجمہ "وادی نیل" کے نام سے کیا پھر "نشان راہ" کے عنوان سے روزنامہ کوہستان میں مستقل طور پر ایمان افروز کالم لکھتے رہے یہ کالم کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں، نثر میں اُن کی ایک کتاب خاتم المرسلین ﷺ بھی بتائی جاتی ہے۔[۴]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ وہ شاعر خوش گفتار و خوش آہنگ تھے۔ جن کے کلام پر وقت کی گرد نہیں چڑھ سکتی یوں تو ان کی طبیعت میں غزل، قومی و ملی شاعری، ترجمہ اور کالم نگاری میں بھی کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے مگر نعت میں اپنی پہچان آپ تھے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۱۴۲۔۱۱۴۳

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص: ۶۱

[۳] ایضاً ص، ۱۵

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۱۰۹

۱۰-"نشانِ راہ"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کالموں کا مجموعہ "نشان راہ" کے نام سے تین جلدوں میں چھپ چکا ہے اس کی پہلی دو جلدیں ۱۹۴۴ء میں منظر عام پر آئیں، حافظ صاحب نے بہت عرصہ تک اخبار میں کام کیا اور دین کی خدمت کی، اخبارات اور رسائل میں آپ لکھتے رہے، جو کسی حد تک آپ کی وجہ شہرت بھی بنی۔

مبحث دوم: حفیظ تائب کے علمی آثار کا تعارف

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ایک منفرد قلم کار، شاعر، محقق، تنقید نگار، اور ایک بہترین استاد تھے، ان کا اوڑھنا بچھونا ہی علم تھا، اُن کی حیات مستعار میں شائع ہونے والی کُتب درج ذیل ہیں:

۱- صلوا علیہ و آلہ (اردو مجموعہ نعت)

۲- سک متراں دی (پنجابی مجموعہ نعت و منقبت)

۳- وسلموا تسلیما (اردو مجموعہ نعت)

۴- وہی یٰسین وہی طٰہٰ (اردو مجموعہ نعت)

۵- مناقب (اردو مجموعہ مناقب)

۶- لیکھ (پنجابی، حمد، منقبت، غزل، نظم، گیت)

۷- کوثریہ (اُردو مجموعہ نعت)

۸- نسیب (اُردو مجموعہ غزل)

۹- تعبیر (اُردو قومی و ملی منظومات)

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سا علمی کام چھوڑا جس کی تفصیلات آگے آئیں گی۔ ان کی تمام صلاحتیوں کا اظہار نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پختگی کو واضح کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے فکر و فن کے اظہار کا مرکز و محور ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا وہ خود فرماتے ہیں:

تخلیق کا ہے سارا عمل جس کے واسطے
وقف اُسؐ کے واسطے نہ ہو کیوں فکر و فن تمام[1]

۱-"صلوا علیہ و آلہ" (اُردو مجموعہ نعت)(پبلشرز: سیرت مشن پاکستان لاہور ۱۹۷۸)

"صلوا علیہ و آلہ" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا مجموعہ کلام ہے یہ مجموعہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی اکتیس (۳۱) سالہ (۱۹۴۷ء-۱۹۷۸ء) اردو نعت گوئی کا حاصل ہے، اس مجموعے کے اب تک چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کو آدم جی ادبی ایوارڈ

[1] حفیظ تائب، کوثریہ (لاہور: القمر انٹرپرائزز، طبع اول ۲۰۰۳ء) ص ۴۸

بھی مل چکا ہے یہ کتاب پہلی بار ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۷۸ء میں ۲۰۰۰ کی تعداد میں سیرت مشن پاکستان سے شائع ہوئی۔
اس مجموعہ کلام کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ کے نام کیا جن کی پرورش اور گود کی گرماہٹ نے آپ کو نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوق عطا کیا، نعتیہ مجموعہ کا آغاز ڈاکٹر سید عبداللہ کے مضمون "تجزیہ" کے عنوان سے ہوتا ہے اور اس کا پیش لفظ غلام مصطفیٰ خاں نے "مقدمہ" کے عنوان سے کیا، اس کتاب میں حمدیہ حصے سے پہلے بیدل اور نعتیہ حصہ سے پہلے حافظ محمد افضل فقیر کا ایک ایک شعر درج ہے اس مجموعے کے باقی تینوں ایڈیشن بغیر کسی تبدیلی کے شائع ہوئے ہیں۔

اس مجموعے کا نام پہلے طاق حرم اور پھر تبدیل کر کے "صلوا علیہ وآلہ" رکھا گیا۔ اس کتاب میں ایک حمد، دعا اور ایک نعتیہ قصیدہ "آیہ نور" کے علاوہ ۵۹ نعتیں شامل ہیں، ان میں بیشتر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں اور باقی نظم کی ہیئت میں ترتیب دی گئی۔ یہ مجموعہ تاخیر سے کیوں شائع ہوا اس کے بارے میں مصنف خود بتاتے ہیں:

> "یہ تاخیر دراصل اُس مسلسل جدوجہد کا حصہ ہے جس میں، میں نے ایک الگ راستہ اختیار کیا، میں نے رومانویت اور مبالغے سے ہٹ کر نعت پر کام کیا اور شاعری کا حسن مبالغے اور حسنِ بیان میں ہے لہٰذا حقیقت نگاری پر شعوری توجہ کے ساتھ ساتھ جدید اسلوب سے ہم آہنگی بھی ضروری تھی پھر میں یہ سوچتا رہا کہ جس مقصد کے تحت میں نے یہ کام شروع کیا تھا۔ کچھ دوستوں نے اسے ترویج نعت کا معیار قرار دیا، چونکہ میں چاہتا تھا کہ ترویج نعت کے ساتھ ساتھ اس مبارک صنف کے موضوعات کو عصر حاضر سے ہم آہنگ کیا جائے، سو اس کوشش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بے پایاں کے صدقے مجھے عزت و توقیر ملی۔"[1]

پہلا نعتیہ مجموعہ کلام میں حمد، دعا، قصائد اور نعت پر چند ناقدین کی رائے پیش خدمت ہے، حمد کے بعد دعا کے بارے میں ڈاکٹر تحسین فراقی لکھتے ہیں:

> "تائب کے نعتیہ مجموعے کی ابتدا میں دعا شامل ہے وہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم غیب میں یقیناً مستجاب ہوئی ہو گی، یہی وجہ ہے کہ اُن کے نعتیہ اشعار میں حسان بن ثابت کا جزبہ بھی ہے، قدسی کا لہجہ بھی ہے، ظفر رحمۃ اللہ علیہ علی خان کا زورِ بیان بھی ہے، محسن رحمۃ اللہ علیہ کے ندرتِ فن کی جھلکیاں بھی ہیں، حالی رحمۃ اللہ علیہ کا درد اور اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا گدازِ خاص بھی شامل ہے اور ان تمام عناصر کے تال میل سے ایک نیا اور منفرد اسلوب وجود میں آیا ہے۔"[2]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت تو شاملِ حال تھی ہی مگر ان تمام ہستیوں کا فیضان بھی تھا جس کے صدقے میں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں "صلوا علیہ وآلہ" جیسی نایاب کتب آئی۔

۲-"سک متراں دی" (پبلشرز: کُتب مینار لاہور ۱۹۷۸ء)

"سک متراں دی" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا پنجابی نعت و منقبت پر مشتمل مجموعہ کلام ہے۔ اس مجموعے کے اب تک ۴ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، یہ کتاب پہلی بار "صلوا علیہ وآلہ" کے ساتھ ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی تھی، اس مجموعہ کا انتساب حفیظ

[1] محمد نعمان تائب، کائنات حفیظ تائب (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ستمبر ۲۰۱۷ء) ص، ۵۹
[2] نور محمد جرال، "برصغیر کے ممتاز و منفرد نعت گو سے ایک مکالمہ، مشمولہ ہفت روزہ اُردو میگزین، سعودی عرب، ۱۴ جنوری ۲۰۰۰ء)، ص: ۲۴

تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قریبی دوست حاجی محمد رفیق اشرفی کے نام کیا ہے، اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۹۶ تھی اور اس میں کل ۵۲ منظومات شامل تھیں، جن میں دو حمدیں، ۳۰ نعتیں ۷ مناقب وسلام، ۱۰ غزلیں اور ۳ نظمیں شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں "حیاتی داخاکہ" کے عنوان سے شاعر کا تعارف موجود ہے، پہلے ایڈیشن کے بعد اس کتاب کو "پاکستان رائٹرز گلڈ ایوارڈ" بھی ملا، یہ مجموعہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۸۶ء تک ۳۹ سالہ پنجابی شاعری کا ایک جامع انتخاب ہے۔ یہ کتاب سی ایس ایس کے نصاب میں بھی شامل ہے۔

اصناف کے حوالے سے اس مجموعے میں قصیدہ، نعتیہ غزلیات، پابند نظمیں، ماہیا، ڈیوڑھ، اور بارہ ماہ سیرت شامل ہیں، "سک متراں دی" مجموعہ کلام کے بارے میں کئی ایک آراء ہیں مگر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی لکھتے ہیں:

> "سک متراں دی حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص رنگِ نعت کی نہایت فنکارانہ چابک دستی کے ساتھ نمائندگی کرتا ہوا ایک بلند پایہ نعتیہ قصیدہ ہے۔"[1]

فکری اور فنی لحاظ سے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی اُردو اور پنجابی شاعری میں کوئی فرق نہیں جو خوبیاں اُردو شاعری میں ہیں وہی خوبیاں اُن کی پنجابی شاعری کا حصہ ہیں۔

۳- "وسلموا تسلیما" (پبلشرز: مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء)

"وسلموا تسلیما" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو نعت پر مشتمل دوسرا مجموعہ کلام ہے، اس مجموعے کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کو وزارت مذہبی امور کی جانب سے پہلا صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے، ۱۸۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۹۰ میں پہلی بار مقبول اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی۔ کتاب کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والدِ محترم کے نام کیا، کتاب کا سرورق پاکستان کے ممتاز مصور شاعر و ادیب جناب اسلم کمال نے بنایا، کتاب کے آغاز میں "ارمغانِ حرم" کے عنوان سے احمد ندیم قاسمی اور دیباچہ کے عنوان سے حافظ محمد افضل فقیر کے پیش لفظ شامل ہیں، کتاب کے آخر میں "حفیظ تائب کے لیے" کے عنوان سے علامہ عبد العزیز کی رباعیات ہیں اور فلیپ پر کچھ دوستوں کی آراء موجود ہیں، یہ مجموعہ پہلے مجموعے کے ۱۲ سال بعد شائع ہوا، اس مجموعے میں ۴ حمد و مناجات کے علاوہ ۵۹ نعتیں موجود ہیں۔ مجموعی طور پر اس میں ۶۳ منظومات شامل ہیں۔ اس کتاب کو ۵ مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے لیکن اس مجموعے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں تائب صاحب نے ہیئتی لحاظ سے کئی کامیاب تجربات کیے ہیں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مجموعے کے متعلق فرماتے ہیں:

> "دراصل پہلے مجموعے پر میں نے بہت محنت کی اور ایک لحاظ سے جدید نعت کے خدوخال سامنے آئے، لہٰذا وہ فکری اور فنی لحاظ سے نقشِ اول تھا۔ نہایت محتاط اور ایک فریم کے اندر اس میں کام کیا

---

[1] آفتاب احمد نقوی، ڈاکٹر، سک متراں دی از حفیظ تائب، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۶ء)، ص: ۱۳۱

دوسرے مجموعے میں شاعری کی تمام مروجہ اصناف میں نعت کہی، اس میں بارہ ماہ، آزاد نعتیہ نظم، سانیٹ، ماہیا، سی حرفی اور اس طرح بے شمار تجربات ہوئے۔"[1]

پہلے مجموعے میں نت نئی ترکیبات، ردیفوں کا ہنر مندانہ استعمال اور نو بہ نو زمینوں کے کامیاب تجربے اس کی زینت تھے "وسلموا تسلیما" میں یہ تمام چیزیں بھی موجود ہیں لیکن اس مجموعے کی خاصیت نعت کے ہیتی تجربات ہیں۔ غزل کے علاوہ دیگر اصناف سخن کے تجربات اور اس میں کامیابی سے نعتیہ مضامین کو برتنا اس مجموعے کی خاصیت ہے۔

۴- "وہی یٰسین وہی طہٰ" (پبلشرز: القمر انٹر پرائز، لاہور ۱۹۹۸ء)

"وہی یٰسین وہی طہٰ" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو نعت پر مشتمل تیسرا مجموعہ کلام ہے جو ۱۹۹۸ء میں القمر انٹر پرائزز والوں نے شائع کیا۔ اس کتاب کا اب تک ایک ہی ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ دوسرے مجموعے کے آٹھ سال بعد شائع ہوا، ۱۳۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں ۳ حمدیں، ایک مناجات اور ایک سپاس و دعا بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چھوٹے بھائی عبد المجید منہاس کے نام کیا ہے، اس کتاب کو ۴ ایوارڈز بھی مل چکے ہیں۔ اس کتاب میں کوئی روایتی دیباچہ نہیں ہے، بلکہ فلیپ پر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر تحسین فراقی اور بیک ٹائٹل پر ڈاکٹر خورشید رضوی کے مختصر تاثرات پیش کیے گئے ہیں، اس مجموعے میں پیش تر نعتیں غزل کی ہیئت میں لکھی گئیں ہیں۔ جب کہ اس میں مثلث مستزاد مخمس، مخمس ترجیع بند کی ہیئت میں بھی نعتیں موجود ہیں۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس مجموعے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تیسرے مجموعے میں غزل کے تجربے سے کام لیا چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جو فکری کام میں کرنا چاہتا تھا وہ کسی حد تک ہو چکا تھا اب میرے لیے سہولت تھی، اس طرح "وہی یٰسین وہی طہٰ" میں لکھی گئی نعتیں غزلیہ مزاج کے قریب ہیں۔"[2]

اس مجموعے کے آخر میں بچوں میں ذوقِ نعت پیدا کرنے کے لیے سادہ الفاظ میں چند نعتیں پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب تک آتے آتے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے فکری بہاؤ کی روانی، سلاست اور سادگی محسوس ہو رہی ہے، ساحلوں سے ٹکراتی تیز موجیں اب ٹھہراؤ سے بہتی محسوس ہو رہی ہیں جو کہ قابل تحسین ہیں۔

۵- "مناقب" (پبلشرز: القمر انٹر پرائزز، لاہور ۱۹۹۹ء)

"مناقب" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا سلام اور منقبت پر مشتمل اولین مجموعہ کلام ہے جو ۱۹۹۹ء میں القمر انٹر پرائزز سے شائع ہوا۔ اس کتاب میں صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے جس میں حمدِ باری تعالیٰ و نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخر میں مناجات کے علاوہ ۱۲۵ اکابر ملت کے حوالے سے بیالیس کی تعداد میں سلام و مناقب شامل ہیں۔ مجموعی طور پر ۴۵ منظومات موجود ہیں، کتاب کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خاص دوست حافظ محمد افضل فقیر کے نام کیا ہے۔ بعض شخصیات پر دو، تین جب

---

[1] نور محمد جرال، برصغیر کے ممتاز و منفرد نعت گو سے ایک مکالمہ، ص:۲۱

[2] ایضاً، ص:۲۴

کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر گیارہ مناقب کہے گئے ہیں، جو ان کا ایک اہم تخلیقی کارنامہ ہے، علامہ طالب ہاشمی حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی منقبت نگاری کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حفیظ تائب کی منقبت گوئی میں بھی وہی جذبہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کارفرما ہے جو اُن کی نعت گوئی کا محرک ہے، کیوں کہ جن عظیم ہستیوں کی یہ منقبتیں ہیں، اُن کو محبوب رب العالمین، صاحبِ قابَ قوسین، رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہ کوئی نسبت ضرور تھی اور اُسی نسبت نے جناب تائب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اُن کی منقبت کہنے کی تحریک پیدا کی ہے۔" [۱]

۶- "لیکھ" (پبلشرز: پنجابی فاونڈیشن، لاہور ۲۰۰۰ء)

"لیکھ" حفیظ تائب کا پنجابی شاعری پر مشتمل دوسرا اور آخری مجموعہ کلام ہے اس کتاب کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پہلی بار یہ کتاب ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی، اس مجموعے کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی علمی شخصیت شریف کنجاہی کے نام کیا ہے۔ اس میں صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے اور اس میں کل ۵۱ منظومات ہیں، کتاب کو کل چھ حصوں میں تقسیم کی گیا ہے، جس کے عنوانات حمد، نعت، دیس پیار، کجھ ہور نغمے، یاداں اور غزل شامل ہیں۔ "لیکھ" کے بارے میں کچھ دوستوں کی آراء میں سے ڈاکٹر محمد عباس نجمی کی آراء پیش کی جاتی ہے:

"شاعری وچ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ہوراں دی پچھان تے نعت اے، پر اوہناں حمد تے منقبت وچ وی بھرواں وادھا کیتا اے، ایسے لئی اوہ جو لیکھ لکھدے نیں اچرج ہوندے نیں۔" [۲]

۷- "کوثریہ" (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء)

"کوثریہ" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو نعت پر مشتمل چوتھا اور آخری مجموعہ کلام ہے جو ۲۰۰۳ء میں القمر انٹرپرائزز والوں نے شائع کیا اور اب تک ایک ہی ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حمد و مناجات کے علاوہ ۳۰ نعتیں اور ۴۱ کوثریہ شامل ہیں۔ کتاب کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا سید محمد عبدالعزیز شرقی رحمۃ اللہ علیہ، سید سعید الحسن شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور سید سلیم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ارواحِ مقدسہ کے نام کیا ہے، یہ مجموعہ تیسرے مجموعے کے ۵ سال بعد شائع ہوا اور اسے وزارتِ امور کی جانب سے پہلا صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے، کتاب کا سرورق سورہ کوثر کی پہلی آیت سے مزین ہے اس کتاب میں بیش تر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں، جن میں مربع، پابند نظم اور ثلاثی (کوثریہ) کی ہیئت میں بھی نعتیں موجود ہیں، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی جدت آشنا طبیعت صرف مروجہ اصناف سخن کے نت نئے تجربات تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ نئے اصناف سخن کی بنیاد رکھنے کا موجب بھی بنی کوثریہ اس کی ایسی ہی منفرد اور تابندہ مثال ہے جسے سورہ کوثر کے تتبع میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ نعت کی خاصیت یعنی ثلاثی (کوثریہ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[۱] طالب ہاشمی، علامہ، "تقدیم" (مناقب از حفیظ تائب) (لاہور: القمر انٹرپرئزز، ۱۹۹۹ء)، ص: ۱۲

[۲] محمد، عباس نجمی، (فلیپ) لیکھ از حفیظ تائب (لاہور، پنجابی فاونڈیشن، ۲۰۰۰ء) ص: ۲۶۰

"سہ مصرعی نظم پاروں کو کچھ اختلافات کے ساتھ ثلاثی، ہائیکو اور ماہیا کہا گیا، مگر میں نے نعتیہ سہ مصرعی نظم پاروں کو سورہ "الکوثر" کے تتبع میں تینوں ہم قافیہ اور ہم وزن مصرعوں کی صورت دے کر "کوثریہ" نام دیا ہے۔"[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ "کوثریہ" کے بارے میں سید صبیح الدین صبیح رحمانی فرماتے ہیں:

"حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ زندگی میں بھی شہنشاہِ امم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کے حاضر باشوں میں سے تھے اور اب تو "کوثریہ" ہاتھ میں لیے صاحب کوثر کی بارگاہ میں پہنچ گئے ہیں، اب وہ ہوں گے اور وہ شراب جس کے پینے کے بعد کبھی چاہت محسوس نہیں ہوتی۔"[۲]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ کریم کی خاص رحمت تھی اور اُن کی طبعیت میں ایک الگ قسم کی عاجزی و انکساری تھی جو انھیں دوسروں میں ممتاز کرتی تھی، آپ کا کلام جب سماعت کی نظر ہوتا تو ہر صاحب ذوق جھوم اٹھتا۔

۸۔ "نسیب" (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور مجموعہ غزل ۲۰۰۳ء)

"نسیب" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ غزلیات پر مشتمل اولین مجموعہ ہے جو اُن کی وفات سے ایک سال پہلے شائع ہوا، اس کتاب کا اب تک ایک ہی ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کے آغاز میں حمد، مناجات اور نعت کے بعد قصیدہ غالب درج ہے جو غالب ہی کی زمین میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں ۴۲ غزلیات شامل ہیں، اس کتاب کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے دو اہم شخصیات احمد ندیم قاسمی، اور خالد احمد کے نام کیا ہے، کتاب کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی "نعت نگار حفیظ تائب کی غزل" کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ اس کے فلیپ پر ڈاکٹر خورشید رضوی اور بیک ٹائٹل پر امجد اسلام امجد کے مختصر تاثرات موجود ہیں۔

۹۔ "تعبیر" (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور ۲۰۰۳ء)

"تعبیر" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا قومی و ملی منظومات کا واحد مجموعہ کلام ہے ۲۰۰۳ء میں شائع ہونے والا یہ مجموعہ جس کا تا حال ایک ہی ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کے ۱۷۵ صفحات ہیں کتاب کا آغاز حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد قومی و ملی منظومات کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، اس مجموعہ کا انتساب مجید نظامی کے نام کیا ہے، اس کتاب کا دیباچہ پروفیسر جعفر بلوچ نے "حفیظ تائب کی قومی و ملی شاعری" کے عنوان سے تحریر کیا اس کے علاوہ کتاب کے بیک ٹائٹل پر ڈاکٹر محمد خواجہ کے مختصر تاثرات درج ہیں، "تعبیر" کو جن چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اُن کے عنوانات درج ذیل ہے، دعائیہ نغمات، قومی و ملی نغمات، کشمیر، بیاد معرکہ ستمبر ۱۹۶۵ء تقریبات اور شخصیات اور ان چھ حصوں میں بلترتیب ۵، ۷، ۲، ۹، ۱۶ اور ۲۵ منظومات شامل ہیں، مجموعی طور پر کتاب میں ۶۶ منظومات موجود ہیں۔

---

[۱] حفیظ تائب، کوثریہ، ص: ۱۰۷

[۲] سید صبیح الدین صبیح رحمانی، چند سطریں حفیظ تائب کے لیے مشمولہ نعت رنگ (کتابی سلسلہ) کراچی، شمارہ نمبر ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء، ص: ۳۲

حفیظ تائب کی وفات کے بعد شائع ہونے والی تخلیقات

۱- کلیات حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ (اُردو پنجابی حمد و نعت)

۲- اصحابی کالنجوم (اُردو، پنجابی دیوان مناقبِ اصحاب)

۳- حاضریاں (پنجابی سفر نامہ حج تے عمرہ، مع تصاویر)

۴- حضوریاں (حاضری اور حضوری کی کیفیات پر مبنی نعتیہ انتخاب)

۵- بے چہرگی (اُردو مجموعہ باقیاتِ غزل)

۶- طاقِ حرم (اُردو مجموعہ باقیاتِ نعت)

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ صنفِ نعت کے جدید و قدیم موضوعات کے جامع ہیں۔ موضوعات تو کم و بیش متعدد شعراء کرام نے رقمِ قرطاس کیے ہیں مگر حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن موضوعات کو موقع بہ موقع بیان کرتے ہوئے اسلوب و طرز کی جدتوں کو کمالِ فن سے پیش کیا ہے۔

نعت میں اسالیب کا اتنا تنوع کسی دوسرے نعت گو کے ہاں نظر نہیں آتا مثلاً غزل یا قطعہ ہمارے نعت نگاروں کی پسندیدہ اصناف ہیں۔ کبھی کبھار دیگر اصناف کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں مگر حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری میں قصیدہ، مثنوی، ترکیب، بند، ترجیع بند، رباعی، مثلث، مسدس، سٹینزا، سی حرفی، دوہا، نظمِ آزاد، فردیات، گیت، لوری اور کئی ہیئتیں جابجا موجود ہیں۔

۱-"کلیاتِ حفیظ تائب" (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور ۲۰۰۵ء)

"کلیاتِ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے حفیظ تائب کی وفات کے بعد شائع ہونے والا پہلا مجموعہ ہے۔ جس میں اُن کی تمام کتابوں میں موجود اردو و پنجابی حمد و نعت کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس کتاب کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، جو تقریباً ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے آغاز میں حفیظ تائب فاونڈیشن کے قیام اور اس کے اغراض و مقاصد کا ذکر کیا گیا ہے کلیات کا انتساب حضرت حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں اور اُن کے بھائی عبد المجید منہاس کے نام ہے۔ کلیات میں تقدیم کے عنوان سے ڈاکٹر خورشید رضوی نے طویل اور جامع پیش لفظ لکھا۔ اس میں اُردو پنجابی کے علاوہ کچھ غیر مطبوعہ کلام شامل ہے۔

۲-"اصحابی کالنجوم" (پبلشرز: سنگت پبلشرز لاہور ۲۰۰۶ء)

"اصحابی کالنجوم" یہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان مناقب اصحاب ہے یہ کتاب اُن کے بیش تر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ اُردو، پنجابی مناقب کا مجموعہ ہے، اس مجموعے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ کی روشنی میں اُن کے مستند مصادر و مراجع بھی یک جا کر دیے گئے ہیں۔ ۲۵۶ صفحات پر مشتمل اس مجموعے میں ۶۱ منظومات شامل

ہیں، اس کتاب کا دیباچہ ڈاکٹر مظہر معین اور ڈاکٹر معین نظامی نے قلم بند کیے ہیں، اس کتاب کے اب تک تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے متعلق چند ناقدین کی آراء میں سے ڈاکٹر خورشید رضوی لکھتے ہیں:

"منقبت کا فن نیا نہیں لیکن مناقبِ صحابہ کرام پر ایسا مسلسل ارتکاز اور مضامین کے استناد کی اس قدر فکر اور جستجو اس سے قبل کسی شاعر کے ہاں مشکل ہی سے ملے گی۔"[1]

۳۔ حاضریاں (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور ۲۰۰۷ء)

"حاضریاں" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا پنجابی سفر نامہ حجاز ہے جو اُن کی وفات کے بعد شائع ہوا "عرض مرتب" کے عنوان سے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے نعمان تائب لکھتے ہیں:

"اس سفر نامے کے ساتھ اُن کی پہلی حاضری (۱۹۷۶) سے لے کر آخری حاضری (۲۰۰۲ء) تک جن کی تعداد گیارہ ہے تمام تصاویر (۶۶) جو مل سکیں۔ ترتیب وار شامل کر دی ہیں اور یوں یہ کتاب اس موضوع یعنی حاضری حرمین پر ایک مکمل اور جامع کتاب بن گئی ہے۔"[2]

کتاب کے پیش لفظ میں "اندر میرے پیغمبر دی خوشبو اے" مستنصر حسین تارڑ اور "سوتر دی اٹی" کے عنوان سے ڈاکٹر محمد عباس نجمی کے مضامین شامل ہیں، ۱۲۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا انتساب مرتب کی جانب سے حفیظ تائبؒ کی زوجہ کے نام کیا گیا ہے، مستنصر حسین تارڑ پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"حج دا سفر "منہ ول کعبے شریف" میں وی لکھیا پر حفیظ نے جیہا "حاضریاں" لکھیا اے میرا سفر نامہ اوہدے پاسکو وی نہیں، کیوں جے اوہدے نصیب وچ اوہ خوشبو سی تے میرے نصیب وچ اوہدی تانگھ۔"[3]

۴۔ "حضوریاں" (پبلشرز: القمر انٹرپرائزز، لاہور ۲۰۰۷ء)

"حضوریاں" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اُن کے نواسے نعمان تائب نے ترتیب دیا، ۲۰۰۷ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کا انتساب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بہن ثریا جمیل اور بہنوئی حاجی جمیل اختر کے نام ہے اس مجموعہ کے متعلق ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"یہ کتاب اپنی مجموعی حیثیت میں "منزل نما" بن گئی ہے۔ اسے ساتھ رکھ کر حج یا عمرہ کرے تو ہر منزل پر یہ کتاب آپ کی داخلی سطح پر راہنمائی کرتی اور دل کے تاروں کو لرزہ کر دیتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حج اور عمرہ میں جنابِ حفیظ تائب ہمارے خیالات کی ترجمانی کر رہے ہیں۔"[4]

---

[1] ڈاکٹر، خورشید رضوی، (فلیپ)، اصحابی کالنجوم از حفیظ تائب (لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۶ء)، ص: ۲۵۵

[2] محمد نعمان (عرض مرتب)، حضوریاں، (لاہور، القمر انٹرپرائزز، ستمبر ۲۰۰۷ء) ص، ۱۰

[3] مستنصر حسین تارڑ، اندر میرے پیغمبر دی خوشبو اے مشمولہ حفیظ تائب، حاضریاں، (لاہور: القمر انٹرپرائزز، جون ۲۰۰۷ء)، ص: ۱۲

[4] روزنامہ نوائے وقت (لاہور) ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۷ء (سنڈے میگزین) ص، ۲۵

۵-"بے چہر گی" (پبلشرز: القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۰۸ء)

"بے چہر گی" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی باقیات غزل ہیں۔ جو اُن کی وفات کے بعد اُن کے نواسے نعمان تائب نے مرتب کی یہ مجموعہ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا، ۹۶ صفحات پر مشتمل اس مجموعے کے آغاز میں ایک مناجات اور ایک نعت کے علاوہ ۴۹ غزلیات شامل ہیں۔ مجموعی طور پر اس میں ۵۱ منظومات شامل ہیں، جناب اسلم کولسری نے انھیں عدم سے متاثر قرار دیا ہے۔

۶۔"طاقِ حرم" (پبلشرز القمر انٹر پرائزز، لاہور ۲۰۱۰ء)

"طاقِ حرم" حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی باقیاتِ نعت پر مشتمل مجموعہ ہے جو ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب کچھ پرانی اور کچھ نئی نعتوں پر مشتمل ہے جو اُن کی وفات کے بعد اکھٹی کی گئی ہے کتاب میں ۱۱۲ صفحات ہیں۔ اس میں ایک حمد ۴۹ اُردو اور ۲ فارسی نعتوں کے علاوہ ۱۱ کوثریہ اور اٹھائیس نعتیں فردیات شامل ہیں، کتاب کا انتساب مرتب (نعمان تائب) کی جانب سے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی بھابھی نسیم کے نام کیا گیا ہے، مجموعی طور پر اس مجموعہ باقیات میں ۴۴ منظومات شامل ہیں۔ کتاب کا نام حفیظ تائب ہی کا پسندیدہ ہے۔

تحقیق و تدوین اور تنقید (کتب) کا مختصر تعارف:

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں پر تخلیقی کام کیا اس کے ساتھ ساتھ تحقیق و تدوین کے شعبہ میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی تنقید ادب پر بھی کام کیا اور کچھ احباب کے دنیا سے جانے کے بعد اُن کی تخلیقات کو کتابی صورت میں مرتب کرنے کی سعادت بھی آپ کے حصے میں آئی اس طرح سے اُن احباب کے ساتھ حق دوستی کا تقاضا بھی پورا ہوتا ہے اور دوسری طرف اُن کے شعری و تخلیقی کام کو آیندہ آنے والی نسلوں کے لیے سرمایہ حیات بنانے کا کام بھی سر انجام دیا، اور یہ اُن کا حق بھی ہوتا ہے عام طور پر کوئی بھی بڑی شخصیت کو جب بامِ عروج نصیب ہوتا ہے یا وہ شہرت کی بلندی تک پہنچتی ہے تو کسی دوسرے کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر حفیظ تائب صاحب کی شخصیت میں گونا گو خصائل تھے وہ اپنے اوپر ہمیشہ دوسروں کو فوقیت دیتے تھے، ان چند کتب میں یا تو خالصتاً ادبی تنقید پر مشتمل اثاثہ ہے یا پھر کسی سے قلبی تعلق ہے جس کی بنا پر یہ کام پایا تکمیل کو پہنچے ہیں، ذیل میں ان کی مرتب کتب کا تعارف پیش خدمت ہے "پُن چھان" (۱۹۷۸ء) پُن چھان تنقیدی اور تحقیقی مقالات پر مشتمل کتاب ہے جو قطب مینار لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ایسے موضوعات پر تحقیقی اور تنقیدی بحث کی گئی ہے جس پر اس سے پہلے کسی نے کم ہی کام کیا ہو جب کہ ادب کی دنیا میں نقد و نظر پر تو بے شمار کام ہو چکا تھا لیکن اس انداز میں پنجابی زبان پر پہلی بار کام ہوا ہے۔ ممتاز محقق ڈاکٹر آفتاب نقوی "پُن چھان" کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "پُن چھان کی زبان کو معیاری پنجابی زبان قرار دیا جا سکتا ہے جو پاکستان میں عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے یعنی حفیظ تائب نے سرحد پار ہندی کے زیر اثر پروان چڑھنے والی پنجابی کو جو پنجابی کے ایک خاص گروہ

کی تنقیدی زبان ہے کو استعمال نہیں کیا، رنگارنگ موضوعات کے پیش نظر حفیظ تائب کی مخصوص تنقیدی زبان کی وجہ سے "پُن چھان" کو پنجابی نثر میں ایک گراں قدر اضافہ قرار دیا جاسکتا ہے۔"[۱]

"قطبی تارا" (۱۹۸۱ء) پیر فضل حسین فضل زمیندار ایجوکشنل ایسوسی ایشن گجرات کے معروف شاعر ہیں جو کہ پنجابی ادب میں اپنی پہچان آپ ہیں انھیں ادب کی دنیا میں پنجابی غزل کا بانی کہا جاتا ہے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب سے اپنے قلبی تعلق کے بارے میں کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں۔

"ایہہ وکھری گل اے کہ پیر ہوری مینوں اپنا عزیز دوست تے نکا بھرا سمجھیا شاگرد نہیں پر میں اوہناں نوں ہن تیک دلوں بجانوں استاد تسلیم کرناں۔"[۲]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب کی پنجابی نعت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ پنجابی کو نئی منزلوں سے آشنا کرنے والے پیر صاحب ہی ہیں۔

"پنجابی نعت" (۱۹۸۱ء) اس کتاب کے آغاز میں ایک تحقیقی مضمون "بسم اللہ" کے عنوان سے لکھا گیا ہے جس میں عہد باعہد پنجابی نعت کی تاریخی جھلکیاں نظر آ رہی ہیں، کتاب کے آغاز میں حفیظ تائب لکھتے ہیں:

"پنجابی شاعری دا مڈھ صوفیاں تے عالماں دے ہتھوں بجا جنہاں شروع شروع وچ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے اچے اخلاق، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دی سچی تعلیم، دین اسلام دے نین نقش شاعری راہیں لوکاں تیکر اپڑان دا آہر کیتا جہیڑے پاروں برصغیر وچ ان گنت لوکاں اسلام قبول کیتا۔ مڈھلی شاعری وچ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ، بابا رتن، بابا نانک، عبدی کودھن تے نوشاہ گنج دے نعتیہ شعر ملدے نیں۔"[۳]

اس کے بعد سترہویں صدی سے بیسوی صدی کے اہم شاعروں کا ذکر اور اُن کی تصانیف اور اُس دور کی مروجہ شعری اصناف کا بھی تعارف کروایا "نکی نکی پھُوہر" (شاعری، اکتوبر ۱۹۸۱ء) فیاض امید کے پنجابی گیتوں پر مشتمل یہ کتاب حفیظ تائب نے بڑی جانفشانی سے تلاش کر کے جمع کی یہ خاصیت حفیظ تائب کا ہی خاصہ رہی۔ اس کتاب کا دیباچہ بھی حفیظ تائب نے "فیاض امید تے اوہدے گیت" کے عنوان سے لکھا، اس کتاب میں شاعر کے ۴۵ گیت شامل ہیں جو ریڈیو پاکستان کی لائبریری سے لے کر کتابی شکل میں جمع کیے گئے ہیں۔ "میزاب" (مجموعہ نعت) (جنوری ۱۹۸۲ء)

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا آخری مجموعہ نعت جو اُن کی وفات کے بعد حفیظ تائب نے ترتیب دیا۔ حافظ صاحب کی شاعری کے بارے میں حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے فنی فکری جہتوں سے بھی پردہ اٹھایا حفیظ تائب میزاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"ان نعتوں میں نیاز و گداز بھی ہے، طلب و شوق بھی ہے، جزبہ و مستی بھی ہے، والہانہ عقیدت بھی ہے، سیرت کے خدوخال بھی ہیں قومی و ملی آشوب اور افغانوں کی جدوجہد کا عکس بھی ہے اور روح گرنبار کو ہلکا

---

[۱] حفیظ تائب، گل چیدہ، ص: ۲

[۲] ایضا، ص ۱۷

[۳] ایضاً، ص: ۵۳

کرنے (katharsis) بھی ہے اور غالباً یہی سے انھیں ان نعتوں کا عنوان "میزاب" سوجھا ہے جو نہایت فکر انگیز ہے۔"[1]

"گلِ چیدہ" (سلسلہ انتخاب حمد، نعت، اپریل ۱۹۸۳ء) اپریل ۱۹۸۳ء میں سیرت مشن پاکستان کے پلیٹ فارم سے سلسلہ انتخاب حمد و نعت چھپا، صفحہ اول پر بطور مدیر حفیظ تائب کا نام درج ہے۔ اس شمارے میں دس شعراء کی پانچ پانچ منتخب نعتیں شامل کی گئی ہیں، شعراء کرام کے ناموں کی ترتیب بلحاظ تاریخ پیدائش رکھی گئی ہے (یہ اس کتاب کی خاصیت ہے) تا کہ کسی کو اعتراض نہ ہو۔ "پیمان شب" (پیر نصیر الدین نصیر کا مجموعہ غزل، اپریل ۱۹۸۳ء) پیمانِ شب مجموعہ غزل اپریل ۱۹۸۳ء میں پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی جس کی ترتیب و تقدیم حفیظ تائب نے کی۔

"نقوش" (رسول نمبر، ۱۹۸۴ء) نقوش کا شمار مذہبی رسائل میں ہوتا ہے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ نعت کے ستمبر ۱۹۹۳ء کے شمارے کے لیے لکھا گیا مضمون "نقوش" کے رسول نمبر کے مشمولات کا مکمل جائزہ لیا ہے اس رسائل میں کئی ایک موضوعات شامل ہیں۔ "دیں ہمہ اوست" (اپریل ۱۹۸۶ء) فارسی زبان کا لفظ ہے جسے پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا اس کتاب کا پیش لفظ تقریباً ۵۰ صفحات پر مبنی ہے جو حفیظ تائب نے لکھا یہ اُردو، فارسی مجموعہ نعت ہے جتنا خوبصورت یہ کلام ہے اتنا ہی اس کا دیباچہ معلوماتی ہے حفیظ تائب نے عربی، فارسی اور اُردو میں لکھی جانے والی نعت کا پس منظر اور تاریخ کے اوراق کھنگالے ہیں۔

"کتابیاتِ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" (۱۹۸۸ء) حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو اپنی نعت کے ہر مطلع میں بڑی خوبصورتی سے سجایا ہے جس سے اُن کا مطالعہ سیرت کے ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، زیر تبصرہ کتاب "سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں پاکستان کے اندر ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۷ء کے دوران سیرت کے حوالے سے چھپنے والی کتب کی ایک جامع فہرست مصنف کا تعارف، کتاب کا نام، سن اشاعت، مقام اشاعت و پبلشرز کے ساتھ جمع کی گئی ہیں جو ایک قابلِ قدر علمی خدمت ہے "بہارِ نعت" (زندہ پاکستانی شعراء کی نعتوں کا انتخاب مع جائزہ) مئی ۱۹۹۰ء حفیظ تائب کا ترتیب دیا ہوا "بہار نعت" اہم نعتیہ انتخاب ہے اس کتاب میں شعراء کے کلام کو الف بائی کی ترتیب سے رکھا گیا ہے جس سے تقدیم و تاخیر کے اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کلاسیکی ادب اور نعت کے ارتقائی سفر کے قائد و رہنما تھے، کتاب میں "پاکستان میں نعت نگاری کی تحریک" کے عنوان سے مضمون میں رقمطراز ہیں:

> "ماضی میں دینی ذہن رکھنے والے خاص شعراء ہی نعت کہتے تھے۔ نعت گوئی کے مضامین فنی تجربات میں غیر معمولی توسیع ہوتی چلی گئی اور نئے طرز احساس کے ساتھ ساتھ نعت نگاری کے کئی نئے امکانات بھی سامنے آئے جن میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سینوں میں بیدار کر کے مثبت قوت بنانا، تزکار سیرت کے ذریعے اتباع خیر الانام کی ترغیب دلانا، اسوہ حسنہ اور تعلیماتِ نبوی کے بیان سے خوبصورت

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص: ۲۰

معاشرہ کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنا، اقدار خیر کا فروغ اور باطل نظریات کا رد، حضور ﷺ کی مثالی سیرت کے حوالے سے اپنے اعمال واحوال کا جائزہ لینا اور فکر اقبال کی روشنی میں خود شناسی، کائنات شناسی اور خدا شناسی کی منازل میں حضور ﷺ کی ابدی رہبری کو اجاگر کرنا جیسے کئی امکان شامل تھے۔"[۱]

"پنجابی دا قطبی تارا" (پیر فضل گجراتی دیاں ان چھپاں چیزاں، ۲۹ جنوری ۲۰۰۱ء) پیر فضل گجراتی کو پنجاب غزل کا غالب کہا جاتا ہے، حفیظ تائب انھیں اپنا استاد مانتے تھے اس کتاب میں پیر صاحب کے غیر مطبوعہ اور باقی ماندہ کلام اور تصنیف جس میں شخصی نظمیں اور خطوط وغیرہ شامل ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں پیر صاحب نے مختلف دوستوں کو خطوط لکھے کچھ غزلیں، تحریریں بھی اس کتاب کا حصہ ہیں "قصیدہ بردہ شریف تے ترجمہ" (سید وارث شاہ ۲۰۰۱ء) قصیدہ بردہ شریف امام شرف الدین بوصیری کی شہرہ آفاق تخلیق ہے جس کا اصل نام "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" ہے اس کلام کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، حفیظ تائب کی مرتب کردہ یہ کتاب عربی کے صاحب اسلوب امام بوصیری کی تحریر کردہ ہے جو پنجابی زبان کے شیکسپیئر سید وارث شاہ کے ذکر اور منظومات پر مشتمل ہے، "کل پونجی" (شعری ۲۰۰۲ء) بشیر منذر حفیظ تائب کے قریبی دوستوں میں سے تھے "کل پونجی" بشیر منذر کا کل تخلیقی سرمایہ ہے جسے تائب صاحب نے اُن کی وفات کے بعد ترتیب دیا اس میں اُن کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ حفیظ تائب اپنے دوست بشیر منذر کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حمد ہووے یا نعت، کافی ہووے یا سلام سب وچ بشیر منذر دا خاص اپنا درداں نال مہکدا ہویا نرم تے کومل انداز نمایاں اے جہیڑا اوہدے وڈے شاعر تے نعت گو ہون دا ثبوت اے۔"[۲]

"ارتباط" (اُردو کلیات ۲۰۰۲ء) زیر تبصرہ کتاب "ارتباط" کو بھی حفیظ تائب نے بشیر منذر کی وفات کے بعد ترتیب دیا یہ کتاب سن ۲۰۰۰ء میں القمر انٹر پرائز سے شائع ہوئی کل پونجی اُن کا پنجابی مجموعہ کلام ہے اور ارتباط اردو مجموعہ کلام، جس میں اردو نعت، غزل اور نظم شامل ہے، حفیظ تائب نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے (ا) نیاز (حمد، نعت، سلام)، (ب) شاخ در شاخ (ج) چاند رات (نظم، گیت)، حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ ۸۰ اُردو پنجابی مقالات تحریر کیے ہیں، زیر ترتیب کتابیں مقدمات کتب اور تحقیقی مقالات کے علاوہ اُن کی تخلیقی، تحقیقی، تنقیدی اعزازی اور دوسری ۳۰ اور نثر و نظم پر مشتمل کتابیں زیر ترتیب ہیں، بحیثیت پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، شعبہ پنجابی (۱۹۷۶ء۔۲۰۰۳ء) اُن کے زیر نگرانی ۱۲ طالب علموں نے ایم اے کے مقالات لکھے ہیں۔

---

[۱] محمد، سرور حسین "نعتیہ ادب میں حفیظ تائب کی علمی، ادبی تحقیقی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ" شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور پاکستان، تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل، (۲۰۱۳ء۔۲۰۱۵ء) ص، ۳۹۸

[۲] ایضاً، ص: ۴۰۳

خلاصۂ کلام:

اس فصل میں حافظ مظہر الدینؒ اور حفیظ تائبؒ کے علمی کام کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے پہلے حصے میں حافظ مظہر الدینؒ کے علمی قدو قامت کا ذکر کچھ اس انداز میں ہے کہ حافظ مظہر الدینؒ نے اپنی حیات مبارکہ میں علمی کام کا آغاز نثر سے کیا اور پھر غزل و نظم کے حوالے سے ایک کتاب ترتیب دی۔ قیام پاکستان کے دوران ہجرت کے مصائب سے دل گداز ہوا تو دو کتابیں قومی نظموں پر لکھ ڈالیں، اس کے ساتھ ساتھ اخبارات میں کالم نگاری کا سلسلہ بھی چلتا رہا، آخر میں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ نعت نگاری میں Serve کیا۔

مبحث دوم حفیظ تائبؒ کے علمی کام سے متعلق ہے۔ جس میں حفیظ تائبؒ کے علمی کام کو بیان کیا گیا ہے، حفیظ تائبؒ نے اوئل عمر میں ہی نعت لکھنا شروع کر دی آپ نے اُردو اور پنجابی میں نعتیہ کلام لکھا، تقریباً چار مجوعے اُردو اور ایک پنجابی زُبان میں حمد و نعت کے ترتیب دیئے، آپ مناقب نگاری میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے جو کہ ایک کتاب کی صورت میں موجود ہے اس کے علاوہ غزلیات اور قومی نظموں سے Related بھی کتابیں لکھیں، حفیظ تائبؒ نے تحقیق و تدوین اور تنقید نگاری پر بھی کافی کام کیا جو کہ ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

باب دوم

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

زمان و مکاں کے بدلتے ہوئے ادوار میں حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کے نئے پہلو اور امکانات سامنے آئے، تو سرکار دو عالم ﷺ کے حوالے سے تہذیبی، سماجی، تمدنی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت آشنا ہوتے چلے گئے، آج کے دور میں شاعروں کے ہاں نت نئے موضوعات جنم لے رہے ہیں۔ نعت میں سرکار ﷺ کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ ﷺ کی حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات و معمولات کے تذکار، شخصی واردات و کیفیات کے بیان، قومی و ملی مسائل کا ذکر اور انسانی و آفاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوں کو ایک قرینہ اور سلیقہ سے اپنے اندر جذب کر لیا ہے، نعت گو شاعروں نے جن مضامین نعت کو اپنے نعتیہ اشعار میں کثرت سے استعمال کیا ہے، اُن میں آپ ﷺ کی ذات مطہرہ، صفات بابرکات، تعلیمات، غزوات، معجزات اور بنی نوع انسان پر آپ ﷺ کے احسانات کی صورت میں مستعمل ہیں۔ ان موضوعات کا نعت میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے، آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کے سبب سے نعت گو حضرات نے حضور پُر نور ﷺ کے نعلین پاک، لعاب دہن، پسینہ مبارک، اور نقشِ پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا ہے۔ اسی طرح سے مدینے کی گلیاں، بازار، روضہ اقدس کی جالیاں، مسجد نبوی کے منار، گنبد خضرا، مواجہ شریف، جنت البقیع اور محبوب کے در کی خاک کو بھی آنکھوں کا سرمہ بنا کر نعت کے مضمون میں سمو دیا، آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع مدح رسول ﷺ سے پھیل کر کائنات کے تمام مسائل کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ نعت کا موضوع ارتقاء پذیر اور بتدریج بڑھنے والا موضوع ہے۔ بقول حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ:

> ”نعت میں ملی آشوب کے حوالے سے التماس دُعا اور طلبِ رحمت کا رواج پہلے ہوا مگر رفتہ رفتہ آشوبِ عصر اور آشوبِ فرد جیسے پیچیدہ موضوعات بھی نعت کا حصہ بنتے گئے۔ مادیت، عقل پسندی اور فلسفہ پسندی کے دھندلکوں میں نعت کے ذریعے روحانیت، ایمان اور ایقان کی شمعیں روشن کی گئی۔ نعت نگاری کے نئے امکانات سے عشق رسول ﷺ کو سینوں میں بیدار کر کے مثبت قوت بنانا تذکار سیرت کے ذریعے خیر الانام ﷺ کی ترغیب دلانا، اسوہ حسنہ اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کے بیان سے خوب صورت معاشرے کے قیام کے لیے راہ ہموار کرنا، اقدار خیر کا فروغ اور باطل نظریات کا رد، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثالی سیرت کے حوالے سے اپنے احوال و اعمال کا جائزہ لینا اور فکر اقبال کی روشنی میں خود

شناسی، کائنات شناسی اور خدا شناسی کی جملہ منازل میں حضور ﷺ کی ابدی رہبری کو اجاگر کرنا جیسے مضامین نعت میں شامل کر کے اسے زندگی سے پوری طرح ہم آہنگ کر دیا گیا ہے۔"[۱]

نعت میں یہی صورت موضوعات اور مضامین کی ہے یعنی ہر موضوع یا مضمون جو بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کی ذات، سیرت یا صفات کے حوالے سے نعت میں شامل ہو جائے وہ نعت کا موضوع ہو گا۔ در حقیقت نبی رحمت ﷺ کا حوالہ ایسا مقناطیسی آلہ ہے جسے مس کرنے والا ہر موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ نعت متنوع موضوعات اور رنگا رنگ مضامین کی حامل صنف ہے۔ اس باب میں ہم حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام کا موضوعاتی مطالعہ کریں گے۔

[۱] صبیح رحمانی، اردو نعت کی شعری روایات (کراچی: کتاب مارکیٹ، جون ۲۰۱۶ء) ص: ۶۰۹

فصل اول

حافظ مظہر الدین کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

فصل اول

حافظ مظہر الدین کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

۱- ظہورِ قدسی سے پہلے:

محسنِ انسانیت، سرور کائنات، فخر موجودات امام الانبیاء نبی کریم ﷺ سے پہلے کیا کیا باتیں تاریخی طور پر موجود تھیں۔ معاشرہ کس طرح کا تھا لوگوں کا طرز زندگی کیسا تھا، اُن کے عقائد، عبادات، معاملات، حالات، کس قسم کے تھے کہ جس میں نبی کریم ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا، آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ مشہور مصنف علامہ راشد الخیری ظہورِ قدسی کے ماحول کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

> "زمانہ کے اوراق وقت کے ہاتھوں میں ادلتے بدلتے رہے رنگ بدلہ، وقت گزرا، صدیاں بیتیں اور عمر کا مسافر کہیں کا کہیں پہنچا، ارض مقدس کی گمراہی نے نیک و بد کی تمیز اُٹھا دی، خانہ کعبہ بتوں سے پٹ گیا خدا کی پرستش صفہ قلب سے مٹ چکی ہے، ہر سمت سے ہر جگہ سے ہر محلہ اور بازار سے شرک کی صدائیں بلند ہوئیں، عرب کی وہ سرزمین جو انبیاء کا گہوارہ تھی جس نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبروں کو بوسہ دیا نفس کا شکار ہو گئی، قتل و خونریزی کے بازار گرم ہیں، اخلاقِ انسانی کے شاداب پھول تباہ و تاراج ہو چکے ہیں اور دنیا اس نازک گھڑی سے ہم آغوش ہیں جس میں لوٹ مار اور ظلم و ستم شیوہ انسانیت ہے۔" [۱]

حافظ مظہر الدین اسی ماحول کو اپنے ان اشعار میں کچھ اس طرح سے سموتے ہیں:

آدم کو جب وجود کا خلعت ملا نہ تھا — نورِ خدا سے نورِ محمد جدا نہ تھا
عالم تمام مطلعِ نور وضیاء نہ تھا — جب تک ظہورِ ماہِ رسالت ہوا نہ تھا
اپنے خدا سے کوئی بشر آشنا نہ تھا — منزل نہ مل سکی کہ کوئی راہنما نہ تھا [۲]

انبیاء کو تھی امام انبیاء کی آرزو — کارواں کو اِک امیر کارواں درکار تھا

[۱] علامہ، راشد الخیری، آمنہ کا لعل (لاہور: اسلام بک ڈپو، ستمبر ۲۰۰۴ء)، ص:۸،۹
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۷۷

عشق کو مطلوب تھا اک پیکرِ حسنِ جمال　　　عشق کو قلب و نظر کا امتحاں درکار تھا[۱]

تیری آمد کی مبشر ہیں زبور و انجیل　　　تیری تصدیق میں نازل ہوا قرآن حکیم
لب داؤد پہ نغمے تیری زیبائی کے　　　دل ایوب و ابراہیم میں تیری تکریم[۲]

حافظ مظہر الدین اپنے اشعار میں بتارہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے بنی نوع انسان زندہ تو تھے مگر اُن میں زندگی نہ تھی۔ ہر طرف ظلم وستم کا دور دورا تھا جب کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء کرام تشریف لاتے رہے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے مگر وقتی طور پر کچھ تبدیلی رونما ہوتی کہ پھر انسانیت گھٹاٹوپ اندھیروں میں کھو جاتی، ان اندھیروں میں کچھ نیک روحوں کو آپ ﷺ کی آمد کا انتظار تھا۔

حافظ صاحب کے آخری اشعار میں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے تلمیح لی گئی ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ[۳]

حافظ صاحب اپنے ان اشعار میں اُس دور کے حالات کو بڑی باریک بینی سے قلم بند کر رہے ہیں اور قرآنی آیات کو اپنے اشعار کی زینت بنارہے ہیں، جو کہ لائق تحسین ہیں۔

۲- ظہورِ قدسی ﷺ:

کیسا مبارک ہے وہ وقت جس میں اللہ کے پیارے، دلبر، محبوب حضرت محمد مصطفی ﷺ جلوہ آفروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان گھڑیوں کو قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے سعادت کا باعث بنادیا اور کیسی خوش بخت ہے وہ امت جو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال اور سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کے بابا پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں سرورِ کونین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت باسعادتِ مبارکہ کا منظر نامہ یوں بیان کرتے ہیں کہ دلوں میں روشنی کے چراغ جلنے لگتے ہیں، خزاں میں بہار آجاتی ہے، ہوائیں لہراتی نغمے گاتی مسرت سے جھومتی ہیں۔

> "ربیع الاول کا ماہ مبارک تھا، دو شنبہ کا دن تھا اور صبح صادق کی چمکتی ہوئی سہانی گھڑی تھی رات کی خوفناک سیاہی ختم ہو رہی تھی اور ہر طرف اُجالا پھیلنے لگا تھا جب سردار مکہ حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیوہ ہو جانے والی عظیم بہو کے گھر میں وہ رحمتوں اور سعادتوں سے مزین ومنور ولد صالح، نور پاک کا ظہور ہوا جس کے نورانی مکھڑے اور دلربا چہرے نے اپنی غمزدہ والدہ کو خوشیوں سے معمور کر دیا، ماں کے قلب وجگر نور علی نور ہوگئے، خوشیاں مسکراہٹ بکھرنے لگیں حضرت سیدنا

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۱۱

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۹۵

[۳] القرآن، الاعراف ۷: ۱۵۷

عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کنبہ جگمگانے لگا جہاں غموں اور دکھوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے وہاں امید سحر پیدا ہو گئی، چراغ محبت جلنے لگے، ٹوٹے دل جڑنے لگے، حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں صحنِ کعبہ میں عبادت کر رہا تھا میں نے بتوں کو سجدہ کرتے دیکھا بت سربسجود ہو کر گر پڑے دیوار کعبہ سے صدا آ رہی تھی محمد مصطفیٰ ﷺ آ گئے، مختار نبی آ گئے، ان کے ہاتھوں کفر کا خاتمہ ہو گا کعبہ بتوں سے پاک ہو گا وہ نبی اللہ کریم کی عبادت کا حکم دے گا۔[۱]

تمنا تھی خلیلؑ اللہ کے دل میں اُن کی بعثت کی   مبشر تھا مسیحِ ابنِ مریمؑ ان کی آمد کا[۲]

آ گئے حضرت ﷺ کہ جلووں کو جہاں درکار تھا   ظلمتوں میں آفتابِ ضوفشاں درکار تھا[۳]

اے دلِ مضطر ٹھہر، اے حسرت دل سجدہ کر لو   مبارک ہو درِ خیر الوریٰ بھی آ گیا
جلوہ حق نے کیا آ کر اُجالا چار سو   جب بڑھی ظلمت تو پھر نور خدا بھی آ گیا[۴]

محبوب خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاول کے   قربان ربیع الاول کے، قربان ربیع الاول کے
یہ ماہ مبارک لایا ہے سرکار ﷺ کی آمد کا مژدہ   میرے سینے میں رقصاں ہیں طوفان ربیع الاول کے[۵]

ظہور قدسی سے مراد نبی کریم ﷺ کا اس دنیا میں قدم رنجہ فرمانا ہے۔ آپ کی پیدائش کے ماحول کو بیان کرنا ہے اس پر بہت سے شعراء کرام نے اشعار لکھے ہیں تصانیف تحریر کیں اور اپنی دنیا و آخرت کو منور کیا حافظ مظہر الدین نے ان مضامین کو اپنے ان اشعار میں ذکر کیا ہے یہ اشعار زبان زد عام ہیں۔ لوگ ان کو میلاد کی محافل میں پڑھتے ہیں اور یہ ان کا خاصہ ہے حافظ صاحب اپنے ایک شعر میں بتاتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضور ﷺ کی آمد کے لیے دعا مانگی تھی اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنی اُمت کو آپ ﷺ کے آنے کی اطلاع دی تھی اور ایک دوسرے شعر میں بتا رہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے آنے سے ہی ظلم و ستم کے بادل چھٹنے تھے، آپ ﷺ کی ولادت پاک ربیع الاول کو بطور خاص زیر بحث لائے ہیں۔ اس کی برکات کو لوگوں نے ذکر کیا ہے اور اس سے مردہ دل زندہ ہو گئے۔ اللہ کے ذکر سے شاد ہو گئے۔

---

[۱] الازہری پیر، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ربیع الاول ۱۴۲۰ھ) ج:۲، ص:۲۷

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۴۷

[۳] ایضاً، ص:۱۰۱۱

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۶۱

[۵] ایضاً، ص:۵۸

۳-جمالِ مصطفیٰ ﷺ

سرورِ دو جہاں ﷺ خدا کا حُسن انتخاب بھی ہیں اور انتخاب لاجواب بھی ہیں۔ وہ کائنات کا حُسن بھی ہیں اور کائنات بھی ہیں، امام الانبیاء خیر الوریٰ، سرورِ لولاک رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا حُسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کو دور سے دیکھتا وہ مبہوت ہو جاتا اور جو نزدیک سے دیکھتا تو مسحور ہو جاتا یہ چہرہ مبارک والضحیٰ ٹھہرا تو کہیں زلف مبارک کو والیل کہہ کر پکارا گیا آپ ﷺ تمام حسینوں کے حسین ہیں کہ جس راستے سے بھی گزرتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے پہچان لیتا کہ یہاں سے سرکارِ مدینہ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ جسٹس پیر کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں لکھتے ہیں:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
نظارہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است [۱]

یعنی سر مبارک سے لے کر قدم ناز تک جدھر جدھر بھی نگاہ پڑتی جسم کے ہر ایک حصے کا بانکپن یہی کہتا ہے کہ صرف مجھے ہی دیکھتے رہو اور صرف میرے حسن وجمال میں ہی کھوئے رہو۔ اس منظر اور زیبائی کو جو دیکھتا سو جان سے قربان ہونے لگتا دوست، دشمن اپنے اور بیگانے میں کوئی فرق باقی نہ رہتا جسمانی خوبصورتی کے علاوہ قلبی طہارت روحانی پاکیزگی کے باعث رخ انور پر انوار و تجلیات کی ہمہ وقت بارش برستی رہتی تھی اس نورانیت سے متاثر ہو کر اُم معبد کی زبان سے بے ساختہ نکلا تھا، جبینِ سعادت چمک رہی ہے اور چہرہ نور سے دمک رہا ہے، حسنِ مصطفیٰ ﷺ وہ پیکر حُسن تھا جس میں کمال کشش کے ساتھ ہیبت و وقار کی حسین آمیزش تھی، نہ فرطِ جلال سے آنکھیں اُٹھ سکتی تھیں نہ کششِ جمال کے باعث دل کو یارائے صبر و قرار تھا اسے دیکھ کر کہنا ہی پڑتا تھا: "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾" [۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جمال مصطفیٰ ﷺ کا کس طرح سے اظہار کرتے ہیں ان کے ذوق کا مطالعہ ان اشعار سے کرتے ہیں۔

آؤ، کہ ذکر حسنِ شہہ بحر و بر کریں — جلوے بکھیر دیں شبِ غم کی سحر کریں
جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اُسے — جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں [۳]

اُن کا جمال غیرتِ صد جبرئیل ہے — اُن کا جمال، مثلِ جمالِ بشر کہاں
گھبرا نہ میری نظم مرصع ہے گر طویل — افسانہ اُن کے حُسن کا ہے مختصر کہاں [۴]

---

[۱] نظیری نیشاپوری، دیوان اشعار "غزلیات". https:ganjoor.net/simi; accessed: January 20, 2024.

[۲] القرآن، المؤمنون ۲۳: ۱۴

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص: ۹

[۴] ایضاً، ص: ۲۰

لے کے رُخسارِ شہہ ﷺ سے اثر چاندنی　　ضُو لٹاتی ہے شام و سحر چاندنی
کہکشاں اُن کے قدموں کی اِک دُھول ہے　　میرے خواجہ ﷺ کی ہے راہ گزر چاندنی[۱]

حُسن اُن کا ہے فروغِ چہرہ لاہوتیاں
نور اُن کا جلوہ گر حُسنِ مہِ کامل میں ہے[۲]

تصور بھی سرور افزائے دل ہے سنگِ اسود کا
کہ اس پر ثبت ہے بوسہ لبِ لعلینِ احمد ﷺ کا[۳]

اُن کا رخِ پُر نور، ضیا بار رہے کتنا
پوچھوں گا کسی روز یہ خورشید و قمر سے[۴]

وہ کیا جانیں کہ کیا ہے شاہ دیں کا قامتِ زیبا
جو میرے سامنے ذکرِ قدِ شمشاد کرتے ہیں[۵]

کیا مبارک ہیں لبِ معجز نمائے مصطفی ﷺ
ہے اجابت، طالبِ حرفِ دعائے مصطفی ﷺ[۶]

تجھ کو بخشی ہے اللہ نے جو دلبری　　اس کا مفہوم سمجھے ہیں ہم تو یہی
حُسن کو ہو تمنا ترے شہر کی　　عشق رقصاں تری رہگزر میں رہے[۷]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص: ۸۴،۸۳

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۱۵

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۴۶

[۴] ایضاً، ص:۹۶۰

[۵] ایضاً، ص:۱۰۷۷

[۶] ایضاً، ص:۱۰۰۶

[۷] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۵۱

اے کہ زلفوں سے تری عشق کی شامیں روشن　　　　اے کہ چہرہ ہے ترا صبحِ درخشانِ جمال[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم افضل الصلوۃ واطیب التسلیم کے خداداد حسن وجمال کے بارے میں دو یا دس لوگوں کی رائے نہ تھی بلکہ ہر وہ شخص جس کو قدرت نے ذوقِ سلیم کی نعمت سے نوازا ہوتا وہ ایسے ہی حسنِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلربائیوں سے مسحور ہو جایا کرتا تھا حافظ مظہر الدین نے اپنے ان اشعار میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا ذکر سن کے جبرئیلؑ کو بھی غیرت آتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا تذکرہ چھیڑ جائے ہر غم کی سحر ہو جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ کر چاند کی چاندنی بھی شرمانے لگتی تھیں اور کہکشائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کی دُھول تھیں۔

۴-اُمی لقب صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے صفاتیہ میں سے ایک لقب "اُمی" بھی ہے چونکہ یہ ایک عربی لفظ ہے اس لیے ہمیں عربی لغت سے ہی اس کا معنی تلاش کرنا چاہیے، اُمی لفظ کا ایک معنی "اصل" ہے، اُمی کا دوسرا معنی "اُم القریٰ" ہے جو کہ مکہ مکرمہ کا ہی دوسرا نام ہے، اُمی کا ایک معنی ہے جو "لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو"[۲] اور قرآن کریم میں لفظ امی کا استعمال متعدد مرتبہ آیا ہے۔ "اُمی" ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم و شان صفتِ مبارکہ ہے اللہ رب العزت نے خود اپنے محبوب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفتِ مبارکہ سے سرفراز فرمایا، قرآن پاک کی سورہ اعراف میں ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ[۳]

"(یہ وہ لوگ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمی ہیں، جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گنجینہ اسرار ہے سرکار کا سینہ
جبرئیل بھی سیراب ہوئے اُمی لقب سے[۴]

یہ فیضان ہے ایک اُمی لقب کا
کہ مظہر کا رنگِ بیاں محترم ہے[۵]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۶۷

[۲] مولانا وحید الدین قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید عربی اردو لغت "ام" (کراچی: ادارہ اسلامیہ، ۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء)، ص: ۱۳۵

[۳] القرآن، الاعراف۷: ۱۵۷

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۴

[۵] ایضاً، ص:۶۱

بھولی ہے نہ بھولے گی فصیحان عرب کو
اعجاز نمائی تری شیریں سخنی کی[۱]

امی لقب و نکتہ ور و درِ یتیم — کیا کیا ہیں جہاں پر ترے احسانِ عظیم
تو فیض رسانِ لبِ جاں بخشِ مسیحؑ — تو جلوہ فشانِ یدِ بیضائے کلیمؑ
ہے تیری عطا نغمہ داوٗدؑ کی لے — ممنوں ترے جملہ رسولانِ قدیم
ہے تیری ضیاء دیدہَ یعقوب کا نور — ہے حسن ترا یوسفِؑ مصری کا ندیم[۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار میں تزکرہ کر رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اُمی ہیں کہ جن کے سینہ اطہر میں دونوں جہاں کے راز پوشیدہ ہیں نہ صرف اس جہاں کے لوگ سیر اب ہوئے بلکہ جبر ئیلؑ نے بھی استفادہ حاصل کیا اور خود اُن پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے اور فیضان ہے جو اُن کی مدح سرائی کے قابل ٹھہرا۔

۵۔ نطقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ گفتگو انتہائی دھیما، پُر کشش اور باوقار ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں ادب کی چاشنی ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاموش رہتے تو باوقار معلوم ہوتے اور جب گفتگو کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے، حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے کہ سننے والا اُسے یاد کر لیتا اور غمگین دل قرار پالیتا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید لکھتے ہیں:

"کلامِ عرب میں فصیح ترین کلام، کلام الٰہی ہے اور اس کے بعد فصاحت و بلاغت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مقام و مرتبہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افصح العرب ہونے کا اولین سبب تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بنو ہاشم میں پیدا ہوئے اور قریش میں نشو و نما پائی، دوسرا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت و تر بیت بنو ہوازن میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ میں ہوئی یہ قبیلہ اپنی فصاحت و بلاغت کے حوالے سے مشہور تھا۔ کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال بنو زہرہ سے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنو اسد سے تھیں یہ قبائل بھی فصاحت و بلاغت میں نمایاں مقام رکھتے تھے، تیسرا سبب یہ ہے کہ اللہ کا آخری کلام قرآن کریم عربی مبین میں نازل ہوا۔"[۳]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ؕ‏ ﴿۳﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۙ‏ ﴿۴﴾[۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۹۳
[۲] ایضاً، ص:۹۴
[۳] پروفیسر، محمد اقبال جاوید، انتخاب نعت (کراچی: نعت ریسرچ، ۳۰ اکتوبر، ۲۰۲۰ء)، ص:۷۶
[۴] القرآن، النجم ۵۳: ۳، ۴

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو انھیں کی جاتی ہے۔"

حدیث مبارکہ میں ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا؟، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.)) [۱]

"حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:"میں رسول اللہ ﷺ سے جو بھی بات سنتا تو اسے یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا، چنانچہ قریش نے مجھے اس سے روکا بھی تھا میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: تم ہر بات لکھ لیا کرو اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، حال جیسا بھی ہو اس منہ سے حق کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا۔"

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کی تائید میں حافظ مظہر الدینؒ نے اس مضمون کو کمال پیرائے میں ان اشعار میں تبدیل کیا ہے۔

حق کی عظمت کا زندہ نشاں بن گئی　　تو نے جو بات کی، داستاں بن گئی
اب سمجھنا ہے آسان قرآن کو　　شارح وحی تیری زباں بن گئی [۲]

سبق ہے یاد مجھ کو آج بھی "الفقر فخری" کا
بحمد اللہ ہے میری خوئے درویشانہ برسوں سے [۳]

شارحِ قرآں، زبانِ سرورِ دیں بن گئی
مقصد و مفہومِ وحی آسماں درکار تھا [۴]

---

[۱] ابوداود سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی کتاب العلم، رقم الحدیث:٣٦٤٦

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۴۱

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۶۳

[۴] ایضاً، ص: ۱۰۱۲

ترجماں نطقِ لبِ جبریل کی، تیری زباں　　　تیرا دل گنجینۂ اسرارِ رب العالمیں
حکم تیرا، حکم داور، فعل تیرا فعلِ حق　　　قول تیرا موجِ کوثر، بات تیری انگبیں[۱]

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں
"قُل" کہہ کے سُنی بات بھی اپنی تیرے لب سے[۲]

حافظ مظہر الدین کے یہ خوبصورت اشعار نبی محترم ﷺ کی گفتگو مبارک کا احاطہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کے لبِ مبارک کی جنبش سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے تھے۔ بے قراری کو قرار آجاتا تھا، خالقِ حقیقی بھی اپنی بات آپ ﷺ کے لب مبارک سے سنتے تھے، حافظ صاحب اپنے ایک شعر میں کہتے ہیں کہ قرآن تو عربی زبان میں نازل ہوا مگر اس کی تفسیر آپ ﷺ کی ذات اقدس تھی، چنانچہ آپ ﷺ کے کلام پر کلام اللہ کی چھاپ نمایاں ہے۔

۶-درس مساوات

حضور نبی رحمت ﷺ سراپا مکارم اخلاق تھے، حضور اخلاق کریمانہ کی اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔ نبی رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہر طبقہ کے ہر فرد کے لیے ایسا روشن نمونہ ہیں کہ جس پر چل کر ربِ کریم کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے نمونہ اُس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی پیروی کی جائے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[۳]

"یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمھارے لیے بہترین نمونہ ہے۔"

قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ میں باعث تخلیقِ کائنات، فخر موجودات محمد عربی ﷺ کی حیاتِ پاک اور آپ کی بے مثل اسوہ حسنہ کو بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ ہر اُس شخص کے لیے جسے اللہ سے ملاقات اور روز حشر کے حساب و کتاب کا احساس ہو، حافظ مظہر الدین اپنے اشعار میں کچھ اس طرح سے لکھتے ہیں۔

ہے تیری نظر میں یکساں، عجمی ہوں یا حجازی
کہ ورائے این و آں ہے تیری شانِ دلنوازی[۴]

اے صورت و سیرت میں وحید و یکتا!　　　عظمت تری دشمن نے بھی کی ہے تسلیم

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۱۰۷۵

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۵

[۳] القرآن، الاحزاب ۳۳: ۲۱

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۵

دانش نے تری کھولے ہیں عقدے کیا کیا؟ حیراں ہیں تری فکر سے دنیا کے حکیم
میزان، تری طبع ہے خیر و شر کی معیارِ صداقت ہے ترا ذوقِ سلیم
تفریقِ من و تو کو مٹایا تو نے دی ہم کو مساواتِ عمل کی تعلیم[۱]

محسنِ انسانیت ﷺ نے ان اخلاقِ عالیہ پر کامل و اکمل عمل کر کے دکھایا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھے جانے پر راضی ہو جانا، امیر حمزہ کے قاتل کو معاف کر دینا، ہندہ کو عفو در گزر سے نوازنا، طائف کے سفر میں زخمی ہونے کے باوجود مشرکین کے لیے دعا دینا، ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کے نادم ہونے پر کمال شفقت سے پیش آنا، یتیموں اور بیواؤں کے سروں پر دستِ شفقت رکھنا، غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودنا اور پیٹ مبارک پر پتھر باندھنا، حضور نبی رحمت ﷺ کی خلقِ عظیم کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخِ عالم میں نہیں ملتی۔

۷-سراپا انوار ﷺ

اگر دنیا بھر کے درختوں کو قلم بنا دیا جائے سمندروں اور دریاؤں کے پانی کو سیاہی میں تبدیل کر دیا جائے اور تمام انسانوں کے ساتھ ساتھ جنات کو بھی ملا لیا جائے تو حضور سید الاولین والاخرین حضرت محمد ﷺ کے پیکر دل نشین کو آپ ﷺ کے حسن و جمال کی عظمتوں اور تابانیوں کو اگر لکھنا چاہیں اور لکھتے لکھتے فنا ہو جائیں اور روشنی ختم ہو جائے مگر پھر بھی ممکن نہیں کہ حضور ﷺ کے لا محدود حُسن کا آپ ﷺ کے سراپا کا احاطہ کر سکیں۔ سراپا انوار سے مراد حضور نبی رحمت ﷺ کا ظاہری حسن و جمال ہے جس کے بارے میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری "ضیاء النبی ﷺ" میں رقم طراز ہیں:

"جمال و جلال محمد رسول اللہ ﷺ کا تزکار ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بیکراں ہے جس کا احاطہ انس و ملک کسی کے بس کی بات نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی ایک کثیر جماعت نے اپنے محبوب مکرم کے سراپا کی رعنایوں کا ذکر بڑے ذوق اور شوق سے کیا ہے، سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مرشد و ہادی کا حسن بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو حضور ﷺ کو اچانک دیکھتا تھا وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو حضور ﷺ کے ساتھ میل جول کرتا تھا وہ حضور ﷺ کی محبت کا اسیر بن جایا کرتا تھا۔"

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں: "ابھی الناس واجملھم من بعید واحلاھم واحسنھم من قریب. حضور ﷺ کو جب دور سے دیکھا جاتا تھا تو حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے اور جب قریب سے آپ کو دیکھا جاتا تو حضور ﷺ کے حسن خداداد کی مٹھاس اور اس کی دلربائی دلوں کو فریفتہ کر لیتی تھی۔"[۲]

حافظ مظہر الدین نے حضور پُر نور ﷺ کے سراپا انور کو کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۵۷

[۲] الازہری پیر، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ، ربیع الثانی، ۱۴۲۰ھ) ج،۵، ص:۲۶۲-۲۶۶

جانے انھیں کس رنگ میں دیکھا ہے جہاں نے
مجھ کو تو وہ اِک نور کا پیکر نظر آئے[۱]

آئینہ جمال ہے صورت حق نما تری — پھیلی ہے کائنات میں چاروں طرف ضیا تری
ہے لبِ جبرئیل پر شام و سحر ثنا تری — غازہ روئے قدسیاں، تابشِ خاکِ پا تری[۲]

آدمؑ کو جب وجود کا خلعت ملا نہ تھا
نورِ خدا سے نورِ محمد ﷺ جدا نہ تھا[۳]

جب مہ و مہر کے جلوے تھے نہ تابندہ نجوم
ایسے عالم میں بھی تھا نورِ فروزاں تیرا[۴]

اِک تجلی ان کی میری قبر میں بھر دے گی نور — ظلمتوں میں کام آتی ہے، ضیائے مصطفی ﷺ
جب ماہ و کواکب تھے نہ یہ فرشِ زمیں تھا — اُس وقت بھی وہ نورِ مبیں، نورِ مبیں تھا

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اِن اشعار میں سرکارِ دوجہاں کے حسن و جمال کو یوں بیان کرتے ہیں کہ بظاہر تو سب سے پہلے حضرت آدمؑ دنیا میں تشریف لائے مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی آدمؑ کو مادی وجود ملا نہ تھا کہ حضور ﷺ کا نور ہزار ہا برس سے موجود تھا ابھی چاند سورج، زمین و آسمان، ستارے کچھ بھی نہیں تھے مگر حضور ﷺ موجود تھے اور ایک شعر میں اپنی عقیدت کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ نہ جانے لوگوں نے انھیں کیسے دیکھا مجھے تو وہ نور علی نور نظر آئے، اور جب وہ میری قبر میں تشریف لائے گئے تو اندھیری قبر بھی جگمگا اُٹھے گی ان شاء اللہ۔

۸-حاصلِ کائنات ﷺ

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ وجہہ کائنات بھی ہیں اور تخلیق کائنات بھی، حضور ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی، حضور ﷺ کا وجود مسعود کُل کائنات ہے۔ رب کریم نے قرآن پاک میں جابجا اس نعمت کبریٰ کا تزکرہ کیا ہے اور یہ کائنات اس

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۴۲
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۸۹
[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۴۷
[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۷۷

کی گواہی ہے، کائنات کی ایک ایک چیز میں آپ ﷺ کا جلوہ نظر آتا ہے، اگر میں یوں کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ کائنات کی ہر شے نے آپ ﷺ کے نور کا پیرہن اوڑھا ہوا ہے، سید مناظر احسن گیلانی نے خوب لکھا:

”ویسے آنے کو تو سبھی آئے سبھی میں آئے اور ہر جگہ آئے لیکن کمال ہے کہ ایک آنے والا ایسا بھی آیا جو ہمیشہ کے لیے وہ ہمیشہ کے لیے چمکا کبھی نہ ڈوبا، جب بڑھا تو پھر بڑھتا ہی چلا گیا، چڑھا تو چڑھتا ہی گیا وہ عظیم ہستی کل بھی اپنے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے پہچانی جاتی تھی، آج بھی پہچانی جا رہی ہے، انھیں کا نور ہے جو باسرور ہے، انھیں کا چراغ ہے جس کی لو بے داغ ہے۔“[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں:

محفلِ کونین کو رنگیں بنانے کے لیے
شاہکارِ ذہنِ خلاقِ جہاں درکار تھا[۲]

تھا فضائے لامکاں میں ضو فگن تیرا جمال
آدمِ خاکی ابھی تھا درمیانِ ماو طیں[۳]

کتنا وسیع دونوں جہاں کا ہے دائرہ
اس دائرے کے مرکز و محور حضور ﷺ ہیں[۴]

مصطفی ﷺ کا نام ہے، نامِ خدا کے ساتھ ساتھ
مصطفی ﷺ کی یاد ہے شامل، خدا کی یاد میں
اُن کے جلووں سے فروزاں ہے جبینِ کائنات
نور اُن کا ہے فضائے عالمِ ایجاد میں[۵]

کون و مکاں کی رونقیں جلوہ نما حضور ﷺ سے
مُطربِ صُبحِ نور کی لے ہے ترے ظہور سے
ہم نے سُنا تھا ایک دن سدرہ نشیں طیور سے
حسن ہے تیرے نور سے، عشق ہے تیرے نور سے[۶]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۲۴

[۲] مولانا، سید مناظر احسن گیلانی، النبی الخاتم ﷺ (کراچی: زم زم پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ۱۴۳۲ھ)، ص:۲۷

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، ص:۱۰۱۲

[۴] ایضاً، ص:۱۰۷۵

[۵] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۱۸

[۶] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۴۸

سید و سرور و قارِ حرم | عظمت کعبہ و دیار حرم
جلوہ گلستانِ لاہوتی | مظہر ذات، افتخار حرم
حسن تخلیق و باعث تخلیق | نازش دو جہاں، قرارِ حرم
نورِ افشان عالم موجود | رونق قبلہ، اعتبارِ حرم[۱]

اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی چیز بے کار پیدا نہیں کی پھر اس کائنات کو بنانے کا کوئی نہ کوئی تو مقصد و مدعا ہو گا اور وہ ہستی ہیں کائنات کا حاصل کائنات کا مدعا کائنات کا مقصود سرورِ دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذاتِ گرامی، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس دنیا کو خوبصورت بنانے کے لیے ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جس کے آنے پر سارے زمانوں میں روشنی آجائے اور ایک دوسرے شعر کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ صبح صادق جب پھوٹتی ہے وہ نور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے ایک دن ایک پرندے سے جو سدرہ کے مقام پر کہہ رہا تھا کہ حسن اور عشق کا نور بھی آپ ﷺ ہی ہیں۔

۹-رحمت عالم ﷺ

رحمتِ الٰہی! جس ہستی کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج سجا کر، رحمت للعالمینی کی خلعت فاخرہ پہنا کر آخری صحیفہ آسمانی کا امین بنا کر، کاروانِ انسانیت کا تا ابد خضر راہ بنا رہی ہے اُن کی رحمتِ عالم ﷺ کی شان کیا ہو گی، قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری "رحمۃ للعالمین" میں رحمتِ عالم ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی ﷺ کے لیے ہی ہوا، حضور کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا، ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قران کریم میں ارشاد فرمایا:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ[۲]

"میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔"

جب نبی کریم ﷺ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی نبوت بھی تمام عالمین کے لیے ہے، جس نے بندوں کو اللہ سے ملایا ہو، جس نے دل کو پاک، روح کو روشن اور دماغ کو درست اور طبع کو ہموار بنایا ہو، جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید و ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو، اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہو گا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہو گا؟[۳]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی رحمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص: ۱۳۷

[۲] القرآن، الاعراف ۷: ۱۵۶

[۳] قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین (فیصل آباد: مرکز الحرمین الاسلامی ستیانہ روڈ، اکتوبر، ۲۰۰۷ء) ج: ۲، ص: ۵۴۹

رحمت ہے اُن کی سارے زمانے کے واسطے
کچھ فرق و امتیاز حجاز و عجم نہیں [١]

پھیلا ہے دور تک، شہا، تیرے کرم کا سلسلہ
قریہ بہ قریہ، کو بہ کو، دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم [٢]

وہ ازل سے رحمتِ حق ہیں، ابد تک کے لیے
اللہ، اللہ! ابتدا و انتہائے مصطفی ﷺ [٣]

اب بھی مجھے سرکار کی رحمت کا یقیں ہے
کل بھی مجھے سرکار ﷺ کی رحمت پہ یقیں تھا [٤]

دونوں ہیں طالبانِ کرم، داد خواہ بھی
میں بھی ہوں ملتجی، میرا حال تباہ بھی

اے دل، یہ بارگاہ رسول کریم ﷺ ہے
نالہ بھی ہے قبول یہاں، اشک و آہ بھی [٥]

دے وسعتِ نگاہ مجھے، رحمتِ تمام
جلو وں کا اژدہام تری راہ گزر میں ہے [٦]

---

[١] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:١٠٥٣

[٢] ایضاً، ص:٩٨٩

[٣] ایضاً، ص:١٠٠٨

[٤] ایضاً، ص:١٠٢٦

[٥] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:١٠٤، ١٠٣

[٦] ایضاً، ص:٩١

زہے طالع کہ یادِ مصطفیٰ ﷺ میں آنکھ بھر آئے
خوشا قسمت کہ آنسو بن کے رحمت کا پیام آیا[١]

اے رحمتِ کُل، مرجع خاصانِ دو عالم
اے یوسفِ کونین، سلیمانِ دو عالم
کیا عرض کروں، طاقتِ گفتار نہیں ہے
سلطانِ امم، جراتِ اظہار نہیں ہے[٢]

اسی لیے تو گزرتی ہے بے نیازانہ
حضور ﷺ کا بھی کرم بے حساب ہے مظہر
سنا ہے ہم نے کہ رحمت ہے کارساز تری
حکایتِ غمِ دل ہے اگر دراز تری[٣]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں حضور ﷺ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تو کل جہانوں کے لیے رحمت ہیں یوسفؑ اور سلمانؑ کے لیے بھی رحمت ہیں میں عاجز بندہ آپ ﷺ کے سامنے کیا عرض کرے میری مجال کہاں، اور مجھے یقین ہے کہ ہر مشکل مرحلے میں تیری رحمت میری مدد کرے گی حافظ صاحب کہتے ہیں میرے غم زیادہ ہیں تو کیا غم حضور ﷺ کا کرم بھی بے حساب ہے، میری خوش نصیبی ہے کہ حضور ﷺ کی یاد میں آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں اور خوش بختی کہ وہ آنسو رحمت کا پیغام بن جاتے ہیں۔

۱۰- شفیع عاصیاں ﷺ

نال شفاعت سرورِ ﷺ عالم چھُٹ سی عالم سارا ھُو
حدوں بحد درود نبی ﷺ نوں جس دا ایڈ پسارا ھُو[٤]

محبوب رب العالمین ﷺ جب اس جہاں میں تشریف لائے تو رب ھب لی امتی کہتے ہوئے اور جب جا رہے تھے تو لب مبارک پر یہ ہی کلمات جاری تھے اُس ذات گرامی حضور بنی رحمت ﷺ کا ایک مقام و مرتبہ شفیع عاصیاں بھی ہیں یعنی گناہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے در حقیقت روز محشر آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کا دن ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر اور اُن کے امتی کوئی بھی شفاعت نہ کرواسکے گے سب کی نگاہیں سرور دو جہاں شافع محشر ﷺ کی طرف لگی ہوں گئی حضور ﷺ میدان محشر میں تشریف لا کر ہر اُس شخص کی شفاعت کروائے گئے جس نے شرک نہ کیا ہو گا۔ قاضی سلیمان نے اپنی کتاب "رحمۃ للعالمین" میں اس طرح سے تحریر کیا ہے، شفاعت شفع سے ہے، شفع کے معنی ہیں

---

[١] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۳

[٢] ایضاً، ص:۱۰۹

[٣] ایضاً، ص:۵۲

[٤] حضرت سلطان باہوؒ، عکس باہو (اسلام آباد: لوک ورثے کا قومی ادارہ، مارچ ۱۹۸۰ء)، ص:۴۶

ایک شے کو دوسری شے کے برابر جو اس کی جنس سے ہو شامل کر دینا، مسلہ شفاعت کفار عرب میں بھی مسلم تھا اور یہود و عیسائیوں میں بھی تسلیم کیا جاتا تھا، ہمارا ایمان ہے اور یہ ایمان قرآن و حدیث کے اخبار پر مبنی ہے کہ وہ شفیع سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ [۱]

"تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔"

مقام محمود ہی وہ مقام شفاعت ہے کہ جب نبی ﷺ اس مقام پر استفادہ ہوں گے تو جملہ اولین و آخرین حضور ﷺ کی تعریف کریں گے (تفسیر خازن) اس آیت کی تفسیر میں وہ حدیث صحیح موجود جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفسیر میں بروایت انس رضی اللہ عنہ درج کیا ہے:

((رَبِّي غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلاَ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا، أَمَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا بَلَغَنَا، أَلاَ تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلاَ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، نَفْسِي نَفْسِي، ائْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْتُونِي فَأَسْجُدُ تَحْتَ العَرْشِ، فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ)) [۲]

"جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت والے دن جمع کرے گا، تو اس وقت اُن کے دلوں میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی حضور میں کسی کو شفاعت کے لیے پیش کریں (تو خوب ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس جگہ سے نجات دے تو تب لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آدمؑ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا، لہٰذا آپ ہماری شفاعت کریں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تب لوگ میرے پاس آئیں گے اور میں اپنے رب سے اجازت حاصل کروں گا مجھے اجازت دی جائے گی پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا وہ جو کچھ چاہے گا میری زبان سے کہلائے گا، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ، کہیں آپ کی سنی جائے گی، مانگیں کیا مانگتے ہیں آپ کو دیا جائے گا شفاعت کرو، تمھاری شفاعت قبول ہو گی۔"

حافظ مظہر الدین شافع محشر کی شان اپنے اشعار میں کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

لب ہائے مبارک ہیں شفاعت کے پیامی چشمانِ مبارک ہیں نگہبانِ دو عالم

---

[۱] القرآن، الاسراء ۱۷: ۷۹

[۲] البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالي: إنا أرسلنا نوحا....، رقم الحدیث: ۳۳۴۰

محشر ترے اعجازِ شفاعت کا کرشمہ اِک موجِ تبسم تری غفرانِ دو عالم[١]

ہر لحظہ دعا ہے دلِ مجور کی رب سے آ جائے کوئی نامہ و پیغامِ عرب سے
محفوظ رہیں حشر میں ہم اُن کے سبب سے ہر پرسشِ اعمال سے، ہر قہر و غضب سے[٢]

ساقی تسنیم و کوثر، شافع روز جزا
کون ہے جز سرورِ عالم ﷺ سوائے مصطفی ﷺ[٣]

لاج رکھ لی، شفیع محشر نے
گو سبیلِ نجات کچھ بھی نہ تھا[٤]

شفیع عاصیاں ہیں جب محمد ﷺ
تو پھر اے دل، غم روز جزا کیا[٥]

مرے حضور ﷺ شفاعت کریں گے اُمت کی
کسی نبیؑ کو نہ جب تابِ گفتگو ہو گی[٦]

میرا قصور، میرے گنہ گرچہ کم نہیں
آقا شفیعِ روزِ جزا ہیں تو غم نہیں[٧]

شافع حشر، شفاعت کے لیے آ پہنچے ہم ابھی خواب سے بیدار نہ ہونے پائے

---

[١] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:١٠٩،١٠٨

[٢] ایضاً، ص:٥٤

[٣] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبریئل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:١٠٠٨

[٤] ایضاً، ص:١٠٣٠

[٥] ایضاً، ص:١٠٢٨

[٦] ایضاً، ص:١٠٤١

[٧] ایضاً، ص:١٠٥٢

پردہ رکھ لیجیے مظہر کا شفیع محشر! بس رسوا یہ گنہگار نہ ہونے پائے[1]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم وہ واحد ہستی ہے جو بروزِ قیامت گناہ گاروں کی شفاعت فرمائے گے اور وہ منظر کتنا دلفریب ہو گا کہ جب کسی نبی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کی جرءت نہ ہو گی اور رب کریم کی طرف سے ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور اپنی اُمت کی شفاعت تن تنہا کرے گے، سید محمد شریف الدین نیر سہروردی نے میدانِ حشر کی کیا خوب منظر کشی کی ہے کہ

گناہگاروں میں خود آ کے شامل پارسا ہوں گے
شفیعِ حشر جب دامانِ رحمت میں چھپائیں گے[2]

۱۱-معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

معراج صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا وہ خوبصورت واقعہ ہے جس کے بارے میں سیرت نگاروں اور محدثین نے دن رات ایک کر دیے تقریباً پچیس کے قریب ایسے صحابہ ہیں جنھوں نے اس کی تمام جزئیات پر بات کی ہے مگر قرآن پاک کی سورہ بنی اسرئیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا[3]

"پاکی ہے اسے جو رات کے ایک مختصر لمحے میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی۔"

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نفحات سیرت میں لکھتے ہیں:

"اس ارشاد باری تعالیٰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے جانے والے اس شرف کا ذکر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات میں ممتاز و منفرد مقام عطا کرتا ہے، "معجزہ" نبوت و رسالت کا وہ وصف ہے جو دلیل نبوت ہوتا ہے، اس میں قوت و مقدرت کی وہ شان موجود ہوتی ہے جو مخاطب کو عاجز کر دے۔ خالق کائنات اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آیاتِ قدرت دکھانا چاہتا ہے اور اس لطف خاص کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے تا کہ عظمت و رسالت بھی آشکار ہو اور بلندیوں کے سفر کی تحریک بھی ملے اس طرح کہ عرش نشین رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش قدم کو جادہ ہدایت تسلیم کر لیا جائے محب کو محبوب کے نشان بلند حوصلگی عطا کرتے ہیں۔ معراج رفعتوں کا امین، عظمت رسالت کا نقیب، عبدیت کی سرافرازوں کا نشان اور تسخیر کائنات کے لیے ایک تحریک ہے۔"[4]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۲۳،۱۰۱۹

[2] سید محمد شریف الدین نیر، مدحتِ مولائے کُل (اُردو کتاب گھر 'اُردو بازار لاہور، فروری ۱۹۹۸ء)، ص:۴۱

[3] القرآن، الاسراء۱۷: ۱

[4] محمد اسحاق قریشی، نفحاتِ سیرت (فیصل آباد، البغداد پرنٹرز جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ، ۲۰۱۳ء)، ص:۲۴۲-۲۴۸

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں[۱]

حافظ مظہر الدینؒ معراج النبی ﷺ کے مبارک سفر کو اپنے الفاظ میں کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

خدا ہی جانے کس انداز، کس ادا سے ملے
حضور ﷺ عالمِ بالا میں جب خدا سے ملے[۲]

کیوں نہ جاتے، منزلِ قوسین تک شاہِ امم ﷺ
تھی خدا کو بھی تمنائے لقائے مصطفیٰ ﷺ[۳]

حائل کوئی پردہ شب معراج نہیں تھا — بندہ حرم ناز میں مولا کے قریں تھا
یہ طُرفہ تماشا بھی سر عرش بریں تھا — وہ طالب دیدار تھا جو پردہ نشیں تھا[۴]

گئے تھے عالمِ بالا میں سرورِ کونین ﷺ
خدا کو بندے سے ملنے کی آرزو ہو گی[۵]

قاب قوسین کی منزل تھی محمد ﷺ کا مقام — رہ گیا سدرہ پہ جبرئیلؑ امیں آج کی رات
جس حقیقت کی نہیں فلسفہ دانوں کو خبر — اُس سے آگاہ ہیں اربابِ یقیں آج کی رات[۶]

شبِ معراج ترے کشفِ حقائق کے نثار — کھل گیا عقدہ ”لولاک لما“ آج کی رات
تیرہ بختوں کے مقدر کو بدلنے والے! — مجھ سیہ بخت پہ بھی چشمِ عطا آج کی رات[۷]

---

[۱] اقبال، بال جبرئیل بشمولہ: کلیات اقبال (اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع ہفتم ۲۰۰۶ء)، ص: ۳۶۴

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۹۶۴

[۳] ایضاً، ص: ۱۰۰۷

[۴] ایضاً، ص: ۱۰۲۵، ۱۰۲۴

[۵] ایضاً، ص: ۱۰۴۱

[۶] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص: ۷۸

[۷] ایضاً، ص: ۱۱۲

تنہا گئے حضورﷺ حریم جمال تک — جبرئیلؑ لا مکاں میں شریک سفر نہ تھا
دیکھا خدائے پاک کو حضرت نے بے حجاب — ہنگامِ دید کوئی حجاب نظر نہ تھا[۱]

حافظ مظہر الدین کہتے ہیں کہ حضورﷺ کو ربِ کریم کی طرف سے وہ شرف ملا جس پر تمام انبیاء کو ناز ہے مسجدِ اقصیٰ سے سدرہ تک جبرئیلؑ امیں ساتھ گئے اور اس سے آگے ایک ایسا مقام آیا کہ جو مقام محبوب تھا تنہا دیدارِ ہوا وہاں نہ کوئی بندہ تھا نہ معبود، حضورﷺ نے اپنے رب کا بے حجابانہ دیدار کیا اور آپﷺ کو عرش و فرش کی سیر کروائی گئی، جنت و دوزخ دکھلائے گئے پیغمبروں سے ملاقاتیں کروائی گئی، یہ سب رات کے کچھ پہر میں ہوا جس کے لیے عقل دھنگ اور دل و دماغ عاجز ہیں، مگر عشق سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔

۱۲-مقام مصطفیٰﷺ

مقامِ حبیبﷺ کیا ہے، خدا جانے یا اس کا حبیب، اس کا اندازہ لگانا یا بیان کرنا بشریت کی حدود سے باہر ہے، مقام مصطفیٰﷺ کو صفحہ قرطاس پر لکھنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ نہ ممکن ہے اس لیے ہم ڈاکٹر اسحاق قریشی کی کتاب "نفحات سیرت" سے مدد لیتے ہیں، علامہ اقبال فرماتے ہیں:

مہ و مہر و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر[۲]

خالق کائنات کے ارادے سے اس کائنات کو وجود ملا اور ارض و سماء کی یہ محفل آراستہ ہوئی، آنحضرتﷺ کی ذات گرامی انسانیت کی معراج ہے آپﷺ کے وجودِ اقدس میں ہر ممکن رفعت اور ہر متصور عظمت موجود ہے، آپﷺ بلندیوں کا نقطہ عروج اور شرافتوں کا مظہر اتم ہیں، آپﷺ ہی باعث تخلیق کائنات اور وجہ تزئین ہست و وجود ہیں آپﷺ ہی کے لیے ارشاد ہوا: "لو لا ک ما خلقت الافلاک۔"[۳]

"اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا نہ کرتا۔"

حضور اکرمﷺ جامع کمالات و حسنات ہیں آپ کے متعدد امتیازی اوصاف ہیں جن کے باعث آپ سب کے لیے وجہ افتخار بھی ہیں اور قابلِ تقلید اسوۂ حسنہ بھی ان امتیازی اوصاف میں معجزات کی کثیر تعداد بھی شامل ہے جو آپﷺ کے مقام کی عظمت کے نقیب اور متلاشیاں راہ ہدایت کی راست روی کے کفیل ہیں، حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی رحمتﷺ کے مقام و مرتبہ کو اپنے اشعار میں کس طرح سے سموتے ہیں، اس کا اندازہ ان کے نعتیہ کلام کے مطالعہ سے ہو گا حافظ صاحب کے چاروں نعتیہ کلام (تجلیات، جلوہ گاہ، بابِ جبرئیل اور میزاب) میں سے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص:۵۷

[۲] اقبال، ضربِ کلیم، بشمولہ: کلیات اقبال (اقبال اکادمی پاکستان لاہور، طبع ہفتم، ۲۰۰۶ء)، ص:۵۵۴

[۳] عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الکنوی، الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة (بیروت: دارلکتب العلمیه، ۱٤۰٥ھ) ج۱، ص٤٤

وہ کیا ہیں، کیا نہیں، یہ بحث تو وہم و گماں کی ہے
وہ ہیں نور خدا، یہ فیصلہ میرے یقیں کا ہے[۱]

کون لا سکتا ہے محبوبِ دو عالم ﷺ کی مثال
جب کہ ممکن نہیں دنیا میں جوابِ جبریل[۲]

دے کوئی سرور کونین ﷺ کی کس سے تمثیل
نہ کوئی ان کا مماثل ہے، نہ ہمسر، نہ مثیل[۳]

تیرے مقام کی رفعت کو پا نہیں سکتے
تصورات و خیالات، یا رسول اللہ ﷺ[۴]

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بارے میں مستشرقین نے بہت سی افوہیں پھیلائی، آپ ﷺ کی شخصیت کو آپ ﷺ کی ناموس کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے لیکن وہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہے گے اُن کے مقام اعلیٰ علیین کو سمجھنا انسانی عقل کا کام نہیں اسے تو صرف وہ ہستیاں ہی جان سکتی ہیں جنھوں نے عالمِ ارواح میں نورِ محمدی ﷺ کا درشن کیا ہے، لیکن میرا ایمان ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اللہ کا نور ہیں اور آپ ﷺ کی مثال بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا سوائے جبرئیلؑ کے حضور ﷺ کا مقام، مقامِ محمود ہے آپ ﷺ کی شان ورای الوری ہے سب نبیوں سے افضل اور سب سے برتر آپ ﷺ ہی کے لیے نبوت اور آپ ﷺ ہی کے لیے کائنات سجی ہے۔

۱۳-ختمِ نبوت ﷺ

خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ آخری پیغمبر، آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہے، آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا، آپ ﷺ نے آنا تھا اور آپ ﷺ آئے اور آپ ﷺ ہی قیامت تک قائم و دائم اور ہمیشہ رہیں گئے۔ اس پر بہت خوبصورت الفاظ میں ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں۔

نبی محترم ﷺ سلسلہ ءنبوت کے خاتم ہیں رسول معظم ﷺ کا پیغام ان الہامی تعلیمات کا نقطہ عروج بھی ہے اور آخری حوالہ بھی کہ نعمت تمام ہوئی، دین مکمل ہوا اور آپ کا لایا ہوا دین، رضاء خالق کا حامل ٹھہرا، اب کسی اور نوشتہ ہدایت کی

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۹۲

[۲] ایضاً، ص:۹۳۹

[۳] ایضاً، ص:۹۴۳

[۴] ایضاً، ص:۱۰۰۱

ضرورت نہ رہی کہ یہ ہدیت ہمہ جہت بھی ہے اور بے لاگ بھی، انسانیت کو اپنے سفر حیات میں ایسا رہنما میسر آ گیا جس کا اسوہ کامل بھی ہے اور حسن و جمال کا مرقع بھی، وہ وجودِ محترم جو معاند شہر مکہ کی پر خار راہوں سے بھی آشنا ہے اور لامکاں کے ہمہ آفتاب راستوں سے بھی آگاہ ہے، اسی وجود مکرم نے انسانی شعور کو آگاہی، روابط کو سلیقہ اور روش روش کو قرینہ عطا کیا ہے، عقائد کی راستی، سیرت کی استواری اور معاشرت کی خوش آدائیگی اُسی وجودِ معظم کی خیرات ہے قرآن حکیم جو خالقِ اکبر کا کلام ہے اور نبی آفاق ﷺ جو رب العالمین کے حبیب ہیں، نے خیال و لفظ کی بھی تطہیر کی اور عمل و کردار کی بھی، اسی لیے کسی اور راہنما اور کسی اور نوشتہ کی ضرورت باقی نہ رہی، اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمت للعالمیں[۱]

یہ تو تھا ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی نفحاتِ سیرت سے لیا ہوا ایک اقتباس اب دیکھتے ہیں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں کیسے ختمِ نبوت کو سموتے ہیں۔

انبیاء سارے تھے مجموعہ خوبی لیکن
دستِ قدرت کے وہ شہکار نہ ہونے پائے[۲]

بعثتِ خواجہ ہوئی بعدِ رسولانِ کرام
فیض ہو جائیں مکمل تو امام آتا ہے[۳]

صحنِ گلشن میں ہے اُن کی خوشبو — باغ عالم میں ہے نکہت اُن کی
جیسے درخشاں ہو ستاروں میں قمر — یوں ہے نبیوں میں نبوت اُن کی[۴]

صبحِ ازل اُن سے متجلی شامِ ابد اُن سے نورانی
آپ موخر آپ مقدم صلی اللہ علیہ وسلم[۵]

عقیدہ ختمِ نبوت ہمارا ایمان ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جب آچکے تو نبوت کا سلسلہ حضور پر نور ﷺ کی ولادت پر ختم ہو گیا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

---

[۱] ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، نفحاتِ سیرت، ص:۲۷

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۲۲

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۹۴

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۶۹

[۵] ایضاً، ص:۲۴

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ..... [1]

"محمد ﷺ تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں۔"

یہ آیت تطہیر ختم نبوت کو تفصیل سے بیان کر رہی ہے اس کے دو حصے ہیں پہلا حصہ میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور دوسرے حصے میں بتایا گیا ہے کہ تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں جس سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

۱۴-دیارِ رسولِ پاک ﷺ:

مدینہ منورہ وہ مقام ہے جس کی خواہش ہر مسلمان کرتا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں بن دیکھے جانے کو دل چاہتا ہے یہ وہ مقام ہے جس کا تذکرہ ہر مصنف کرتا ہے اور کیوں نہ کرے، کیوں کہ وہ نگری رب کریم کی محبوب ترین ہستی جو تمام جہانوں کے سردار ہیں ان کی آمجگاہ ہے۔ آغا شورش کاشمیری نے سفر نامہ حجاز میں کیا خوب لکھا سفر نامہ کا نام "شب جائے کہ من بودم" ہے، لکھتے ہیں:

> "اے کائنات ارضی کے خوبصورت سرتاج! اے خاتم الانبیاء کی آرام گاہ پاک اے کروڑوں انسانوں کو ایک انسان کی وجہ سے زندگی بخشنے والے! اے مدینۃ النبی، تو اللہ عزوجل کے انوار کا مرکز ہے۔ اے کلام اللہ کے ۸۶۴۳۰ کلمات اور تین لاکھ ۲۳ ہزار سات سو حروف میں سے مدنی آیتوں کی جائے نزول، اے اس آخری نبی ﷺ کے مدفن مبارک جس کی ذاتِ اقدس پر ۲۲ سال ۵ ماہ کے عرصہ میں ۶۶۶۶ آیتیں نازل ہوئیں، تو نے سب رسولوں کے رسول اعظم کو دیکھا، غایت اولیٰ کا دیدار کیا، تیرا وجود ہمیشہ رہے گا، فرشتے تجھ پر سلام بھیجتے ہیں درودوں کے تحفے لاتے ہیں، تو نے اسلام کو عزت اور تاریخ کو روشنی بخشی ہے، تو نے ادب کو ضوفشانی قلم کو طاقت، زبان کو فصیح اللسانی، اور فکر کو گہرائی اور گیرائی بخشی ہے ہم تیرے چاہنے والے ہیں، میری سوچوں نے اصحاب پاک کا سوزو گداز اور مہاجرین وانصار کا جوش جنون دیکھا ہے سلام ہو مدینہ پاک پہ اے شہروں کے بادشاہ، اے انسانوں کی آخری امید گاہ، اے زیر فلک عالم پناہ تجھے سلام۔" [2]

آیئے اب حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سے لطف اندوز ہوں۔

میرا سرمہ چشم ہے خاکِ یثرب
میرا غازہ رُخ، غبار مدینہ [3]

---

[1] القرآن، الاحزاب ۳۳: ۴۰

[2] شورش کاشمیری، شب جائے کہ من بودم (لاہور، مطبوعات چٹان، طبع پنجم، جولائی ۲۰۰۶ء)، ص: ۱۳۸، ۱۳۷

[3] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۹۸۵

دیار مصطفیٰ ﷺ کی یاد سے ہے زندگی دل کی
درِ سرکار ﷺ سے قائم بھرم میری جبیں کا ہے[۱]

زمانہ وجد کناں اب بھی اُن کے طوف میں ہے
جو کوہ و دشت کبھی تیری جلوہ گاہ بنے
جہاں جہاں سے وہ گزرے، جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقامِ محبت کی جلوہ گاہ بنے[۲]

فردوس تیرے کوئے دلِ آویز کا پرتو
نقشہ تیری گلیوں کا دبستانِ دو عالم
جبرئیل تیری انجمن ناز کا قاصد
کاشانہ تیرا زینتِ ایوان دو عالم[۳]

ہے خموشِ نبض ہستی، ہے رُکا رُکا زمانہ ہے
بہت قریب شاید شہہ دیں ﷺ کا آستانہ
ترے در پہ لے کے آیا ہوں میں درد کا فسانہ
اے پناہ ہر دو گیتی، اے مغیثِ ہر زمانہ[۴]

اُن کا جمال عارض و رخسار، اُن کا نور
میرے دلِ حزیں میں میری چشمِ تر میں ہے
اب بھی فضائے شہر مدینہ ہے وجد میں
سوزِ بلال رضی اللہ عنہ، اب بھی اذان سحر میں ہے[۵]

یہ ریت کے ٹیلے ہیں کہ آیات الٰہی؟
ذرات کی دنیا ہے کہ جلووں کا نگر ہے[۶]

سلام تجھ پہ ہو اے سر زمین ملکِ حجاز
کہ تو ہے رحمتِ رب جہاں سے سرفراز
ہیں جذب خاک میں تیری حضور ﷺ کے آنسو
لٹائے تجھ پہ شہہِ دیں نے سجدہ ہائے نیاز
تیری ہواؤں میں پھیلی ہے بوئے زلفِ رسول ﷺ
تری فضاؤں میں ہے قلبِ مصطفیٰ ﷺ کا گداز
ترا جہان ہے معمور عشق و مستی سے
تری نگاہ نے دیکھا جمالِ شاہ حجاز[۷]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۹۳

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۷۲

[۳] ایضا؛ص، ۱۰۹،۱۰۸

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۶۸،۶۷

[۵] ایضاً، ص:۹۰

[۶] ایضاًص: ۷۴

[۷] ایضاً، ص: ۱۴۶

وارفتگی میں شوقِ زیارت تو ہے مگر　　شائستہ جمال ہے میری نظر کہاں
اے کم سواد! عشق تیرا ناتمام ہے　　اے دل، ہے دور روضۂ خیر البشر کہاں[۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں دیارِ رسول ﷺ سے اپنی نسبت بتاتے ہیں کہ جو خاکِ مدینہ ہے وہ میری آنکھوں کا سرمہ ہے مدینہ طیبہ کی یاد ہی تو اصل زندگی اور باعثِ عزت ہے، یہ جہاں اب بھی انھی راستوں کو تلاش کرتا ہے جس سے آپ ﷺ کا گزر ہوا ہے وہ جلوے اب بھی وہاں موجود ہیں مدینہ طیبہ کا ہر ذرہ جنت ہے اور وہ جنت کیسے نہ ہو جس کے دربار کا قاصد جبرئیل امیں ہیں، حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں در حبیب ﷺ کے قریب پہنچتا ہوں تو میری نبض رُک جاتی ہے اور وقت بھی ٹھر جاتا ہے، مدینہ کی گلیوں میں اب بھی بلال کی آذان کی آواز گونج رہی ہے مدینہ کے در و دیوار کو اپنا سلام پیش کرتے ہیں، ایک شعر میں حافظ صاحب کہتے ہیں میں زیارت کے شوق میں مدینہ طیبہ آ تو گیا ہوں مگر میری نظر وہ نہیں کیونکہ ابھی میرا عشق ہی نامکمل ہے۔

۱۵-ذکرِ صحابہ و اہلِ بیت

اللہ کریم نے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ اچھے نظریات والے اچھے اعمال والے مخلص لوگوں کو حضور علیہ السلام کا صحابی بنایا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے سب صحابہ کرام کے بدلے دے دیے ماسوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انھیں پکڑ کر اللہ کریم کی بارگاہ میں لے جاؤں گا کہ اللہ تو ہی اسے بدلہ عطا فرما، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو خطاب کے بیٹے عمر ہوتے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان دیکھیے کہ یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں عطا کیں۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علی کی محبت ایمان ہے اور علی کا بغض نفاق ہے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، میرے بعد صحابہ کو اپنی زبانوں کا نشانہ نہ بنانا، طعنہ کرنا، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میرے صحابہ کو تکلیف دی اُس نے مجھے تکلیف دی، یہ شان ہے صحابہ کرام کی نبی رحمت ﷺ کے صحابہ کی شان و عظمت کے تذکرے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار ہا کیے ہیں، سورہ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ.....[۲]

”اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔“

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۱۸

[۲] القرآن، التوبہ ۹: ۱۰۰

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی کتاب ضیاء النبی ﷺ میں صحابہ کرام کی شان میں احادیث رقم کرتے ہیں:

((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ لِي مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً " أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيًّا - رَحِمَهُمُ اللَّهُ - " فَجَعَلَهُمْ أَصْحَابِي ". وَقَالَ: " فِي أَصْحَابِي كُلِّهِمْ خَيْرٌ.)) [1]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام لوگوں سے میرے صحابہ کو پسند فرمایا ہے اور میرے صحابہ میں سے چار کو میرے لیے پسند فرمایا ہے، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور سیدنا علی مرتضی رضوان اللہ علیہم، ان کو اللہ تعالیٰ نے میرے تمام صحابہ سے افضل بنایا ہے اور میرے تمام صحابہ میں بھلائی ہے۔"

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام کی شان میں اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

مجھے تو اُن کے مقدر پہ رشک آتا ہے
وہ لوگ کیا تھے جو محبوبِ کبریا سے ملے [2]

آ کریں حلقہ بگو شان نبی ﷺ کی باتیں
کہ ہے جاں بخش بہت ذکرِ ندیمانِ جمال

مانگ اللہ سے اندازِ نگاہ صدیق رضی اللہ عنہ
کوئی آساں نہیں سرکار ﷺ کا عرفانِ جمال

حیدر رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں باغ محمد ﷺ کی بہار
ہیں حسین رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ سنبل و ریحان جمال [3]

بحق حضرت حسان رضی اللہ عنہ، شاعر دربار
قبول ہوں میرے نغمات یارسول اللہ ﷺ [4]

جزبۂ صدیقؓ و فاروقؓ و علیؓ، سوز بلالؓ
عشق کی یہ نعمتیں کیا ہیں؟ عطائے مصطفی ﷺ

میرے مالک! دے مجھے حسان رضی اللہ عنہ کا زور بیاں
میں بھی ہوں اک شاعرِ رنگیں نوائے مصطفی ﷺ [5]

---

[1] نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، رقم: ۱۶۳۸۰، ج: ۱۰، ص: ۱۶

[2] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۶۴

[3] ایضاً، ص:۹۶۹،۹۶۸

[4] ایضاً، ص: ۱۰۰۲

[5] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۰۸،۱۰۰۷

بلالؓ و حنظلہؓ کے عشق کی بھی داستان سن لیں
وہ دیوانے جو قیس و کوہکن کو یاد کرتے ہیں[۱]

جہاں جمال حسین رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ سے روشن
ہے حسنؓ ہیں مہر نبوت، حسینؓ ماہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم[۲]

نوا دلبرانہ، ادا خسروانہ — میرے شاہ کا ہر گدا دیدنی ہے
کلیمِ ابوذر رضی اللہ عنہ ہو یا فقر حیدر رضی اللہ عنہ — محبت کی ہر اک ادا دیدنی ہے[۳]

حافظ مظہر الدین ایک بار پھر اپنی تصور کی دنیا میں محو استرحت ہوتے ہوئے گویا ہوتے ہیں حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش میں تربیت پانے والے وہ نفوس قدسی کتنی بھلی قسمت لے کر اس جہان میں تشریف لاتے ہیں اور وہ منظر کتنا دلفریب ہو گا جب صحابہ کرام صحن نبوی میں محفل سجا کر بیٹھتے ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبتِ فیض حاصل کرتے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس پر نگاہ پڑتی وہ سیر اب ہو جاتا دونوں جہاں آباد ہو جاتے، حافظ صاحب ایک شعر میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو قبول کیا ہے ویسے مجھے بھی قبول فرمالیں اور جو سوز و گداز حضرت بلال کی آواز میں تھی اے کاش وہ عطا ہو جائے تو مسجدوں کی جگہ دل بھی منور ہو جائے، حافظ صاحب اپنے کچھ اشعار میں سیدانا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان عظیم بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا ٹکڑا ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لال ہیں یہ آپ ہی کی شان والا ہے کہ کربلا کی تپتی ریت پر اپنے شہزادوں اپنے پیاروں کو لے کر آئے کیوں کہ اُن کے نزدیک رب تعالیٰ کی رضا مقصود تھی، ایک شعر کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ حضرت حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ صرف اس کائنات کا جمال و خوبصورتی ہیں بلکہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۷۶
[۲] ایضاً، ص:۱۰۳۷
[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۸۹

خلاصۂ کلام

حافظ مظہر الدینؒ کے نعتیہ کلام میں یہاں موجود پندرہ منفرد اور بہترین مضامین نعت رقم بند کیے ہیں، حافظ مظہر الدینؒ صوفی منش انسان تھے اس لیے اُن کی شاعری کا بیشتر حصہ تصوف پر مبنی ہے۔ اس فصل میں حضور ﷺ کی قبل از ولادت کے حالات سے لے کر قیامت تک کے آنے والے موضوعات کو ترتیب دیا ہے، جن میں میلاد النبی ﷺ، جمال مصطفی ﷺ، اُمی لقب ﷺ، نطق مصطفی ﷺ، درس مساوات ﷺ، رحمت عالم ﷺ، حاصل کائنات ﷺ، شفیع مصطفی ﷺ، معراج مصطفی ﷺ، اور خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت پر نظم کی صورت میں اشعار لکھے گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مدینہ طیبہ کے پُر نور گوشوں کو بھی اشعار کے پیرہن میں ڈھالا گیا اور ان اشعار کی قرآنی آیات اور احادیث کی صورت میں تشریح کی گئی، اور سیرت پر لکھی گئی رحمۃ للعالمین ﷺ، ضیاء النبی ﷺ، آمنہ کا لال، نفحات سیرت، النبی الخاتم ﷺ اور چند مشہور کتابوں سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔

فصل دوم

حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

فصل دوم

حفیظ تائب کے کلام میں مضامین نعت کا تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ

۱۔ حضور ﷺ کی آمد سے قبل

حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اس کائنات کے رنگ ڈھنگ اور طور طریقے کچھ اس طرح کے تھے خاص طور پر عرب اقوام جو جہالت، غربت، افلاس پسماندگی جیسی بیماریوں میں مبتلا تھی، اگر حضور ﷺ کی آمد نہ ہوتی تو فکر و عمل کی دنیا خالی علم و عمل کے سلسلے افسردہ، اخلاق و کردار کے گلزار پژمردہ اور بصارت و بصیرت کی کائنات تاریک ہوتی، حالات کی وہ دبیز تاریکی اور گہری ہوتی جو حضور ﷺ کے آمد سے اس کائنات سے چھٹ گئی، ایسی ہی دلدوز تصویر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنی کتاب نفحاتِ سیرت میں کھینچی ہے جو کہ پیش نظر ہے۔

> ”عربوں کے ہاں عورت کی حیثیت ثانوی تھی، حالات کی سنگینی کبھی انھیں اتنا مجبور کر دیتی کہ وہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے میں ہی عافیت محسوس کرتے، اس طرح وہ غربت کے خوف سے بھی خود کو محفوظ خیال کرتے، بدوی ماحول کی وجہ سے عرب علم و فن سے بے بہرہ تھے تعلیم جو انسانیت کا جوہر ہے عربوں کے ہاں ناپید تھی اس بے علمی نے انھیں توہم پرست بنا دیا تھا، شراب و کباب کے عام رواج نے اُن میں کئی اخلاقی برائیاں پیدا کر دی تھیں، مذہبی لحاظ سے بت پرستی اُن کا عمومی رویہ تھا۔“[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اس ماحول کو اس طرح سے اشعار میں ڈھلتے ہیں۔

ہر طرف تھیں جہالت کی تاریکیاں   چار سو تھیں فلاکت کی منحوس شب
تین سو ساٹھ بت، خانہ حق میں تھے   بت پرستی میں اتنے بڑھے تھے عرب
عام تھا ان میں آزارِ دختر کُشی   ہر کوئی تھا پرستارِ بنتِ عنب [۲]

حفیظ تائب اپنے اشعار میں عرب اقوام کو یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آمد سے پہلے پوری دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی جب کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء تشریف لاتے رہے انسانیت کو بچانے کے لیے توحید کا درس دیتے رہے اور نبی آخر الزماں کے آنے کی اطلاع دیتے رہے مگر انسانیت تھی کہ نا بدلنے والی، عرب میں جہالت کا دور دورہ تھا سوائے گنتی کہ چند

---

[۱] ڈاکٹر، محمد اسحاق قریشی، نفحاتِ سیرت، ص: ۲۳۴، ۲۳۳

[۲] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص: ۱۱۴

اشخاص ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، کہتے ہیں خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے فتح مکہ کے موقع پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا تھا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے والی قوم کی حالت یہ تھی کہ قبائل کی ہر وقت جنگ چھڑی رہتی تھی جو سال ہا سال کئی نسلوں تک چلتی تھی، ہر طرف گھپ اندھیرہ چھایا ہوا تھا۔

۲-آمدِ مصطفی ﷺ

بچپن میں پڑھا ہوا یہ شعر اس موضوع کو دیکھ کر یاد آگیا "آمدِ مصطفی ﷺ ہوئی کفر روانہ ہو گیا جس کے حضور ﷺ ہو گئے اس کا زمانہ ہو گیا"، آمد مصطفی ﷺ سے مراد حضور سرورِ کائنات ﷺ کا اس دنیا میں قدم رنجہ فرمانا ہے، آپ ﷺ آ گئے جن کے آنے کی خوشخبری حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ نے دی یہ کائنات اور اس میں بسی ہر چیز نگاہے یار کی جستجو میں محو استراحت تھی، کہ آپ ﷺ آ گئے، نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند، شجر و حجر سب تسلیم و رضا میں جھومنے لگے کہ آپ ﷺ آ گئے۔ کائنات رقص میں ہے، زمانہ وجد میں ہے آتشِ کدہ بجھ گئے ہیں بت اوندھے گر پڑے ہیں، علامہ راشد الخیری اپنی کتاب "آمنہ کالال" میں حضور ﷺ کی ولادت کا بڑے خوبصورت پیرائے میں نقشہ کھنچتے ہیں:

> "رات کا دورہ ختم ہو چکا، آسمان نے کروٹ بدلی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے ریگستان عرب کو سرد کر دیا، طائران خوش الحان یتیم عبد اللہ کی تشریف آوری کی نوید چہک چہک کر گانے لگے، صبح صادق نے رات کی سیاہی دور کی اور نور کی چادر ہر سمت پھیلا دی روشنی اندھیرے پر غالب آئی، صبا اٹھکیلیوں میں مصروف ہوئی اور سرسبز درختوں کی ہری بھری شاخیں فرطِ مسرت سے جھوم جھوم کر آپس میں گلے ملنے لگیں، آمنہ کے لال ﷺ پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑھی، بار آور شاخوں نے ارضِ حجاز کو بوسہ دیا، چمک دار تارے عبد اللہ کے لختِ جگر پر قربان ہوئے اور مخلوقِ فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا، آتشِ نمرود کے ذرات پھولوں کا لباس پہن کر زر و جواہر کی کشتی میں دعائے ابرہیمی کو سر پر رکھے عبد المطلب کے گھر پر نمودار ہوئے۔"[۱]

حفیظ تائب حضور ﷺ کی آمد کی خبر اپنے ان اشعار میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

آخر ہوئی قبول براہیمؑ کی دعا
ملت کے زخم ہائے جگر کی سنی گئی[۲]

مبارک ہو جنابِ مصطفی ﷺ کی آمد آمد ہے
زمیں پر سر براہِ انبیاء کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہو گی مژدہ اتمامِ نعمت سے
سریر آرائے اقلیم ہدیٰ کی آمد آمد ہے[۳]

---

[۱] علامہ راشد الخیری، آمنہ کا لعل، ص: ۱۹،۲۰

[۲] حفیظ تائب، صلو اعلیہ و آلہِ، ص: ۱۹۵

[۳] ایضاً، ص: ۸۳

دکھی انسانیت کے چارہ گر تشریف لاتے ہیں
ہے جن کی ذات رحمت سر بہ سر تشریف لاتے ہیں[۱]

وہ آتے ہیں نہیں جن کا کوئی ثانی، کوئی ہمسر
وہ آتے ہیں جو ہیں دونوں جہاں کے سید و سرور[۲]

ہوا جلوہ گر آفتاب رسالت — زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی — ظلمت زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
بہشتِ بریں کے کھلے باب سارے — فلک سے ملائک سلامی کو اُترے
ہوئی سرورِ انبیاءﷺ کی ولادت — زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا[۳]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں اس دعا کی قبولیت کا ذکر موجود ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے مانگی تھی آپ ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے سے قبول ہوئی، اس پر بہت سے لوگوں نے مولود نامے لکھے ہیں، آج بھی میلاد کی محفلیں سجائی جاتی ہیں، بارہ ربیع الاول کو گھر گھر چراغاں کیا جاتا ہے، گلیوں، محلوں اور بازاروں میں ریلیاں اور جلوس نکالے جاتے ہیں کیوں نہ ہو کائنات کے مالک جلوہ فرما ہیں، حفیظ تائب کے اشعار کا مفہوم اس طرح سے ہے، کہ جب تمام انبیاء کے سردار اس جہاں میں تشریف لے آئے ہیں ہر طرف خوشی کا سماں ہے مبارک باد دی جا رہی ہے مبارک ہو اے اُمت خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت تمام ہوئی، حضور تمام انسانیت کے لیے رحمۃ العالمین بن کر تشریف لائے ہیں آپ ﷺ تمام رسولوں کا نور ہیں جس سے زمین و آسمان جگمگا اُٹھے جس سے کفر و باطل کے تاریک اندھیرے چھٹ گئے، حضور ﷺ کی ولادت ہے فرشتے جا بجا سلامی کے لیے آ رہے ہیں، جنت کو مزین کر دیا گیا ہے زمین و آسمان جگمگا رہے ہیں۔

۳-اسمِ گرامی ﷺ

حضور ﷺ کے اسماء مبارکہ ۹۹ سے کہیں زیادہ ہیں اور سب نام ہی آپ ﷺ کے شایانِ شان ہیں۔ اسماء النبی ﷺ پر باقاعدہ مقالات و کُتب لکھی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کچھ نام ایسے ہیں جن کا اطلاق آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر ہوتا ہے جیسے کہیں پر آپ ﷺ الرؤف ہیں کہیں پر الرحیم، کہیں پر الحق ہیں تو کہیں پر المبین، النور، الشہید، الکریم، اس کے علاوہ آپ ﷺ کے اور بھی اسماء مبارکہ ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد ناموں سے آپ ﷺ کو مخاطب کیا ہے مثلاً

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۸۴

[۲] ایضاً

[۳] ایضاً، ص:۸۵

یٰسین، طہٰ، مزمل، مدثر، وہ سب نام ہی قابل تحسین ہیں مگر کچھ نام تو آپ ﷺ کے لب مبارک سے ادا ہوئے ہیں جو کہ آب حیات ہیں پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبی میں رقمطراز ہیں۔

حضور ﷺ پہلے احمد ﷺ تھے سب سے زیادہ اپنے رب کی تعریف و ثنا کرنے والے، اس کی برکت سے محمد ہوئے تا ابد بار بار ان کی تعریف و ثنا کے زمزمے بلند ہوتے رہیں گے، نہ زبانیں خاموش ہوں گی اور نہ قلم کو یارائے صبر ہو گا نہ معانی و معارف کے موتی ختم ہوں گے، نہ ان موتیوں کے ہار پرونے والے بس کریں گے، جمال مصطفوی کے گلشن میں نت نئے پھول کھلتے رہیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ویسے تو بہت سارے اسماء گرامی ہیں جو حضور کی مختلف شانوں اور صفات کی ترجمانی کرتے ہیں لیکن ان میں سے پانچ نام ایسے ہیں جن کو حضور ﷺ نے خصوصی طور پر ذکر کیا ہے، امام ترمذی نے جبیر بن مطعم کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ.)) (۱)

"رسول اللہ ﷺ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں میں الماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹا دے گا میں الحاشر ہوں لوگ حشر کے دن میرے قدموں میں جمع ہوں گے میں العاقب ہوں، یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔"

حفیظ تائب حضور ﷺ کے ناموں سے کیا تاثیر حاصل کرتے ہیں یہ آپ کے نعتیہ کلام سے معلوم ہو گا، کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:

نام پاک اُن کا ہو لبوں سے ادا
شہد گویا ٹپک ٹپک جائے (۲)

تائب زر و گہر کی نہیں ہے مجھ کو آرزو
کافی ہے میرے واسطے نامِ شہہ عرب (۳)

اسم سرکار ﷺ ہونٹوں پہ آیا مرے
آنکھ پُرنم ہوئی، سر بھی خم ہو گیا (۴)

(۱) مسلم، امام مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب في أسمائه صلی الله علیه وسلم، رقم الحدیث: ۲۳۵۴
(۲) حفیظ تائب، صلوا علیہ و آلہ، ص: ۳۷
(۳) حفیظ تائب، وسلموا تسلیما (لاہور: القمر انٹرپرائزز، مارچ ۱۹۹۶ء)، ص: ۱۷۰
(۴) حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طہٰ (لاہور: القمر انٹرپرائزز، مارچ ۱۹۹۸ء)، ص: ۹۳

لب پہ ہے وہ اسمِ شیریں
حاجت کسے شہد و قند کی ہے[۱]

حفیظ تائب اپنی عقیدت کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں کہ جب میں حضور پر نور ﷺ کا نامِ نامی اپنی زبان سے ادا کرتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے شہد منہ میں ڈال لیا ہو حضور ﷺ کا نام سانسوں کو معطر رکھتا ہے اور مردہ دلوں میں جان ڈال دیتا ہے ایسی ہستی کی خدمت میں میرا سلام پیش ہو، ایک شعر میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ مجھے دنیا کے دھن دولت کی ضرورت نہیں میرے لیے حبیب اکرم سرورِ عالم ﷺ کا نام ہی کافی ہے میں اسی نام سے پہچانا جاؤں یہاں بھی اور روزِ محشر میں بھی لوگ کہے کہ وہ دیکھو حضور ﷺ کا ثناء خواں آرہا ہے، اور میرے لب حضور ﷺ کی شان میں قصیدے پڑھتے رہے اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔

۴۔ حضور ﷺ کا اندازِ تکلم

پچھلے چودہ سو سال سے حضور ﷺ کی ہر ادا کی پیروی (follow) کی جارہی ہے اور رہتی دنیا تک کی جاتی رہے گی اس بات کو کچھ اس انداز سے پروف کرتے ہیں کہ جدید رجحان (Modern Trend) یہ ہے کہ جب گفتگو کرو تو ہر لفظ بلکہ ہر حرف کا تلفظ صاف واضح اور الگ الگ ادا کرنا چاہیے، یہ بات آج بتائی جارہی ہے جب کہ چودہ سو سال پہلے نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا تھا، جسٹس پیر کرم شاہ الازہری ضیاء النبی ﷺ میں لکھتے ہیں:

> "حضور ﷺ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ، ہر لفظ الگ الگ کر کے فرماتے اور بسا اوقات ایک لفظ کو یا جملہ کو تین بار دہراتے تا کہ تمام سامعین اس کو پوری طرح سن بھی لیں اور اس کا مفہوم سمجھ بھی لیں، اثناء گفتگو حضور ﷺ بکثرت تبسم فرمایا کرتے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب حضور ﷺ گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ دہن مبارک سے نور نکل رہا ہے، اُم معبد نے حضور ﷺ کے انداز تکلم کو خوب بیان کیا ہے فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ خاموشی اختیار فرماتے تو پیکر وقار معلوم ہوتے اور جب کلام فرماتے تو ایک نایاب قسم کی چمک روئے اقدس پر رونما ہوجاتی، حضور ﷺ کی گفتگو بڑی حسین اور دلکش ہوتی۔"[۲]

حضور ﷺ کے اندازِ گفتگو کو حفیظ تائب اپنے ان اشعار میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

ہے محکماتِ الٰہی کی دل نشیں تفسیر
زبانِ احمد مرسل ﷺ کا ہر بیان سلیس[۳]

---

[۱] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۸۰

[۲] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ج/ پنجم، ص/ ۴۳۰، ۴۲۹

[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۱۰۲

جب چھڑے بات نطق حضرت ﷺ کی
غنچہ فن چٹک چٹک جائے [1]

اعتبار نطق ہے گفتارِ خیر الانبیاء
نو بہار خُلق ہے، کردارِ خیر الانبیاء [2]

مفہوم کی خوشبو سے ہے مہکا ہوا ہر لفظ
ہے آج بھی ان کا لب و لہجہ ترو تازہ [3]

دردِ انساں سے مہکتا ہوا شیریں لہجہ
کیسا اندازِ ہدایت تھا نرالا ان کا [4]

آپ ﷺ کا ہر لفظ ہے معجز نُما و دل کُشا
کچھ عجب روح بلاغت آپ کو بخشی گئی [5]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار میں بتانا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کس طرح سے تکلم فرمایا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو سننے والے محو ہو جاتے تھے، وہ سماں ہی اور ہوتا اللہ تعالیٰ کا کلام، کلامِ الٰہی یا حدیث قدسی جب آپ ﷺ کی زبان سے ادا ہوتا تو ہر کسی کے لیے سمجھنا آسان ہو جاتا، آپ ﷺ جو فرماتے وہ عین حق ہوتا آپ ﷺ کے کردار کی طرح، آپ ﷺ کا لب و لہجہ آپ ﷺ کا اندازِ گفتگو انتہائی میٹھا اور پُر تاثیر ہوتا، آپ ﷺ بلا وجہ گفتگو نہیں کرتے تھے زیادہ وقت خاموش رہتے تھے مگر جب گفتگو کرتے تو نہ اتنی طویل اور نہ ہی مختصر کہ سننے والے سمجھ نہ سکے، حفیظ تائب کے ایک شعر کا مفہوم ہے کہ حضور ﷺ کی ہر بات ہی معجزہ تھا آپ ﷺ کی بلاغت کا کوئی ثانی نہیں۔

۵- قرآنِ مجسم ﷺ

حضور نبی رحمت ﷺ قران پاک کی عملی تفسیر ہیں، آپ ﷺ کی ذاتِ پاک مجسمِ قرآن ہے، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ مطہرہ قرآن کریم کا عین مظہر ہے آپ ﷺ قرآن کے شاہد ہیں اور قرآن آپ حضور ﷺ کا شاہد ہے قرآن پاک آپ ﷺ پر

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۳۷

[2] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۵۴

[3] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۲۲

[4] ایضاً، ص:۶۵

[5] حفیظ تائب، مناقب، مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب) محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹر پرائزز، اشاعت اول، ستمبر ۲۰۱۷ء)، ص:۶۸۶

نازل ہوا اور آپ ﷺ نے اس کا حق ادا کیا آپ کا اُٹھنا، بیٹھنا، بولنا، چلنا، سونا جاگنا سب اللہ کی رضا کے عین مطابق ہے اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جابجا فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۞(۱) ”اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔“

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اپنی کتاب ”نفحاتِ سیرت“ میں لکھتے ہیں:

”اہل علم و حکمت کا کہنا ہے: قرآن مجید، نبی کریم ﷺ کی رسالت کا تائید کنندہ بن کر نازل ہوا، یعنی مقصود تخلیق نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی، قرآن مجید آپ کی رسالت کے لیے صحیفہ ہدایت بن کر آیا، اس حوالے سے خود قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو ہر ہر آیت سے اس دعوی کی صداقت نمودار ہوتی ہے، اسی کو بعض نے یہ کہہ دیا کہ قرآن مجید ہمہ درِ مدح رسالت ہے شیخ محدث حق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اوچ شریف کے سر خیل کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک تفسیر قرآن کا حوالہ دیا اور حیرت آمیز تعجب سے ذکر کیا کہ اس نکتہ رس مفسر نے ہر ہر آیت سے مدح رسول ﷺ کا استخراج کیا ہے۔“ (۲)

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجسم کی عملی تفسیر کو کس طرح سے اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں۔

دیتا ہے تری سیرتِ نوریں پہ گواہی
قرآن کا ایک ایک ورق ہادی بر حق (۳)

یاد ہے بات مجھے حضرتِ صدیقہ کی
آپ کا خلق بھی قرآن ہے سبحان اللہ (۴)

اندازِ حیات اُن کا ہے قرآن سراپا
ہر آن ہے وہ جلوۂ زیبا ترو تازہ (۵)

خُلق اس کا ہے قرآن، حیات اس کی ہے برہان
معیار وہی حق و صداقت کے لیے ہے (۶)

---

(۱) القرآن، النساء۴: ۵۹

(۲) ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، نفحاتِ سیرت، ص: ۳۶۴

(۳) حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص: ۹۸

(۴) ایضاً، ص: ۴۹

(۵) حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص: ۲۱

(۶) حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص: ۱۵۴

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا اس کا ایک ایک حرف، لفظ، منزلتِ نبوت اور رفعتِ شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر زمانے میں اور ہر مقام پر گواہ ہے حق کی تلاش میں نکلنے والا ہر طالب علم جب بھی کسی آیت پر غور و فکر کرے گا تو اسے شمائل و فضائل رسالت کا جہاں نظر آئے گا، ایک صحابہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیسا تھا تو حضرتِ عائشہ صدیقہ نے جواب دیا، کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی سراپا قرآن ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [1]

۶۔ شمائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شمائل سے مراد حلیہ، شکل و صورت، وضع قطع اور عادات و اطوار ہیں شمائلِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا من بھاتا، دلرُبا، من موہنہ خوبصورت دلکش چہرہ، سراپا، وجود مبارک ہے جو سراسر نور ہی نور ہے۔

ثنائے زلف و رخسار تو اے ماہ
ملائک وردِ صبح و شام کردند [2]

امام محمد بن عیسیٰ کی یہ کتاب "شمائل ترمذی" حضور کے خدوخال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار، حسن و جمال کی منہ بولتی تصویر ہے اس میں امام محمد بن عیسیٰ رقمطراز ہیں:

> "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا نہ ممکن ہے، نورِ مجسم کی تصویر کشی دسترس سے باہر ہے، قرطبی لکھتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا، ورنہ بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتا: "**آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری**" حضرات صحابہ کرام کا اُمت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی اُمت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ "منم و خیالِ یارے" کے لیے معین و مددگار ہوتا ہے، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو شعر نقل کے گئے ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کی بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں۔" [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ.)) [4]

---

[1] القرآن، القلم ۶۸: ۴

[2] شیخ، فخر الدین عراقی، کلیات دیوان (تہران: سایہ گستر، ۱۳۸۸ھ)، ص: ۳۱۰

[3] امام، محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی، شمائل ترمذی (کراچی، مکتبة البشری، ۱۴۳۰-۲۰۰۹م)، ص: ۱۶، ۱۰، ۹

[4] مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم و أنه كان أحسن الناس وجها، رقم الحدیث: ۲۳۳۷

"میں نے کسی لمبی زلفوں والے کو سرخ لباس پہنے ہوئے اتنا حسین و جمیل نہیں دیکھا جتنے رحمت عالم ﷺ حسین و جمیل دکھائی دیتے تھے۔"

حضور ﷺ کے حسن و جمال کو حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے جذبات و احساسات کے سانچے میں کچھ اس طرح سے ڈھال کر بیان کرتے ہیں:

جنھیں بنا کے مصور بھی آپ ہے مسرور
وہ نقش ہیں خد و خال محمد عربی ﷺ [1]

ہر ایک دل ہے فدائے شمائلِ حضرت ﷺ
ہر اک نظر ہے طلب گارِ خواجۂ لولاک [2]

کیوں جگمگا اٹھے نہ شب تار زندگی
جب ہو رُخ رسول ﷺ کا مہتاب سامنے [3]

اُس مہِ کامل کے جلووں سے منور عرش و فرش
اُس گلِ رعنا کی خوشبو قریہ و بازار میں [4]

اہل جہاں کو ایسی نظر ہی نہیں ملی
دیکھے جو تیرا سایۂ قد، سید الوریٰ [5]

چہرۂ زیست کی ضو، حسنِ پیمبر ﷺ کی جھلک
چشمِ ہستی کی ضیا، بدر دجیٰ کے جلوے [6]

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۱۷۰

[2] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۲۷۰

[3] ایضاً، ص:۔۱۴۴

[4] ایضاً، ص:۳۱۰

[5] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص،۱۶۹

[6] ایضاً، ص:۱۴۴

تکے جاتی ہے اس کو اُمِ معبد
جو مہتاب اس کے گھر اُترا ہوا ہے[۱]

جس کا وجود رشد و ہدیٰ کا جمال ہے — یٰسین خصال ہے، میرا طٰہٰ جمال ہے
ہر حسن اس کے حسنِ توازن کی ہے عطا — وہ ماہ آ منہ، کہ سراپا جمال ہے[۲]

حفیظ تائب ان اشعار میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر اجمل، اکمل اور احسن تھے کہ الفاظ اپنی تمام تر رعنائیوں کے باوجود آپ ﷺ کا ذکر خیر کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں، اور آپ ﷺ کے سراپا کی تعریف کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے جب اُس پیکر ضو کے لیے خود اللہ رب العزت ثنا بیاں کرے جس نے اُسے بنایا اور کتنا خوبصورت وہ مصور ہے جس کی وہ تصویر ہے، قرآن مجید میں رب کریم آپ اپنے محبوب کے حسن و جمال کو ہر آیت میں تذکرہ فرماتا ہے:

"اے محبوب! تیرے روئے تاباں کی قسم، اے محبوب! تیرے گیسوئے والیل کی قسم۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا، یوں لگتا تھا گویا کہ آفتاب نبی پاک ﷺ کے رُخ انور میں درخشاں ہے، حضور ﷺ جب مسکراتے تھے تو اس کی روشنی سے دیواریں چمک اٹھتی تھیں۔"[۳]

حفیظ تائب ایک شعر میں اُم معبد کا ذکرِ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح سے حضور ﷺ تشریف لائے اور شام میں جب اپنے خاوند کو ان الفاظ میں آپ ﷺ کے حسن کی تصویر کشی کرتی تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے میرے گھر میں چاند اتر آیا ہو، گویا آپ ﷺ کے حسن کے آگے تمام حسن ہیچ ہیں۔

۷- اسوۂ حسنہ ﷺ:

حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت پاک کے نگینے قلم قلم لو دیتے چلے جارہے ہیں ڈاکٹر احسن عزیز (کراچی) نے لفظ نعت کی اس طرح سے تشریح کی ہے کہ ن سے نقش، ع سے عکس، اورت سے تام کی نمائندگی کرتا ہے، اس طرح سے نبی رحمت ﷺ کی ذات والاصفات ہمارے لیے نقشِ اول ہے اور اُسے نقاشِ حقیقی نے تراشا، بنایا اور سجایا ہے، اور اُس نقش اول کی پیروی ہم پر لازم قرار دی ہے کیوں کہ وہ ہمارے لیے باعثِ نجات ہے، آیئے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی سیرت پر مبنی کتاب "رحمۃ للعالمین" دیکھتے ہیں:

---

[۱] حفیظ تائب، "نسیب"، مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب: محمد نعمان تائب) (لاہور: القمر انٹرپرائزز، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، ستمبر ۲۰۱۷ء)، ص: ۸۵۷

[۲] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص: ۳۵۸

[۳] بخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری

”نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا بابرکت، ایمان افروز اور پاکیزہ موضوع ہے اس کا جتنا بھی مطالعہ کیا جائے کم ہے، ہر مسلمان کی یہ عزیز ترین متاعِ حیات ہے، اسوہ حسنہ کی روشنی، ذہنی، فکری، اعتقادی اور عملی زندگی کی آبیاری کرتی ہے، مردہ دلوں کو زندہ، سرسبز و شاداب اور اپنی عطر بیزی سے اس کائنات کو معطر، منور اور مبارک کرتی ہے اور بنی نوع انسان کے قلب و دماغ کو روشن کرتی اور اس کی تعمیری، فکری اور عملی صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہے اور برگشتہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لیے برسرِ عمل اور مستعد کرتی ہے۔“ [۱]

حفیظ تائب آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ مطہرہ کو اپنے اشعار میں اس طرح سے پیش کرتے ہیں۔

انوار بد اماں ہے بہ ہر لحظ وہ اسوہ
وہ گلشنِ رحمت ہے ہمیشہ، تر و تازہ [۲]

اسوہ مصطفیٰ ﷺ ملا ہم کو — نورِ ارض و سما ملا ہم کو
آپ ﷺ کا نقشِ پا ملا ہم کو — کیا عجب رہ نما ملا ہم کو
ہم نے منزل کو پا لیا گویا — آپ ﷺ کا راستہ ملا ہم کو [۳]

اعزاز یہ سرکار ﷺ کی سیرت کے لیے ہے — ہر دور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے
ہے پیشِ نظر اسوہ پیغمبر ﷺ آخر — ساماں یہ بہم فکر کی رفعت کے لیے ہے [۴]

وجد میں آدمؑ ہے اوجِ آدمیت دیکھ کر — مصطفیٰ ﷺ کا شیوۂ تکمیل سیرت دیکھ کر
آپ ﷺ کو مانا گیا سب سے بڑا تاریخ ساز — زیست کے ہر موڑ پر شانِ قیادت دیکھ کر [۵]

کون ثانی میرے حضور ﷺ کا ہے — خُلق میں، صدق میں، امانت میں
کون ہم سر شہِ انام ﷺ کا ہے — عدل و احساں میں، خیر و برکت میں [۶]

---

[۱] قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ,ج/۱، ص/۳۷
[۲] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۲۱
[۳] ایضاً، ص:۸۹
[۴] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۴۸
[۵] ایضاً، ص:۱۲۵
[۶] ایضاً، ص:۱۰۴

لوگ چمکاتے جائیں گے اپنے روز و شب   اسوہ سرکار ﷺ سے کسبِ ضیا کرتے ہوئے
رمزِ ہستی، رازِ فطرت، سرِ ذات و کائنات   ہر خبر پائی تلاشِ مصطفیٰ ﷺ کرتے ہوئے[1]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت طیبہ ایسا باغ ہے جس کے پھول ہمیشہ ترو تازہ رہتے ہیں اور اُس باغ کی ہر ڈالی، پھول، پتے بنی نوع انساں کو معطر رکھتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی دائمی بقا کے لیے اُس باغ میں جایا جائے جسے خالقِ کائنات نے انتہائی قرینہ سے سینچا ہے، سورہ قلم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝[2]"اور بے شک تمھاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔"

ایک امریکی مصنف Michael H.Hart نے ایک کتاب لکھی جس کا نام *The 100 A Ranking af the most Influential Persons in History*[3] اس کتاب میں سو عظیم شخصیات کا ذکر کیا گیا، اس کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے اس میں سرِ فہرست حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر خیر کیا گیا، آپ ﷺ کی خُلق کی گواہی پوری کائنات دے رہی ہے اور دیتی رہے گی کیوں کہ آپ جیسا کوئی دوسرا انہیں نہ ہی صداقت میں نہ امانت میں، نہ عدل میں اور نہ احسان میں، حفیظ تائب کے ایک شعر میں بتایا گیا ہے کہ لوگ حضور ﷺ کو بعثت سے پہلے بھی نیک کاموں کی وجہ سے "الصادق" و "الامین" کے لقب سے پکارتے تھے ایک مرتبہ جب حضور ﷺ نے قریش سے پوچھا تھا کہ آپ لوگ مجھے کیسا سمجھتے ہیں تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کو صادق اور امین پایا، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں، آپ ﷺ ہی کی ذاتِ بابرکات ہر عیب سے عاری ہے آپ ﷺ ہی وجہ کائنات اور قابلِ تقلید ہیں۔

۸-حُبِ رسولِ پاک ﷺ

نبی رحمت ﷺ سے محبت ایمان کا تقاضا ہے اور ہر مسلمان کا اولین فریضہ بھی، آپ ﷺ سے عشق و محبت صرف مسلمان ہی نہیں کرتے بلکہ غیر مسلم بھی بڑی تعداد میں آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں ایک سکھ شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی سحر لکھتے ہیں:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں[4]

---

[1] حفیظ تائب، وسلمو اتسلیما، ص:۱۱۳

[2] القرآن: القلم، ۶۸: ۴

[3] Michael H.Hart,The 100 A Ranking of the influential persons in history (New York: Hart (Publishing Company, 1978).

[4] کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، اردوئے معلیٰ، Accessed on January 22,2024,https//mualla.pk

سرکار دوعالم ﷺ سے جس طرح صحابہ کرام نے محبت کی اُس کی مثال رہتی دنیا تک قائم رہے گی ویسی محبت نہ کسی بادشاہ کو نصیب ہوئی اور نہ کسی دنیادار کو، قاضی محمد سلیمان "رحمۃ للعالمین" میں حبِ رسول ﷺ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کار فرما تھی، حدیث شریف ((الاَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنّد الخ)) اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے، صحیح مسلم میں ہے:((عن أنس وأبي هريرة رضي الله عنهما مرفوعاً: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))[۱]

"کوئی مومن نہیں بن سکتا' جب تک میں اسے اس کے اہل واعیال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا۔"

یہ یادرکھنا چاہیے کہ محبت ہی ادب و توقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع و اطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی ہے جس کا منشا محبت ہو اکرام وہی اکرام ہے جس کا مبداء محبت ہو، جنگ احد کا ذکر ہے، ایک عورت کا بیٹا، بھائی، شوہر قتل ہو گئے تھے وہ مدینہ سے نکل کر میدان جنگ میں آئی، اُس نے پوچھا کہ نبی ﷺ کیسے ہیں، لوگوں نے کہا: بحمد اللہ وہ تو بخیریت ہیں، جیسا کہ تو چاہتی ہے، بولی نہیں مجھے دکھادو کہ حضور ﷺ کو دیکھ لوں جب اُس کی نگاہ چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ جوش دل سے بول اُٹھی ''كُلُ مُصيبةِ بعدَكَ جَلَلَ'' آپ ﷺ زندہ ہیں تو اب ہر مصیبت کی برداشت آسان ہے۔

آیئے اب حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی محبت کو کیسے اشعار میں پرویا ہے:

دلِ محزوں میں یادِ مصطفی ﷺ ہے
اندھیرے میں چراغ اک جل رہا ہے[۲]

آنکھوں میں جھلکتا ہے تصور شہِ دیں ﷺ کا
دل پھر مرا بے تاب زیارت کے لیے ہے[۳]

اے شاہِ دیں ﷺ، نجات کا عنوں ہے تیری یاد
نوریں حیات و مایہ ایماں ہے تیری یاد

روشن ہے جس کی ضو سے جہانِ دل و نظر
وہ شمع تابناک و فروزاں ہے تیری یاد

ہر حال میں نویدِ مسرت ہے تیرا نام
ہر فصل میں بہار بہ داماں ہے تیری یاد[۴]

---

[۱] مسلم، امام مسلم بن حجاج القشيري، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٤٤

[۲] حفیظ تائب، وسلمو اتسلیما، ص:۳۰۶

[۳] ایضاً، ص:۳۰۶

[۴] ایضاً، ص:۳۱۶

جاں آبروئے دیں پہ فدا ہو تو بات ہے — حق عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا ادا ہو تو بات ہے
دیتی ہے یہ پیام ہوائے دیارِ پاک — عشقِ نبی ﷺ عمل کی بنا ہو تو بات ہے[۱]

سوز و تپش سخن میں اگر چاہتا ہے تو
عشقِ نبی ﷺ کی آگ سے تائب پگھل کے آ[۲]

حفیظ تائب اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں، کہ غمگین دل میں آپ ﷺ کی یاد سے چراغاں ہے جیسے جنگل میں ہر طرف اندھیرہ ہو اور کہی سے روشنی کی کرن پھوٹے جس سے سارا اندھیرا چھٹ جائے، جب میرے سامنے حضور ﷺ کا تصور آتا ہے تو میرا دل زیارت کے لیے تڑپتا ہے، آپ ﷺ کی محبت دنیا و آخرت میں کامیابی کی علامت ہے، محبت کرنا تو اُن سے سیکھنا چاہیے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبت و صحبت کے لیے چن لیا، صحابہ کرام کی محبت ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضور ﷺ کی محبت میں اپنا سارا گھر کا سامان لا کر آپ ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا تھا، حفیظ تائب کے ایک شعر کا یہ مفہوم ہے کہ اگر تائب اپنے کلام میں تاثیر چاہتے ہو تو سرکار دو عالم ﷺ سے عشق کرو اُن سے عشق و محبت کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔

۹-تذکارہ دیارِ حبیب ﷺ

آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے اس سے وابستہ ہر شے سے محبت ہوتی ہے پھر چاہے وہ قریہ ہو، بستی ہو، شہر ہو یا کوئی اور جگہ، یہاں ہم اُس نگری کا ذکر خیر کرتے ہیں جس کی پہچان سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں، آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ سے بے پناہ محبت تھی اسی وجہ سے عاشقانِ مصطفیٰ کو بھی وہ شہر دل و جاں سے عزیز تر ہے، شورش کاشمیری کا حجازِ سفر نامہ کی کچھ لائنیں یہاں لکھنے کے لائق ہیں جب وہ مدینہ کی سرزمیں پر قدم رکھتے ہیں اور مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو بول اُٹھتے ہیں:

> "دیارِ حبیب ﷺ کا ہر زرہ جنت ہے، جنت اور کیا ہو گی کہ سامنے رسولِ ﷺ خدا آرام فرما رہے ہیں، کوئی لمحہ درود و سلام اور سجدہ و تکبیر سے خالی نہیں یہ تسبیح و تہلیل قرآن وحدیث، ذکر و اذکار، نوافل و وظائف اور دعا و صفا کی دنیا ہے اس کی بنیادیں وہی ہیں جو نبی پاک ﷺ نے اُٹھائی تھیں اس کی روح نبی پاک ﷺ آپ کی روح ہے، امہات المومنین کی حیا چاروں طرف محیط ہے صحابہ کی آوازیں گندھی ہوئی ہیں اور اہل بیت بولتے چالتے ہیں، صرف محسوس کرنے کی ضرورت ہے اور احساس کسی کسی کو ملتا ہے۔"[۳]

حفیظ تائب جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو اپنی محبت کو ان اشعار کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۱۸۸

[۲] ایضا:۱۹۴

[۳] شورش کاشمیری، شب جائے کہ من بودم، ص:۱۴۰

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ / یہ کوچہ حبیب ﷺ ہے پلکوں سے چل کے آ
اُمت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود / یہ بارگاہِ سرورِ دیں ﷺ ہے سنبھل کے آ[1]

پلکوں پہ تھا لرزاں دل، دربارِ رسالت میں / آساں ہوئی مشکل، دربار رسالت میں
احساسِ ندامت سے تھی روح بھی لرزید / جب پیش ہوا سائل دربار رسالت میں[2]

موجھہ پر سلامِ عجز کوئی پیش کرتا ہے / کسی کو ہے یہ حسرت گنبدِ خضریٰ کے سائے میں
جبیں سائی ریاض الجنتہ میں عین سعادت ہے / عبادت ہے عبادت گنبدِ خضریٰ کے سائے میں[3]

تجلیات کا گلزار، مسجدِ نبوی / جمالیات کا شہکار، مسجدِ نبوی
اساس اس کی بھی تقویٰ ہے روزِ اول سے / قبا سے بڑھ کر گہر بار، مسجدِ نبوی[4]

پرچم کشا جمال ہے، شہر حبیب ﷺ میں / ہر نقش بے مثال ہے، شہر حبیب ﷺ میں
میری طرف بھی دیکھیے سرکار ﷺ اک نظر / ہر لب پہ اک سوال ہے، شہر حبیب ﷺ میں[5]

ہمیشہ ہے پیشِ نظر سبز گنبد / ہے گویا مرا ہم سفر، سبز گنبد
طلب کس ضیا کی ہے اہلِ جہاں کو / جہاں میں ہے جب جلوہ گر، سبز گنبد[6]

انوار سے مہکتی زمیں، جنت البقیع / جس کی کوئی نظیر نہیں، جنت البقیع
آسودہ اس میں ان گنت اصحاب با صفا / عثمان ہیں جس کے صدر نشیں، جنت البقیع[7]

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۱۰۸
[2] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۳۶۳
[3] ایضاً، ص:۳۹۶
[4] ایضاً، ص:۳۶۵
[5] ایضاً، ص:۳۷۸
[6] ایضاً، ص:۳۹۶
[7] ایضاً، ص:۳۶۶

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے اشعار روضہ رسول ﷺ پر آدابِ حاضری کے بارے میں ہیں کیوں کہ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں، یہ دِیار رسول ﷺ ہے یہاں حاضری کے آداب ہیں ایسے منہ اٹھاکے نہیں چلے آتے ورنہ اعمال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے جیسے کہ سورہ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ..... [1]

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی پاک ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولو۔"

درِ حبیب ﷺ پر آنے والو عجز و انکساری کے ساتھ پیش ہونا یہ وہ مقام ہے جہاں پر اولیا اللہ کی بھی مجال نہیں، جب سائل حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے تو روح پر احساسِ ندامت سے لرزہ طاری ہوتا ہے مواجہہ شریف، ریاض الجنۃ ہر نقش ہی بے مثل ہے، عُشاقِ مصطفی کے لیے سبز گنبد سے بڑھ کر کوئی جائے پناہ نہیں اس جگہ کے علاوہ کہیں کوئی رعنائی نہ دل کو بھاتی ہے اور نہ آنکھوں کو خیرا کرتی ہے، حفیظ تائب آخری اشعار میں جنت البقیع کی فضیلت بیان کرتے ہیں، جنت البقیع وہ مقام ہے جہاں پر بے شمار صحابہ کرام، امہات المومنین آرام فرما ہیں اور خلفاء راشدین میں سے سب سے زیادہ معتبر ہستی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں جن کے بارے میں صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور نبی رحمت ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمان ذوالنورین کا ہاتھ قرار دیا تھا، مدینہ طیبہ کے بارے میں نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے، ترمذی شریف کی روایت ہے:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّيْ أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوْتُ بِهَا.)) [2]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو وہیں مرنے کی کوشش کرے، کیوں کہ جو یہاں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔"

۱۰- معراج مصطفی ﷺ

محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی عرشِ معلیٰ پر حاضری ہے محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہو گا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع و دائمی ہو گا، محبت کو ذات و صفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہو گا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہو گا، سادہ لفظوں میں واقعہ معراج محبوب و محب کے ملنے کو کہتے ہیں، معراج سرکار دو عالم ﷺ کا وہ معجزہ ہے جس میں ربِ کبریا نے اپنے محبوب ﷺ کی شان و عظمت کا اعلان کیا یعنی آپ ﷺ کی دل جوئی کی گئی۔

یہاں پر پیر مہر علی شاہ صاحب کا قطعہ پیش کرنے کے لائق ہے، آپ فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن، الحجرات ۴۹: ۲

[2] محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ، باب فی فضل المدینہ، رقم الحدیث: ۳۹۱۷

کُن فیکون تاں کل دی گلّ ہے اسّاں اگّے پریت لگائی
تّوں میں حرف نشان نہ آہا جدوں دِتّی میم گواہی
اَجے وی سانوں اوہ پئے دِسدے بیلے بوّٹے کاہی
مِہر علی شاہ رَل تاہیوں بیٹھے جداں سِک دوہاں نُوں آہی (۱)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری نے ضیاء النبی ﷺ میں بڑے مفصل انداز میں معراج النبی ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

"اللہ جل جلالہ کے حبیب ﷺ کے جو آنسو، طائف کی زمین پر گرے، خون ناب کے جو قطرے گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے جسم اطہر سے نکلے شان کریمی نے انھیں موتی سمجھ کر چن لیا، اور دعا کے لیے اٹھنے والے ہاتھ کیا اٹھے کہ قدرت کی بندہ نوازیوں نے روشن مستقبل کی کلید ان مبارک ہاتھوں میں تھما دی، آئے روز الطاف الٰہی کا یوں مسلسل ظہور ہونے لگا کہ خاطرِ عاطر پر حزن وملال کا جو غبار پڑا تھا وہ صاف ہوتا گیا آخر وہ مبارک رات آئی، بیکراں مسافتیں سمٹتی گئیں اور عبد کامل حریم قدس میں دَنا فتدلی کی منزلیں طے کرتا ہوا قرب وحضوری کے اس مقام رفیع پر فائز کر دیا گیا جس کی تعبیر زبان قدرت نے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ (۲) کے پیارے کلمات سے فرمائی، اس سے مزید قرب کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔" (۳)

حفیظ تائب معراج مصطفی کو اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں۔

یادِ شبِ اسریٰ سے جو سینہ میرا چمکا
آنکھوں میں پھری شعلہ بہ جاں مسجدِ اقصیٰ (۴)

وہ بارگاہِ ناز سے لوٹا بہ صد نیاز
لے کر برائے نوعِ بشر ارمغانِ خیر (۵)
عبور کر کے خلا و ملا کی پہنائی
عجب تصورِ فتح و ظفر دیا تو نے (۶)

---

(۱) پیر، مہر علی شاہؒ، پنجابی وفارسی کلام اور اُردو ترجمہ کرم حیدری (اسلام آباد: لوک ورثہ اسلام آباد ۲۰۰۲ء)، ص:۳۸
(۲) القرآن، النجم ۵۳: ۹
(۳) پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ج/دوم، ص/۴۷۹
(۴) حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۲۰۰
(۵) ایضاً، ص:۲۰۰
(۶) حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۲۸۴

کہاں فکرِ زبوں میرا، کہاں اوج و شرف تیرا
اڑا عرشِ بریں پر تیرا پرچم سید عالم ﷺ[۱]

تسخیرِ عرصہ دوسرا آپ ﷺ کے لیے
اعزازِ سیر عرشِ علُا آپ ﷺ کے لیے
انوارِ لا مکاں تھے پیمبر ﷺ کے منتظر
بابِ مشاہدات کھلا آپ ﷺ کے لیے[۲]

معراج کا سفر ہے دلیل اس خیال کی
فتح و ظفر ہے آپ ﷺ کی اُمت کے واسطے[۳]

حفیظ تائب ان اشعار میں بتاتے ہیں کہ اصل میں واقعہ معراج کا پیش آنا صرف حضور ﷺ کے لیے نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کی اُمت کو ظفر و فتح کی نوید سنائی گئی کیوں کہ پیغمبر و رسول تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تشریف لائے مگر معراج کا معجزہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے یہ کسی اور نبی اور امت کو نصیب نہیں ہوا، ۲۷ رجب ۱۰ نبوی کو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[۴] کی سیر کرائی، شبِ اسری کی رات حضرت جبرئیلؑ امیں بیت اللہ سے مسجدِ اقصی تشریف لے گئے جہاں پر پیغمبر صفیں باندھے آپ ﷺ کی آمد کے منتظر تھے آپ ﷺ نے امامت کروائی، حفیظ تائب ایک شعر میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب ربِ کبریا سے ملاقات کر کے لوٹتے ہیں تو اپنی اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ لاتے ہیں جس کی فضیلت میں حدیث پاک ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے، حفیظ تائب اپنے آخری اشعار میں حضور ﷺ کی شان وعظمت کا ذکر کرتے ہیں کہ جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دیا آپ ﷺ کو عرشِ علا کی سیر کروائی گئی اور جتنے انوار تھے وہ سب آپ ﷺ کو دکھائے گئے اور آپ ﷺ نے جنت و دوزخ کی بھی سیر کی نئے نئے تجربات آپ ﷺ کے سامنے ہوئے۔

۱۱- شفیع عاصیاں ﷺ

سرکارِ دو عالم ﷺ صاحبِ تاج و معراج ہیں جن کے وسیلہ سے بلا، وبا، قحط و مرض اور دکھ درد دور ہوتے ہیں، آپ ﷺ کا نام نامی لکھا گیا، بلند کیا گیا، شفاعت کے لیے قبول کیا گیا اور لوح و قلم میں کندا ہوا ہے، آپ ﷺ امتوں کو

---

[۱] حفیظ تائب، وسلمو اتسلیما، ص:۲۹۰

[۲] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۱۹۹

[۳] ایضاً، ص:۱۹۹

[۴] القرآن، الانعام ۶:۷۵

بخشوانے والے ہیں، بخشش و کرم سے موصوف ہیں، آپ ﷺ تمام رسولوں کے سردار ہیں نبیوں میں سب سے پیچھے آنے والے اور گنہگاروں کو بخشوانے والے ہیں، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبی ﷺ میں رقمطراز ہیں:

"کیا شان رحمۃ للعالمینی ہے، اس محبوب رب العالمین کی کہ دنیا میں بھی اپنے امیتوں کی بخشش اور نجات کے لیے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے اور قیامت کے دن بھی کبھی مقامِ محمود پر سر فراز ہو کر اور کبھی پل صراط کے قریب کھڑے ہو کر ان کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے ہوں گے، حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے: "ہر نبی کو ایک مخصوص دعا عطا کی گئی جس کی قبولیت کا رب العالمین نے وعدہ کیا، سب انبیاء نے اپنی اس مخصوص دعا کو اس دنیا میں مانگ لیا، حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اس مقبول دعا کو چھپا رکھا ہے تاکہ قیامت کے دن میں اس دعا کو امت کی شفاعت کے لیے مانگوں۔ "[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے شفیع عاصیاں ﷺ کے اس مقام محمود کو کچھ اس طرح سے اپنے اشعار میں بیان کرتے ہیں۔

کیوں ہولِ قیامت سے ہراساں ہو میرا دل
وہ شاہِ امم جب کہ شفاعت کے لیے ہیں[۲]

مجھ سیاکار کو دیتے ہیں شفاعت کی نوید
شاہِ ابرار کی شب رنگ کے جلوے[۳]

جس کے لیے شفاعت اُمت کا تاج ہے
لا ریب ہے وہ فرق ہمایوں حضور کا[۴]

رحمت ہے اور کون خدائی کے واسطے
تائب شفیع روزِ جزا اور کون ہے[۵]
عاصیوں کو ان کی چشمِ لطف رکھتی ہے عزیز
پیہم اپنا دامن تر دیکھنا اور سوچنا[۶]

---

[۱] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ج/پنجم، ص/۲۴۵

[۲] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۳۰۶

[۳] ایضاً، ص:۱۶۴

[۴] ایضاً، ص:۱۸۴

[۵] ایضاً، ص:۲۹۲

[۶] ایضاً، ص:۲۸۹

اللہ نے دی بخشش اُمت کی بشارت
دیکھا نہ گیا نالۂ شب گیر پیمبر [۱]

منحصر عصیاں شعاروں کی ہے جس پر مغفرت
ایسی توفیق شفاعت آپ کو بخشی گئی [۲]

عقیدہ آخرت ہر مسلمان کے عقائد کا لازمی جزو ہے اس عقیدے کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا سورہ بقرہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ [۳]

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

حفیظ تائب اپنے ان اشعار میں بڑی خوبصورتی سے روزِ محشر کا نقشہ بیان کرتے ہیں کہ بروزِ قیامت حساب و کتاب سے اب پریشان اور خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ ہماری شفاعت کے لیے نبی آخر الزماں ﷺ وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے۔

حضور ﷺ کی نگاہیں کرم سے مجھ جیسے عاصی کی بھی بخشش ہو گی، محشر کا دن بڑا ہولناک ہے اس دن دوسرے نبیوں کی امتیں بھی پریشان حال ہوں گی اور گنہ گاروں کی بخشش کا حق صرف رحمۃ للعالمین ﷺ کے پاس ہو گا اور وہ گناہ گاروں کی چن چن کر شفاعت کریں گے، ایک دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگی ہیں جو کہ بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئیں آپ ﷺ کے لب مبارک پر ہمیشہ ایک ہی دعا رہتی تھی ((رَبِّ هَبْ لِي أُمّتي)) [۴] سورب کریم کو اپنے محبوب ﷺ کا اس طرح سے اپنی امت کے لیے گڑ گڑانا، مانگنا پسند آیا اور آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کر دیا گیا جہاں پر آپ ﷺ کو حقِ شفاعت عطا ہو گی جب روز محشر کوئی کسی کا پُرسان حال نہ ہو گا، کسمپرسی کا عالم ہو گا ہر کسی کو اپنی اپنی پڑی ہو گی بس وہاں پر ایک ہستی ایسی ہو گی جو سردارِ انبیاء ﷺ ہیں، خاتم النبیین ﷺ ہیں، شفیع المذنبین ﷺ ہیں جو رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں، راحۃ العاشقین ﷺ ہیں وہی سب کے لیے مرادِ المشتاقین بھی۔ ان شاء اللہ

۱۲۔ رحمت عالم ﷺ

مفسرین کرام نے لفظ رحمۃ کے متعدد معنی بیان کیے ہیں جن میں سے "رحما" کا ایک معنی آپ ﷺ کو سارے جہانوں پر رحمت فرمانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور دوسرا معنی یہ کہ حضور ﷺ کی ذات، حضور ﷺ کا وجود اور حضور ﷺ کی شخصیت کو ہی

---

[۱] حفیظ تائب، کوثریہ، ص: ۹۲

[۲] حفیظ تائب، "مناقب" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب) محمد نعمان تائب، ص: ۶۸۸

[۳] القرآن، البقرہ ۲: ۴

[۴] امام احمد رضا بریلوی، فتاوی رضویہ (رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ لاہور، اگست ۲۰۰۵ء) ج: ۳۰، ص: ۱۹۷

رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، قرآن مجید کی بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی اس صفت جلیلہ کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ [1]

"نہیں بھیجا ہے ہم نے آپ کو مگر سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر۔"

آپ ﷺ کی یہ صفت رحمت و شفقت سے انسان ہی سیراب نہیں ہوتے تھے بلکہ دیگر مخلوقات پر بھی حضور ﷺ کا ابر رحمت برابر برستا تھا، حضور ﷺ کی صفتِ رحمۃ للعالمین کے بارے میں پیر کرم شاہ الازہری ضیاء النبی ﷺ میں لکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ [2]

"البتہ تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آگئے، تمھارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت مشاق ہے، تمھاری فلاح پر وہ بہت حریص ہیں۔"

اپنی امت کے ساتھ حضور ﷺ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے احکام کی بجاآوری کا انھیں مکلف نہیں بنایا کرتے تھے جو ان پر گراں گزرتے ہوں، مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر یہ امر گراں نہ گزرتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ جب بھی وضو کریں مسواک ضرور کیا کریں کیونکہ اس حکم سے کئی لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لیے یہ حکم نہیں دیا، عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عرج کے مقام سے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے ایک کتیا دیکھی جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرا رہی تھی، سرکار دوعالم ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لیے یہاں کھڑا رہے تاکہ کوئی لشکر انھیں اذیت نہ پہنچائے۔ [3]

حبیب دوعالم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کے بارے میں حفیظ تائب اپنے اشعار میں لکھتے ہیں:

لقب ہیں رحمۃ للعالمیں، ختم الرُسل جن کے
انھیں لطفِ خدا کی انتہا کہیے بجا کہیے [4]

حضور ﷺ ساری خدائی کے واسطے رحمت
حضور ﷺ سارے زمانے کے غم گسار وانیس [5]

---

[1] القرآن، الانبیاء۲۱: ۱۰۷

[2] القرآن، البقرہ۲: ۱۲۸

[3] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ج/ پنجم، ص/ ۳۵۶تا۳۶۳

[4] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص: ۱۷۳

[5] ایضاً، ص: ۱۹۰

وقت اور فاصلے کو بھی تری رحمت ہو محیط
سب زمانے ترے، موجود و عدم تیرے ہیں [۱]

رحمت میں سلسبیلِ رواں ہیں مرے حضور ﷺ
ہمت میں کوہسار ہیں، آقائے نامدار [۲]

اِک میں ہی نہیں پوری اُمت، ساری دنیا، ساری خلقت
تکتی ہے رستہ رحمت کا سرکار توجہ فرمائیں [۳]

اُن کی رحمت اٹھائے پھرتی ہے
جسم میرا ہے گو نزار و نحیف [۴]

قرن ہا قرن بھٹکتی رہی ظلمت میں حیات ہوئی
پُر نور فضا، رحمتِ عالم کے طفیل [۵]

کب بہار آئیں گی تائب آرزو کے دشت میں
کیا خبر کیا دیر رحمت کی نظر ہونے میں ہے [۶]

سرِ دشت زیست برس گیا جو سحابِ رحمتِ مصطفی ﷺ
نہ خرد کی بے ثمری رہی، نہ جنوں کی تشنہ لبی رہی [۷]

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۱۹

[۲] ایضاً، ص:۱۶۷

[۳] ایضاً، ص:۱۷۹

[۴] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۳۶۲

[۵] حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۴۶۲

[۶] ایضاً، ص:۴۴۱

[۷] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۴۲

مرے حضور ﷺ کی رحمت ہے بے کراں تائب
مرے حضور ﷺ کا اعلانِ عام لا تثریب [۱]

جہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بے پناہ صفات جلیلہ سے نوازہ وہاں پر ایک ٹائٹل رحمۃ للعالمین بھی عطا کیا جس کی نظیر نہیں ملتی اللہ تعالیٰ رب العالمین اور اس کا محبوب رحمۃ للعالمین، انتہا شان رب العالمین ہے، حفیظ تائب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ساری مخلوقات کے لیے غم گسار اور رحمت بن کر آئے ہیں، اور تیری رحمت کے آگے زمان ومکاں کی کوئی قید نہیں ہے سب زمانوں کو دوام بھی تیرے وجودِ کرم سے ملا، حفیظ تائب ایک شعر میں کہتے ہیں کہ مجھ جیسے کمزور و بیمار پر جو اتنی عنایات ہیں یہ سب حضور ﷺ کی رحمت کا نتیجہ ہیں، آپ ﷺ کے آنے سے پہلے انسانیت ظلمات کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں مبتلا تھی یہ جو چار سو رنگ پھیلے ہیں آپ ﷺ کے طفیل ملے ہیں، حفیظ تائب ایک شعر میں موجودہ حالات کی تصویر کشی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی حضور ﷺ کی اُمت ہے وہ جہالت، ذلت و پستی اور غربت و افلاس میں مبتلا ہے، آپ ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے حال پر توجہ فرمائیں صرف آپ کی نظر رحمت ہی ہمیں اس پستی سے نکال سکتی ہے، اور ایک جگہ پر کہتے ہیں کہ میں تیری بہارِ رحمت کا منتظر ہوں اور نہیں جانتا کہ اور کتنا انتظار کرنا ہو گا، حفیظ تائب اپنے آخری شعر میں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی رحمت کی کوئی حد ہے نہ حساب، فتح مکہ کے موقع پر قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ [۲] فرما دیا، ایسا پیارا بھی کسی کا آقا ﷺ ہو گا کہ جب بدلہ لینے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ کیوں کہ آپ رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔

۱۳-خاتم الانبیاء ﷺ

اللہ رب العزت نے تقاضائے ربوبیت کی تکمیل کے لیے جملہ مظاہر کے ساتھ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا جو تمام کمالاتِ انسانیت کا جامع ہو تو ارادہ ایزدی نے پیکر نبوت کو وجود بخشا، حسن و جمال نبوت کی مختلف شانیں حاملان نبوت میں درجہ بدرجہ تقسیم ہونے لگیں ہر پیغمبر کی الگ شان و عظمت جو ربِ کائنات کی جملہ مظاہر قرار پائی، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [۳]

"ان سب رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

جب تمام انبیاء علیہم السلام اپنی خاص خوبیوں کے ساتھ تشریف لا چکے تو رب کریم نے چاہا کہ نبوت کا سلسلہ اپنے اتمام کو پہنچے تو ذات مصطفی ﷺ کا ظہور ہوا، پیغمبروں کا یہ طویل سلسلہ جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اس کی تکمیل حضرت محمد

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۹۳

[۲] القرآن، یوسف ۱۲: ۹۲

[۳] القرآن، البقرہ ۲: ۲۵۳

مصطفی ﷺ پر کر دی گئی۔ نبی پاک ﷺ نے آپ نے اپنے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت کا خود اعلان فرمایا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔" [۱] اپنی شانِ خاتمیت کا اظہار کرتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے ایک مقام پر انتہائی اچھوتے تمثیلی انداز میں اس طرح بھی فرمایا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاء مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ:فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.)) [۲]

"حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیشک میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایک ایسے شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا اور اسے بہت خوبصورت اور عمدہ بنایا لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ رہنے دی، لوگ اس گھر کے گرد چکر لگاتے اور اس پر خوشی کا اظہار کرتے اور کہتے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی پس میں ہی قصرِ نبوت کی وہ آخری خشت ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں۔"

سلسلہ انبیاء کے ختم ہونے کے بعد قصرِ نبوت کی تعمیر حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کی بعثتِ سعیدہ کے ساتھ مکمل ہو گئی، لہٰذا اب جو کوئی دعویٰ نبوت کرے گا کذاب ہو گا۔" [۳] حفیظ تائب نبی آخر الزماں ﷺ کے ساتھ نبوت کے ختم ہونے والے اس سلسلہ کو اپنے اشعار میں اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔

ختمِ رسل کا رتبہ ازل سے تجھے ملا!
ہیں با ادب تمام پیمبر ترے حضور [۴]

وہ نبی جس نے تسخیر عالم کیے
وہ نبی ختم جس پر نبوت ہوئی [۵]

---

[۱] الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الجامع الصحيح، كتاب الرؤيا، باب ذهبت النبوة و بقيت المبشرات، رقم الحديث: ۲۲۷۲

[۲] بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، ۱۳۰۰، ۳، رقم۳۳٤۲

[۳] محمد علی قادری عقیدہ ختم نبوت کا اجمالی جائزہ "۲۲ ربیع الثانی، ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۹ اپریل، ۲۰۰۸ء

[۴] Accessed August 07,2023,minhajbooks.com/urdu/book/belief- in- the- finality-oh-.prophethood۔

[۵] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۹۶

پہلی ساری نبوتوں کے کمال
جمع ہیں آخری رسالت میں ⑴

دارومدار کس پہ ہے فیضِ مدام کا
ختم رسل حبیبِ خدا اور کون ہے⑵

تری عظمت زمانے میں مسلم، سیدِ عالم ﷺ
مؤخر ہو کے بھی تو ہے مقدم، سیدِ عالم⑶

عیاں ہیں دن کی طرح سب صفاتِ ختمِ رسل — کھلی کتاب ہے گویا حیاتِ ختمِ رسل
ہر ارتقا ہے انھی کی نظر سے اذنِ طلب — تمام حسنِ تمدن، زکاتِ ختمِ رسل ⑷

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری نبی و رسول ہیں آپ ﷺ آ گئے اور آپ ﷺ کو ہی آنا تھا اور آپ ﷺ کے آنے کے لیے ہی تمام جہان سجائے گئے، اس بات کی گواہی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے دی اور رہتی دنیا تک آپ ﷺ کا ہی ڈنکا بجتا رہے گا کہ حشر کا دن برپا ہو گا، حفیظ تائب نے اپنے ان اشعار میں عقیدہ ختم نبوت پر بڑے دقیق نقطے اُٹھائے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تمام پیغمبروں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ جب لوح و قلم، عرش و کرسی کچھ بھی نہ تھا اس وقت بھی حضور ﷺ موجود تھے، حبیب اکرم ﷺ کی شان و عظمت دیکھے کہ جس ہستی پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو رہا ہے، انھیں تمام عالموں کی سیر کرائی گئی، نبی رحمت ﷺ کی فضیلت کیسے بیاں ہو سکتی ہے آپ تو وہ ہیں جو نبیوں میں سب سے آخر میں آئے اور سب سے پہلے امامت کا تاج آپ ﷺ کے سر پر رکھا گیا تمام نبیوں کی خصوصیات آپ ﷺ کی نبوت میں پنہاں ہے، حفیظ تائب اپنے آخری اشعار میں برملا اعلان کرتے ہیں کہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ تمام نبیوں کی صفات کا مظہر آپ ﷺ کی ذاتِ پاک ہے اور آپ کی تریسٹھ سالہ زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، قوموں میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو آپ ﷺ کے حکم سے آیا، کائنات کا تمام حسن آپ ﷺ کی مرہونِ منت ہے۔

⑴ حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۱۰۰
⑵ حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۰۵
⑶ ایضاً، ص:۱۲۷
⑷ ایضاً، ص:۱۳۵

۱۴-صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

صحابہ کرام کی عظمت ورفعت کی گواہی میں قرآن کریم اور حدیث مبارکہ بھری پڑی ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے جتنے انبیاء اس کائنات میں تشریف لائے اُن کی آرزو تھی کہ انھیں نبی رحمت ﷺ کا ساتھ میسر آئے، جو بھی یہ دعوی کرے کہ اسے حضور ﷺ سے محبت ہے تو اسے چاہیے کہ ہر اس چیز سے محبت کرے جس سے آپ ﷺ کو محبت ہے، سرکار دو جہاں ﷺ کو اپنے اہل بیت، صحابہ کرام، مہاجرین وانصار سے بے حد محبت تھی، نبی کریم ﷺ نے حسنین کریمین کے بارے میں فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے: ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے غضبناک کرتی ہے وہ مجھے بھی غضبناک کرتی ہے۔''[۱] جو چیز محبوب کو پسند ہوتی ہے وہی محب کو بھی اور اس کا یہ عمل فطرتی ہے۔ سید ابو بکر غزنوی اپنی کتاب ''باادب بانصیب'' میں صحابہ کی عظمت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ((عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.))[۲]
>
> صحابہ کرام کے سینوں پر انوارِ رسالت ﷺ براہِ راست پڑے، یہ وہ سعادت ہے کہ تمام سعادتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں، صحیحین اور تمام کتب احادیث میں سیدنا عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جنھوں نے میرے عہد کو پایا، پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہوں گے۔''[۳]

پس صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والاخرین ﷺ کی صحبت کے لیے چنا تھا، اور جن کے بارے میں اللہ کی یہ مشیت ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ﷺ سے براہ راست فیض حاصل کریں، سیدِ کائنات ﷺ خود ان کا روحانی تزکیہ کریں کتاب وحکمت کی انھیں تعلیم دیں، مختصر یہ کہ صحابہ کرام کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا واجب ہے صحابہ کرام نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنا مال، گھر بار اپنی جانیں، اپنی اولاد، سب کچھ نچھاور کر دیا، رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان صحابہ کرام ہی وہ واسطہ اور ربط ہیں جن کے ذریعے تمام اطراف عالم میں کتاب وسنت کی تعلیمات کا ابلاغ ہوا اگر ان کی ثقاہت بے داغ نہ ہوتی تو دین کی حفاظت کا کوئی امکان نہ تھا۔[۴]

---

[۱] محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٣٦٥٠

[۲] أيضاً، كتاب، كتاب الشهادات، باب لا يشهد علي شهادة جور إذا أشهد، رقم الحديث: ٢٦٥١

[۳] سید، ابو بکر غزنوی، باادب بانصیب، ص:۳۲

[۴] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، ج/پنجم، ص/۹۶۷

صحابہ کرام کی زندگیوں کا بغور جائزہ لیں اور کسی ایک صحابی کی بھی زندگی کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے۔ حفیظ تائب اپنے نعتیہ کلام میں کچھ اس طرح سے صحابہ کرام کی شان بیان کرتے ہیں۔

آلِ نبی ﷺ سفینہ بحر حیات ہے
اصحابِ ہیں نجوم سرِ آسمانِ خیر [۱]

صدق و عدل و جود و حکمت کا وہی معیار ہیں — جو ہوئے ہیں فیض یاب صحبتِ خیر الانام ﷺ
اس میں ہے عہدِ اطاعت، عہدِ حق، عہد وفا — ہے زمانے میں سعادت نسبتِ خیر الانام ﷺ [۲]

کتنی عظیم بیعتِ رضواں کی شان ہے
فتح مبیں کے ساتھ چلا کاروانِ خیر [۳]

خاندانی نفرتوں کے بُت ہوئے سب پائمال
خانہ کعبہ کی چھت پر جب بلال آیا نظر [۴]

سلام اے ثانی اثنین اے حبیب مصطفی ﷺ — غار و بدر و قبر میں تو ہی رہا ہے دوسرا
سلام اے عدل و احسان و تدبر کے وقار — اے عمر فاروقِ اعظم اے خلافت کی بہار [۵]

شرماتے تھے قدسی بھی جس انساں کی حیا سے
وہ پیکر تقدیس و حیا حضرت عثمان [۶]

حفیظ تائب کہتے ہیں کہ اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا، اور صحابہ کرام کی فضیلت یہ ہے کہ وہ آسمانِ دنیا میں ستاروں کی مانند ہے آخری مصرعے میں حضور ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی طرف اشارہ ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، صحابہ

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۹۲
[۲] ایضاً، ص:۱۱۶
[۳] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۱۰۶
[۴] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۱۵
[۵] حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۵۱
[۶] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص: ۱۱۸

کرام اخلاقیات کی اعلیٰ مثال تھے یوں کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ وہ انسانیت کی معراج تھے انھیں ہر حال میں یہ مقام ملنا ہی تھا کیوں کہ وہ حضور ﷺ سے براہ راست فیض یافتہ تھے، حفیظ تائب کے ایک شعر میں بیعت رضوان کا تذکرہ ہے جس میں ربِ کریم کی طرف سے فتح و نصرت کی خوشخبری ملی، صحابہ کی شان دیکھیے سردار تو سردار غلاموں کے بھی کیا مقام و مرتبے تھے، ایک حبشی غلام حضرت بلال کو مؤذن رسول بنا دیا کیوں کہ حضور ﷺ کے لیے خاندانی شرف کوئی معنی نہیں رکھتا تھا، اگر کسی کو کوئی عزت ملتی تو وہ ایمان کے سبب ملتی، حفیظ تائب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابو بکر آپ ہی وہ ہستی ہیں کہ جنھیں غارِ ثور میں حضور ﷺ کی معیت نصیب ہوئی، میدان بدر میں اور لحد میں بھی حضور ﷺ پر نور نے اپنی رفاقت عطا کی، اور دوسرے شعر میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کی دس سالہ دورِ خلافت کی عظمت بیاں کرتے ہیں کہ جب کسی دوسرے ملک کا سفیر آپ ﷺ سے ملنے آتا ہے تو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے کہ بائیس ہزار مربع پر حکومت کرنے والا شخص درخت کے نیچے اینٹ کا تکیہ بنا کر لیٹا ہوا ہے، یہ حضور ﷺ کے صحابہ کی شان تھی حفیظ تائب کے آخری شعر کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عثمان ذولنورین اتنے حیادار تھے کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔

۱۵- تاریخی حقائق

اسلام کی تاریخ کو چودہ سو سال گزر گئے لیکن اس کا جو باب بھی کھولے اس کے اندر ان گنت واقعات ہیں جو سنہری حروف میں لکھے گئے، اور قیامت تک لکھے جائیں گے حفیظ تائب نے چند واقعات اپنے نعتیہ کلام (صلو علیہ وآلیہ، وسلمو تسلیما، وہی یٰسین وہی طٰہ، کوثریہ) میں بڑی عمدگی کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہِ ناز میں پیش کیے ہیں یہاں پر کچھ اشعار پیشِ نظر ہیں، آپ کے پہلے شعر میں حضرت سلمان فارسی وہ صحابی رسول ہیں جو سنہ ۲ ہجری میں مسلمان ہوئے ان کی قسمت دیکھیے کہ کتنے سالوں کی مسافت طے کرنے کے بعد اور کتنے ہاتھوں سے بکتے بکاتے درِ حبیب کی چوکھٹ پر آ گئے اور کتنا نرالا وہ تاجر تھا جس کی نگاہ ناز میں لاکھوں امان پا گئے۔ بدلے میں حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے باغ لگایا جس کی آبیاری ایک سال تک حضرت سلمان فارسی کرتے رہے، آخر کار قسمت یاور ہوئی ایک یہودی آقا کی غلامی سے نکل کر شاہ عرب کی غلامی میں آ گئے اور اسی مصرعہ کے دوسرے حصے میں صحنِ قبا کی عظمت کا تزکرہ کرتے ہیں کہ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے جسے حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا، حفیظ تائب کے ایک شعر میں میدان بدر جہاں مسلمانوں نے آپ ﷺ کی معیت میں پہلا معرکہ بدر سر کیا، اور پھر احد پہاڑ کے دامن میں غزوۂ احد کو جس روحانی بصیرت سے کامیاب کروایا یعنی آپ ﷺ کی معیت میں مسلمانوں نے ہاری ہوئی جنگ دوبارہ جیتی، اور پھر غزوہ خندق کہ جس میں حضور ﷺ نے صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودی، ہر ایک مقام حضور ﷺ کے محبوب رب العالمین ہونے کا شاہد ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کی عام معافی پر زمانہ حیران تھا اس کے بارے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبیؐ میں اس حدیث مبارکہ کا حوالہ دیتے ہیں:

((فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ دَار أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ» .، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: وَمَا تَسَعُ دَارِي؟ فَقَالَ: «مَنْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: وَمَا تَسَعُ الْكَعْبَةُ؟ فَقَالَ: «وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: وَمَا يَسَعُ الْمَسْجِدُ؟ فَقَالَ: «مَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: هَذِهِ وَاسِعَةٌ،))[۱]

”جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کے لیے امان ہے۔"ابو سفیان نے عرض کی میرے گھر کتنے لوگ سما سکے گے۔ حضور نے فرمایا! حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے گا اسے بھی امان ہے، جو مسجد میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے، ابو سفیان نے عرض کی، مسجد میں بھی چند لوگ سما سکیں گے رحمت عالم ﷺ نے عفو عام کا دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا اس کو بھی امان ہے، ابو سفیان نے کہا ھذہ و اسعۃ اس اعلان میں بڑی وسعت ہے۔“

اس شانِ رحمۃ للعالمینی کو دیکھ کر جوق در جوق آگے بڑھ کر حضور کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرنے لگے۔

نزہتِ بستانِ سلماں رضی اللہ عنہ، عظمت صحنِ قبا — پاس جا کر، سر جھکا کر دیکھنا اور سوچنا
ارض بدر، آثار خندق، دامن کوہ احد — ہر قدم پر شانِ داور دیکھنا اور سوچنا[۲]

گھر ابو سفیان کا بھی ٹھہرا، حصار عافیت — چرخ حیراں تھا، کمال عفو و رحمت دیکھ کر[۳]

مقتدی جس کے ہیں نبیؑ سارے
کلمہ گو ہیں جس کے وحش و طیور[۴]

جو بنو سعد کے ریوڑ کا محافظ تھا کبھی
وہ دو عالم کا نگہباں ہے، سبحان اللہ[۵]

---

[۱] احمد بن الحسين، دلائل النبوة، جماع ابواب مغازى رسولُ الله صلى الله عليه وسلم، باب نزول رسولُ الله صلى الله عليه وسلم بمر الظهران- الخ، ج: ۵، ص: ۳۱

[۲] حفیظ تائب، "مناقب" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب کردہ) محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۷ء)، ص:۷۰۰

[۳] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۲۲

[۴] ایضاً، ص:۱۲۵

[۵] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۲۵

طائف کی مسافت ہو کہ ہجرت کا سماں ہو
ہمت کا سبق، ہر سفر احمد مختار ﷺ[1]

غزوہ بدر، وہ تاریخ کا باب زریں — لے کے آیا جو مسلماں کے لیے فتح مبیں
گر اُسے بدر کا عنواں نہ میسر آتا — داستاں ملتِ بیضا کی نہ ہوتی رنگیں[2]

غزوۂ بدر کو یوم الفرقان اور غزوۂ بدر الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے، غزوۂ بدر کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾[3]

"اور بے شک اللہ نے تمھاری مدد کی تھی (میدان) بدر میں حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔"

جنگ بدر تاریخ اسلام کا وہ معرکہ ہے جب اسلام اور کفر، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ کی پہلی ٹکر ہوئی اسی معرکہ میں فرزندان اسلام کی تعداد لشکر کفار کی تعداد سے ایک تہائی تھی، وسائل اور اسلحہ کے اعتبار سے بظاہر بہت کمزور تھے مگر اللہ کریم نے انھیں فتح ونصرت سے نوازہ، حفیظ تائب ایک شعر میں واقعہ طائف اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کو بیان کرتے ہیں کہ بعثت کا دسواں سال تھا حضور ﷺ نے طائف کا سفر کیا جو سفر طائف سے مشہور ہے اس سفر میں آپ ﷺ کو بہت تکالیف برداشت کرنا پڑی مگر آپ ﷺ نے طائف والوں کے لیے بددعا نہیں کی، سفر طائف ایک واقعہ ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی زندگی کا ٹرنگ پوائنٹ تھا، اور شعر کے دوسرے مصرعے میں ہجرت مدینہ کے وقت مکہ معظمہ کو بوجھل دل سے چھوڑا اور ہجرت کے تمام مصائب کو بڑی بہادری سے برداشت کیا، اُمت مسلمہ کے سامنے حضور ﷺ کی تریسٹھ سالہ زندگی موجود ہے جس کا ہر ایک ایک باب تاریخ میں رقم ہے اور اُمت کے لیے باعث افتخار و باعثِ تقلید ہے، جس پر قرآن کریم کی ایک ایک آیت سرکارِ دوجہاں ﷺ کی شان و عظمت کے قصیدے پڑھتی ہے اور کیوں نہ پڑھے جب ربِ ذوالجلال نے فرمادیا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾[4]

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۵۰
[2] ایضاً، ص:۱۲۵
[3] القرآن، آل عمران ۳: ۱۲۳
[4] القرآن، الم نشرح ۹۴: ۴

خلاصۂ کلام

حفیظ تائبؒ کے اردو نعتیہ مجموعہ میں سے پندرہ موضوعات نعت منتخب کیے ہیں۔ آپ چونکہ عوامی شاعر تھے اس لیے عوام میں ہر دلعزیز تھے۔ حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں بیشتر موضوعات میں عوام کی معاشی و معاشرتی مسائل کو حضور ﷺ کی نعت میں سمو دیا گیا ہے، جس میں حالی کی طرز پر استغاثہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عشق رسول ﷺ، اقدار کا فروغ اور حضور ﷺ کی سیرت کے موضوعات شامل ہیں، چند ایک موضوعات حضور ﷺ کے اسم گرامی، حضور ﷺ کا اندازِ تکلم، قرآن مجسم، شمائل مصطفی ﷺ، دیار حبیب ﷺ کے در و بام، معراج مصطفی ﷺ، شفیع عاصیاں ﷺ، رحمت عالم ﷺ، خاتم النبیین ﷺ، صحابہ کرام اور تاریخی واقعات کو نعتیہ مضامین میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ان اشعار کی تشریح کے لیے قرآن و حدیث کے علاوہ سیرت کی مایہ ناز کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

باب سوم

حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ

فصل اول

دونوں شعراء کے مضامین نعت میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ

فصل اول

دونوں شعراء کے مضامین نعت میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ دونوں ہم عصر، قادر الکلام اور صوفی شاعر ہیں حافظ صاحب روایات اور جدت کے درمیان توازن کو برقرار رکھے ہوئے ہیں جب کہ حفیظ تائب اجتہاد اور شاعری کے اندر نئی نئی اصطلاحات کو متعارف کرواتے ہیں، حافظ صاحب کے نعتیہ کلام میں تخیل آفرینی، وابستگی اور وارفتگی کی انتہا ہیں اس لیے بھی کہ آپ پر ہر لمحہ عارفانہ کیفیت طاری رہتی جب کہ حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں شاعرانہ حسن آفرینی کے ساتھ ساتھ رقت آمیزی کی انتہا تھی جب بھی کوئی نعتیہ کلام پڑھتے تو حضوری کی کیفیت میں ڈوب کر پڑھتے، پہلی فصل میں ان دونوں شعراء کرام کے مشترکہ مضامین نعت کو زیر بحث لایا جائے گا۔

۱- عرب کے حالات قبل از ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں شاعروں نے ایک ہی مضمون کو اپنے اپنے انداز میں باندھا ہے حافظ مظہر الدین نے اس موضوع کو درج ذیل انداز میں باندھا ہے اور اس میں الگ حُسن ہے، ان کے نعتیہ کلام میں اردو شاعری کے علائم و رموز اور دیگر فنی حوالے موجود ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حافظ صاحب اُردو شاعری کے فنی قواعد سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ انھیں بہترین طریقے سے استعمال کرنا بھی جانتے تھے۔

آدم کو جب وجود کا خلعت ملا نہ تھا — نورِ خدا سے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جدا نہ تھا
عالم تمام مطلعِ نور و ضیاء نہ تھا — جب تک ظہورِ ماہِ رسالت ہوا نہ تھا
اپنے خدا سے کوئی بشر آشنا نہ تھا — منزل نہ مل سکی کہ کوئی راہ نما نہ تھا
آئے رسول پہلے مسیحؑ و خلیلؑ بھی — لیکن اُن انبیاء میں کوئی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھا
بے نور و بے سرور تھی دنیا کی انجمن — کعبے میں بھی چراغِ ہدایت جلا نہ تھا[1]

حافظ مظہر الدین کے یہ اشعار ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل کے ہیں ان اشعار میں "قبل از ولادت" عالم ارواح سے بھی پہلے کا تذکرہ ملتا ہے جس میں حضور والا کی شان کو نور سے تعبیر کیا ہے یعنی "نور" قرآنی تلمیح ہے، ربِ کعبہ نور ہے اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور اس بات کی تائید قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ کرتی ہے:

---

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۷۷

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ [1]

"بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔"

اس آیت مبارکہ میں نور سے مراد مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سرکار دوعالم ﷺ کی ذات والاصفات ہے۔ حضرت ابراہیم و حضرت عیسیٰ اور باقی نبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضور سرور کائنات کی شان والا کو نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے، شاعری میں ایک اصطلاح مستعمل ہے "مجرد کو مجسم کرنا" ہے یعنی کسی بے جان چیز کے اندر جان ڈال دینا جیسے کعبہ مکرمہ، حافظ صاحب نے ان اشعار میں ردیفوں اور قافیوں کا چھوٹی بحر کے مقرر اوزان میں خوبصورت طریقے سے استعمال کیا ہے۔

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی عرب کے حالات قبل از ولادتِ نبوی کے موضوع پر کلام موجود ہے مگر جو حافظ صاحب نے سماباندھا ہے وہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نہیں ملتا اس میں عالم ارواح سے پہلے کا تذکارہ کرنا حافظ صاحب کا خاصہ ہے اس میں آپ کو فوقیت حاصل ہے، جب کہ حفیظ تائب نے عرب کے حالات قبل از ولادت مصطفیٰ ﷺ معاشرتی حالات کے منظر کو یوں بیان کیا ہے ان اشعار میں زیادہ تر معاشرے کو ڈسکس کیا گیا ہے اور یہ اس کا حُسن ہے، حفیظ تائب "صلو علیہ و آلہ" میں لکھتے ہیں۔

ہر طرف تھیں جہالت کی تاریکیاں	چار سو تھیں فلاکت کی منحوس شب
تین سو ساٹھ بت، خانہ حق میں تھے	بت پرستی میں اتنے بڑھے تھے عرب
عام تھا ان میں آزارِ دختر کُشی	ہر کوئی تھا پرستارِ بنتِ عنب [2]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے پہلے کے معاشرتی پہلوں کو اجاگر کیا ہے، جس میں جہالت، غربت و افلاس، بت پرستی اور انسانیت کی تذلیل کا تذکرہ کیا ہے، جو کہ اس دور کے معاشرے کی اصلی تصویر تھے، شاعر نے ان اشعار میں خوبصورت ردیف کا استعمال کیا ہے، حفیظ تائب کی شاعری میں سیرت نگاری کی جھلک نظر آتی ہے، جب کہ حافظ صاحب کی شاعری میں عشق و محبت کی جھلک، حفیظ تائب معاشرے کے مسائل کو اپنے کلام میں نہایت خوبصورتی سے بیان کرنے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے جس میں آپ کو تقدم حاصل ہے۔

۲۔ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

تقریباً تمام نعت گو شعراء کی طرح حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عید میلاد النبی ﷺ کو اپنی نعتیہ شاعری کا موضوع بنایا اُن کے اشعار میں حضور ﷺ کی ولادت کی خوشخبری کا ذکر ہے، زمیں و آسماں میں اعلانات ہوتے ہیں کوئی منادی کرنے والا کہتا ہے، مبارک ہو اے زمیں والو! خواب غفلت سے جاگ جاؤ مقدر کا ستارہ بدلنے والا ہے۔

[1] القرآن، المائدہ۵: ۱۵

[2] حفیظ تائب، صلوا علیہ و آلہٖ، ص: ۱۱۴

محبوب خدا بن کر آئے مہمان ربیع الاول کے　　　قربان ربیع الاول کے، قربان ربیع الاول کے

یہ ماہ مبارک لایا ہے سرکار ﷺ کی آمد کا مژدہ　　　میرے سینے میں رقصاں ہیں طوفان ربیع الاول کے [۱]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار اُن کے نعتیہ مجموعہ "تجلیات" میں سے لیے گئے ہیں یہ ایک پابند نظم ہے جو کہ "ربیع الاول" کے عنوان سے لکھی گئی ہے حافظ صاحب ان اشعار میں ربیع الاول کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہیں کہ جس طرح ماہ رمضان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی عظمت و شان کے طفیل دیگر تمام مہینوں پر امتیاز عطا فرمایا اسی طرح ماہ ربیع الاول کے امتیاز اور انفرادیت کی وجہ اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے یہ ماہ مبارک حضور ﷺ کی ولادت کے صدقے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت اور امتیاز رکھتا ہے۔

اے دلِ مضطر ٹھہر، اے حسرت دل سجدہ کر　　　لو مبارک ہو درِ خیر الوریٰ بھی آ گیا

جلوہ حق نے کیا آ کر اُجالا چار سو　　　جب بڑھی ظلمت تو پھر نور خدا بھی آ گیا [۲]

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی "تجلیات" سے لیے گئے ہیں جو مولود شریف کی خوشی میں کہے گئے ہیں اس قطعہ کی خوبصورتی دیکھیے کہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں اے بے تاب دل! اے حسرت بھرے دل! خوشی سے سجدہ شکر کر کہ محمد مصطفیٰ ﷺ آ گئے ہیں، اس کے دوسرے شعر میں صنعت تضاد کا استعمال کرتے ہیں یعنی اجالا، اندھیرا، ظلمت جب چار سو پھیل گئی کائنات بنانے والے خالق نے اس جہاں کو روشن کرنے کے لیے اپنا نور اتار دیا، ان اشعار میں لمبی بحروں کے ساتھ خوبصوت قافیہ اور ردیف کا استعمال کیا ہے۔ ماہ ربیع الاول کا تذکرہ حافظ صاحب کے ہاں ملتا ہے حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نہیں۔

آپ مرادِ آدمؑ و یحییٰ محسنِ عیسیٰ محسنِ موسیٰؑ
آپ نوید ابن مریم، صلی اللہ علیہ وسلم [۳]

آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری تمام انبیاء کرام سناتے رہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی خبر دی۔ قرآن کریم میں اس طرح سے ارشاد پاک ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ..... [۴]

"اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل! میں تمھاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

حفیظ تائب نے بھی ولادت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع کو کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے۔

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۸

[۲] ایضاً، ص:۱۱۸

[۳] ایضاً، ص: ۲۴

[۴] القرآن، الصف ۶۱: ۶

ہوا جلوہ گر آفتاب رسالت، زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
مٹی دہر سے کفر و باطل کی ظلمت، زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
اُجالا صداقت، محبت، وفا کا کراں تا کراں ساری دنیا میں پھیلا
ہوئی جب نمودار صبحِ سعادت، زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا
جو پھوٹی کرن خانہ آمنہ سے، زمانہ چمک اُٹھا اُس کی ضیا سے
ملی نوعِ انساں کو ہدایت، زمیں جگمگائی، فلک جگمگایا [۱]

حفیظ تائب کا دوسرا نعتیہ مجموعہ "وسلموا تسلیما" میں سے یہ اشعار لیے گئے ہیں یہ ایک پابند نظم ہے، جس کا عنوان "ولادت باسعادت" ہے یہ نظم اپنے عنوان سے واضح ہے کہ جس میں حفیظ تائب آنحضور ﷺ کی ولادت کا مژدہ اہل زمین کو سناتے ہیں، ان اشعار میں ردیف، قافیہ اور بحر کے مقررہ اوزان کی پابندی کی جاتی ہے، حفیظ تائب کے پہلے شعر میں رسالت کو آفتاب سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے زمیں وآسمان چمک اُٹھے ہیں، زمانہ کفر و شرک کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، اگلے شعر میں الفاظ کی تکرار سے شعر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو رہا ہے، آپ ﷺ کی پیدائش کو صبح سعادت سے استعارہ لیتے ہیں کہ ساری دنیا محبت و وفا سے بھر گئی، حضرت آمنہ کے گھر سے جو کرن پھوٹی یعنی کرن تشبیہ کے طور پر استعمال کی ہے اُس کی روشنیوں سے زمانہ چمک گیا ہے اور تمام بنی نوع انسان ایک ہادی کی تلاش میں تھی جو انھیں مل گئی۔

مبارک ہو جنابِ مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد ہے	زمیں پر سر براہِ انبیاء کی آمد آمد ہے
خدائی شاد ہو گی مژدہ اتمامِ نعمت سے	سریر آرائے اقلیم ہدیٰ کی آمد آمد ہے
سُنانے کے لیے آیاتِ قرآں اہل عالَم کو	رسولِ ہاشمی سے خوش نوا کی آمد آمد ہے [۲]

درج بالا اشعار بھی "وسلموا تسلیما" سے لیے گئے ہیں حفیظ تائب نے ان اشعار کو ترکیب بند کی صورت میں تحریر کیا ہے اس نظم کا عنوان "میلاد النبی ﷺ" ہے اس میں سرکار دو عالم ﷺ کی آمد پر مبارک باد دی جا رہی ہے کہ آج سردارِ انبیاء کا امام آگیا ہے جب کہ دوسرے شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کرتے ہیں یعنی اتمامِ نعمت سے مراد سورہ مائدہ کی آیت مبارک ہے جس میں حضور ﷺ پر نعمت تمام کر دی گئی، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [۳]

"آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔"

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۸۵

[۲] ایضاً، ص:۸۳

[۳] القرآن، المائدہ ۵: ۳

حفیظ تائب کہتے ہیں آج اُس محبوب تخت نشیں کی آمد ہے، آخری شعر کی خوبصورتی دیکھیے کہ قبیلہ ہاشم سے تعلق رکھنے والے رسول ﷺ اپنی خوبصورت آواز میں پورے عالم میں قرآن کریم سنانے آئے ہیں۔ حفیظ تائب نے ان اشعار کے اندر ایک ہی بحر میں خوبصورت قافیوں کا استعمال کرتے ہوئے حسین الفاظ کا چناؤ کیا ہے جس میں شاعر کا اپنا ذوق نظر آتا ہے، حضور ﷺ کی آمد سے معاشرے میں جو تبدیلیاں نمودار ہوئی ہیں ان کا برملا استعمال کرتے ہیں، اور اہل عالم کو آخری کتاب اور آخری پیغمبر کی اہمیت سے اجاگر کرتے ہیں کہ یہی وہ رسول ہیں جو آگئے اور جن کے پاس آئے ہیں، انھیں ڈھیروں مبارک باد۔

۳۔ حُسنِ جمال مصطفیٰ ﷺ

ذیل میں دیے گئے اشعار میں حضور سرور کائنات ﷺ کے ظاہری حسن وجمال کا تذکرہ کیا گیا ہے جو کہ شمائل حبیب ﷺ کے لقب سے معروف ہیں، سب سے پہلے حافظ مظہر الدین کا اندازِ بیاں دیکھتے ہیں۔

آؤ، کہ ذکر حسنِ شہہ بحر و بر کریں　　جلوے بکھیر دیں شبِ غم کی سحر کریں
مل کر بیاں محاسنِ خیرا لبشر ﷺ کریں　　عشق نبی ﷺ کی آگ کو کچھ تیز تر کریں
جو حسن میرے پیشِ نظر ہے اگر اُسے　　جلوے بھی دیکھ لیں تو طوافِ نظر کریں[۱]

درج بالا اشعار حافظ صاحب کا پہلا نعتیہ مجموعہ "تجلیات" کا کلام ہے جو کہ حافظ صاحب کے فنا فی الرسول ہونے کی گواہی دیتا ہے، اس نعتیہ غزل میں حافظ مظہر الدین نے عشق رسول ﷺ کو آگ سے تشبیہ دی ہے جس کے پہلے مصرعے میں دنیا والوں کو دعوت عام دیتے ہیں کہ آؤ مل بیٹھ کر سرکارِ دوجہاں کے حسن کا ذکر کرتے ہیں، اور حسن بھی ایسا جسے جلوے بھی دیکھے تو منہ چھپاتے پھیرے، دوسرے مصرعے میں زمانے کے غموں کو رات سے تشبیہ دیتے ہیں، سرکار دو عالم ﷺ کے حُسن میں اتنے مستغرق ہوگئے کہ تمام جہان کے جلوے بھی ماند پڑ جائے۔

اُن کا جمال غیرتِ صد جبرئیل ہے　　اُن کا جمال، مثلِ جمالِ بشر کہاں
گھبرا نہ میری نظم مرصع ہے گر طویل　　افسانہ اُن کے حُسن کا ہے مختصر کہاں[۲]

حافظ مظہر الدین کی یہ طویل اور خوبصورت نعت ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے جو کہ مختصر بحر میں قافیہ اور ردیف کا بہترین امتزاج ہے اس قطعہ میں حافظ صاحب نے حضور ذی حشم ﷺ کے حسن کو جبریل امیں کی غیرت سے تشبیہ دی ہے، دوسرا مصرعہ سوالیہ ہے کہ ان کا حسن کسی انسان جیسا نہیں، دوسرے شعر میں الفاظ کی خوبصورتی دیکھیے کہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تیری نظم طویل ہوگئی تو کیا فکر نہ کر سرکار کے حسن کا تذکرہ مختصر نہیں ہے۔

لے کے رُخسارِ شہہ ﷺ سے اثر چاندنی　　ضُو لٹاتی ہے شام و سحر چاندنی

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۱۴

[۲] ایضاً، ص:۱۷

کہکشاں اُن کے قدموں کی اِک دُھول ہے　　　　میرے خواجہ ﷺ کی ہے راہ گزر چاندنی[۱]

حافظ مظہر الدین کے یہ اشعار پابند نظم میں لکھے گئے ہیں ان اشعار میں شمائل حضرت بیاں کرنے میں بطور استعارہ چاند کو لیتے ہیں کہ چاند کی چاندنی سرکار کے رُخسار سے روشن ہوتی ہے، کہکشاں، چاندنی یہ سب سرکار کے راہ کی دُھول ہے۔

اُن کا رخِ پُر نور، ضیا بار ہے کتنا
پوچھوں گا کسی روز یہ خورشید و قمر سے[۲]

اس شعر کا پہلا مصرعہ سوالیہ ہے، اور دوسرے مصرعے میں سورج و چاند سے تشبیہ دیتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ سورج اور چاند سے پوچھیئے کہ سرکار کا چہرہ مبارک کتنا خوبصورت ہے۔

حافظ مظہر الدین کا اندازِ بیاں خالص فنا فی الرسول ہے وہ جو بات بھی کرتے ہیں سرکار کے عشق میں کرتے ہیں، حضور ﷺ کے حسن و جمال کو صبح و شام، چاند و سورج، اور کہکشاؤں سے تشبیہ دیتے ہیں تو کہیں پر بطور استعارہ ہی استعمال کرتے ہیں۔

حفیظ تائب حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کچھ اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

جنھیں بنا کے مصور بھی آپ ہے مسرور
وہ نقش ہیں خد و خال محمد عربی ﷺ[۳]

یہ شعر حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعہ "صلوعلیہ وآلہ" میں سے لیا گیا ہے ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل میں شمار ہوتا ہے اس شعر میں حفیظ تائب نے اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ کے لیے مصور کا استعارہ استعمال کیا ہے، اسی شعر میں ایک دوسری صنف "رعایت لفظی" کا استعمال بھی ہوا ہے رعایت لفظی وہ شاعرانہ خوبی ہے جس میں ایک چیز کی مناسبت سے دوسری چیز لائے جائے، حفیظ تائب کے ہاں نعت میں رعایت لفظی کا اہتمام بھی ملتا ہے، اس شعر میں مصور کی نسبت سے مسرور کا لفظ آیا ہے۔

ہر ایک ہے فدائے شمائلِ حضرت ﷺ
ہر اک نظر ہے طلب گارِ خواجۂ لولاک[۴]

حفیظ تائب کا یہ شعر اُن کے دوسرے نعتیہ کلام "وسلموا تسلیما" میں سے لیا گیا ہے ہیئت کے اعتبار سے "ترجیع بند" ہے اس ترجیع بند کا عنوان ہے "آیات رحمت" ہے، تلمیح کی بلاغت محتاج تعریف نہیں ایک اشارے سے پورا واقعہ تازہ کر دینا اس

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۸۳
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۶۰
[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۱۷۰
[۴] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۹۰

صنعت کا اعجاز ہے اس شعر میں حفیظ تائب نے بتایا ہے کہ آپ ﷺ کے حسن مبارک پر مسلم و غیر مسلم سب فدا ہے، اور دوسرے مصرعے میں لولاک سے مراد معراج اور خواجہ سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔

کیوں جگمگا اٹھے نہ شب تار زندگی
جب ہو رُخ رسول ﷺ کا مہتاب سامنے[۱]

یہ شعر بھی "وسلموا تسلیما" سے لیا گیا ہے اور ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے اس شعر میں رات جیسے تاروں سے جگمگاتی ہے ویسے ہی زندگی کھل اٹھتی ہے اور حضور پر نور ﷺ کے چہرہ مبارک کے لیے مہتاب کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ زندگی اندھیر نگری کی مانند ہے جب اس نے رخ مصطفیٰ ﷺ دیکھا تو روشن ہو گئی۔

تکے جاتی ہے اس کو اُمِ معبد
جو مہتاب اس کے گھر اُترا ہوا ہے[۲]

اس شعر میں حفیظ تائب نے اُم معبد کے لیے صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے، اور رسول اللہ کے لیے مہتاب بطور استعارہ استعمال کیا ہے، اس شعر میں ردیف کے الفاظ اپنی جگہ پر حُسن پیدا کر رہے ہیں اور اس کی خوبصورتی بھی باعثِ تسکین ہے کہ حفیظ تائب نے اس چھوٹے سے شعر میں ایک پوری داستان کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

۴۔ نطق رسول ﷺ

نطقِ رسول سے مراد نبی پاک ﷺ کا اندازِ گفتگو، بات چیت کرنا، بولنا، گفتگو فرمانا ہے، دونوں شعراء کرام نے خوبصورت انداز میں اس موضوع نعت کو نبھایا ہے حافظ مظہر الدینؒ اپنے خوبصورت انداز میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے بات کرنے کو اس طرح سے اشعار میں سموتے ہیں۔

اللہ کو مرغوب ہیں کیا تیری ادائیں
"قُل" کہہ کے سُنی بات بھی اپنی تیرے لب سے[۳]

حافظ مظہر الدین مظہر کے نعتیہ کلام "تجلیات" میں سے نعتیہ غزل کا یہ شعر ہے حافظ صاحب کے نعتیہ کلام میں بہت وسعت، لطافت اور رنگینی ہے اُن کے اس شعر میں تلمیح کی صنعت استعمال ہوئی ہے "قُل" قرآن پاک میں بار ہا استعمال ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قُلْ"[۴] اے محبوب! آپ فرما دیجیے قُل کہہ کر اپنی بات اپنے محبوب سے کہلوانا پسند فرمایا،

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۴۴

[۲] حفیظ تائب، "نسیب"، مشمولہ: کائنات حفیظ تائب "مرتب" محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹرپرائزز، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، ستمبر ۲۰۱۷ء)، ص:۸۵۷

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۵

[۴] القرآن، الاخلاص ۱۱۲: ۱

اس شعر کی لفاظی پر غور کیجیے کہ جس میں حافظ صاحب نے محبوب و محب کا تذکرہ چھیڑ دیا ہے کہ جیسے محبوب کو اپنے محب کی ہر ادا پسند آتی ہے ویسے ہی اللہ رب العزت کو حضور ﷺ کی ہر ادا پسند تھی۔

حق کی عظمت کا زندہ نشاں بن گئی   تو نے جو بات کی، داستاں بن گئی
اب سمجھنا ہے آسان قرآن کو   شارحِ وحی تیری زباں بن گئی[۱]

یہ قطعہ حافظ مظہر الدین کی کتاب "جلوہ گاہ" میں سے لیا گیا ہے جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے، حافظ صاحب نے ان اشعار میں گفتگوِ محمد ﷺ کی اہمیت و فضلیت بیان کی ہے یعنی آپ ﷺ جو بات بھی فرمائے وہ عین حق ہے جیسے کہ نبی رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا کہ اس زُبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلتا، یہاں پر "شارح وحی" تلمیح کے طور پر استعمال کی ہے جس سے مراد حضور نبی رحمت ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے جو کہ قرآن پاک کا عملاً ترجمہ و تفسیر ہے حافظ صاحب نے ان اشعار میں خوبصورت قافیوں اور ردیفوں کا استعمال کیا ہے۔

ترجماں نطقِ لبِ جبریل کی، تیری زباں   تیرا دل گنجینۂ اسرارِ رب العالمیں
حکم تیرا، حکم داور، فعل تیرا فعلِ حق   قول تیرا موجِ کوثر، بات تیری انگبیں[۲]

یہ اشعار ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہیں حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام "باب جبریل" میں دیگر نئی خصوصیات کے ساتھ ساتھ طویل اور مختصر بحروں کا امتزاج بھی ہے جو کہ ان کی کلیات میں بدرجہ اتم ملتا ہے، ان اشعار میں حافظ صاحب نے کثرتِ تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والے جبرئیل امینؑ تھے مگر پہنچانے والے حضور ﷺ یعنی آپ ﷺ کا سینہ اطہر ہی تمام جہانوں کے پروردگار کا راز دار ہے، دوسرے شعر میں الفاظ کا انتخاب دیکھیے نا صرف حسین و جمیل بلکہ تاثیر سے بھی لبریز ہیں، حافظ صاحب نے یہاں صنعت مراعات النظیر کا استعمال کیا ہے یعنی ایسے الفاظ جو باہم مناسبت رکھتے ہوں مثلاً حکم، فعل، قول اور موج کوثر تلمیح سے مراد حوض کوثر ہے، حفیظ تائب نے موضوع نعت (نطق رسول ﷺ) کو اپنے اشعار میں کس انداز میں سمویا ہے حفیظ تائب بھی حافظ صاحب کی طرح اپنے نعتیہ کلام میں حسین و جمیل تلمیحات، استعارے، تشبیہات، تکرار لفظی اور ردیفوں کا استعمال کرتے ہیں آیئے چل کر مطالعہ کرتے ہیں۔

ہے محکماتِ الٰہی کی دل نشیں تفسیر
زبانِ احمد مرسل ﷺ کا ہر بیان سلیس[۳]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۰۸

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۷۵

[۳] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۱۰۲

حفیظ تائب کا یہ شعر "صلوا علیہ و آلہ" کا ہے جو کہ ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے کہ حضور ﷺ کی زُبان اقدس قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے اور آپ ﷺ جب بات کرتے ہیں تو منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے تمام کلمات آسان اور سہل ہوتے کہ جن پر عمل کرنا آسان ہوتا، حفیظ تائب نے تلمیح محکمات الٰہی کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جب چھڑے بات نطق حضرت ﷺ کی
غنچہ فن چٹک چٹک جائے[۱]

تکرر لفظی وہ شاعرانہ خوبی ہے جس میں الفاظ کے تکرار سے کلام میں موسیقیت پیدا ہوتی ہے اس شعر میں حفیظ تائب نے الفاظ چٹک چٹک کے تکرار سے شعر میں خوبصورتی و ترنم پیدا کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے تکلم کا ذکر شروع ہوتا ہے تو میرے اندر کا فنکار جاگ جاتا ہے، غنچہ بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں۔

اعتبار نطق ہے گفتارِ خیر الانبیاء
نو بہار خُلق ہے، کردارِ خیر الانبیاء[۲]

حفیظ تائب کا یہ شعر مقررہ بحر میں نعتیہ غزل ہے اور صنف کے اعتبار سے اس کے دونوں مصرعوں میں خوبصورت قافیہ اور ردیف کا استعمال کیا ہے یعنی اس شعر میں آپ ﷺ کی Values کو Nominate کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرام میں سے حضور ﷺ کی گفتگو کی فضیلت و اہمیت کو اجاگر کیا ہے یعنی آپ ﷺ کا ہر لفظ حق اور آپ ﷺ کا کردار ہر عیب سے پاک و شفاف اور منزہ ہے۔

دردِ انساں سے مہکتا ہوا شیریں لہجہ
کیسا اندازِ ہدایت تھا نرالہ ان کا[۳]

اس شعر میں حفیظ تائب تشبیہ کے طور پر لفظ "اُن" کا استعمال کرتے ہیں جس سے مراد حضور پر نور ﷺ ہیں حضور ﷺ کے لہجہ مبارک کا ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ معاشرہ کرب و بلا میں مبتلا تھا کہ آپ ﷺ کے درد میں ڈوبا ہوا لہجہ ہر ایک کے لیے تسکین جاں بنا، آپ ﷺ کے پاس دشمن بھی آتا تو آپ ﷺ کے خلق کا معترف ہوتا آپ ﷺ کی قربت میں راحت محسوس کرتا، حفیظ تائب اپنے اشعار میں ہمیشہ معاشرے کا تذکرہ کرتے ہیں یعنی سیرت رسول پاک کا معاشرے میں کردار اور یہ انھی کا خاصہ ہے۔

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۳۷

[۲] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۵۴

[۳] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۶۵

۵-اسوۂ حسنہ ﷺ

ہزاروں سال سے نسلِ انسانی کا وجود تشکیل پا رہا ہے مگر کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی پیروی کی جائے ماسوائے ایک ہستی کے تمام بنی نوع انسانوں میں نبی رحمت ﷺ کا اسوہ ہی وہ کامل و اکمل نمونہ ہے جس کی پیروی کرنے سے نہ صرف اس جہاں میں سکون و آرام ملتا ہے بلکہ اگلے جہاں کا سامانِ عافیت بھی تیار ہوتا ہے، حافظ مظہر الدینؒ اور حفیظ تائبؒ کے نعتیہ مجموعوں میں بہت سے اشعار ایسے ملتے ہیں جو کہ آپ ﷺ کے اسوہ کی عملی تصویر کی عکاسی کرتے ہیں، حافظ مظہر الدین نے اپنے اشعار میں کچھ اس طرح سے اسوہ رسول ﷺ کو سمویا ہے۔

ہے تیری نظر میں یکساں، عجمی ہوں یا حجازی
کہ ورائے این و آں ہے تیری شانِ دلنوازی[۱]

سرکار دو جہاں کی ترسٹھ برس کی عمرِ مبارک میں ہمیشہ یکسانیت کا اصول کار فرما رہا آپ ﷺ نے کبھی کسی کو ذات پات، امیر غریب کی تکڑی میں نہیں تولا آپ ﷺ کے نزدیک بلالؓ کی بھی وہی قدر و منزلت تھی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تھی اور آپ ﷺ نے اس کی عملی تصویر پیش کی، حافظ مظہر الدین کے اس شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے کہ جب دس ہجری میں خطبہ حجۃ الوداع دیا اور اُس میں آپ ﷺ نے مساوات کا اعلان کیا کہ خبردار! آج کے بعد کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں سب برابر ہیں۔

اے صورت و سیرت میں وحید و یکتا! — عظمت تری دشمن نے بھی کی ہے تسلیم
دانش نے تری کھولے ہیں عقدے کیا کیا؟ — حیراں ہیں تری فکر سے دنیا کے حکیم
میزان، تری طبع ہے خیر و شر کی — معیارِ صداقت ہے ترا ذوقِ سلیم
تفریقِ من و تو کو مٹایا تو نے — دی ہم کو مساواتِ عمل کی تعلیم[۲]

حافظ مظہر الدین کا دوسرا نعتیہ مجموعہ "جلوہ گاہ" میں سے یہ اشعار منتخب کیے ہیں جو ہیئت کے لحاظ سے پابند نظم ہیں اور اس کے ہر شعر میں صنف تلمیح کا استعمال کیا ہے، پہلے مصرعے میں کیا خوبصورت منظر باندھا ہے، الفاظ کی رعنائی دیکھیے اے صورت و سیرت سے مراد سرکار دو جہاں کی ذاتِ اقدس ہے۔

اور دوسرے مصرعے میں صنفِ تلمیح میں دشمن کا لفظ آیا ہے کہ ابو جہل آپ ﷺ کا بد ترین دشمن تھا مگر آپ ﷺ کی عظمت و رفعت کا معتقد تھا، دوسرے شعر میں دانش صنفِ تشبیہ کے طور پر استعمال کیا ہے یعنی دانش سے مراد اللہ تعالیٰ، انصاف، صداقت، مساوات نبی رحمت ﷺ کے اوصافِ حمیدہ ہیں جس نے انسانیت کا پانسا پلٹ دیا۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۵۷

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۴۲

حفیظ تائب کے ہاں اسوہ کامل ﷺ کا تذکرہ پاک ان الفاظ میں ہوتا ہے:

اسوہ مصطفیٰ ﷺ ملا ہم کو — نورِ ارض و سما ملا ہم کو
آپ ﷺ کا نقشِ پا ملا ہم کو — کیا عجب رہ نما ملا ہم کو
ہم نے منزل کو پا لیا گویا — آپ ﷺ کا راستہ ملا ہم کو[۱]

حفیظ تائب کے اُردو نعت پر مشتمل تیسرا مجموعہ "وہی یٰسین وہی طٰہٰ" میں سے یہ تین اشعار لیے ہیں جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے، غزل کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام فقرے ایک ہی وزن اور ایک ہی بحر میں ہوتے ہیں اور اس کی دوسری خصوصیت ہم قافیہ اور ہم ردیف ہونا ہے حفیظ تائب نے ان اشعار میں "سہل ممتنع" صنعت کا اضافہ کیا ہے کہ جس سے کلام میں سادگی اور پرکاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں، نبی رحمت ﷺ کی ذات پاک راہنما ہے اور اُن کے اسوہ کامل کو نور سے تشبیہ دی ہے حفیظ تائب کے ان اشعار میں تلمیحاً قرآن پاک کی آیات مضمر ہیں۔

اعزاز یہ سرکار ﷺ کی سیرت کے لیے ہے — ہر دور میں انساں کی ہدایت کے لیے ہے
ہے پیشِ نظر اسوہ پیغمبر ﷺ آخر — ساماں یہ بہم فکر کی رفعت کے لیے ہے[۲]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار "وسلموا تسلیما" میں سے لیے گئے ہیں جو کہ ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل میں شمار ہوتے ہیں، جن میں سیرت رسول ﷺ کی پیروی کی تلقین کی گئی ہے اور اس کے دوسرے شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے کہ اگر کسی نے اپنی دنیا و آخرت کو بچانا ہے تو اسے چاہیے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[۳] پر عمل پیرا ہو۔

کون ثانی میرے حضور ﷺ کا ہے — خُلق میں، صدق میں، امانت میں
کون ہم سر شہِ انام ﷺ کا ہے — عدل و احساں میں، خیر و برکت میں[۴]

"نور منشور" کے موضوع پر لکھی گئی یہ پابند نظم حفیظ تائبؒ کے دوسرے نعتیہ مجموعے "وسلموا تسلیما" کے اشعار ہیں جو مختصر بحر میں صفاتِ مصطفیٰ کی ترجمانی کر رہے ہیں، اس کے دونوں اشعار کا پہلا، پہلا مصرعہ سوالیہ انداز میں بیان ہوا ہے، کہ کیا کوئی اس کائنات میں ایسا ہے جو حضور پُر نور ﷺ کا ثانی ہو، حفیظ تائب کی تخیل آفرینی کی پرواز دیکھیے کہ مختصر انداز میں چھ صفات نبوی گنوا دی اور یہ آپ کا خاصہ ہے، حفیظ تائب کے یہ تمام اشعار قرآن و حدیث کی ترجمانی کرتے ہیں۔

۶-رحمت عالم ﷺ

نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ موضوع "رحمت عالم ﷺ "ایک ایسا موضوع ہے جس پر مسلم تو مسلم مستشرقین نے بھی اظہار خیال کیا ہے، حافظ مظہر الدین نے اپنے جذبات کو ان اشعار میں تحریر کیا ہے۔

---

[۱] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۸۹

[۲] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۴۸

[۳] القرآن، الاحزاب ۳۳: ۲۱

[۴] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۰۴

پھیلا ہے دور تک، شہا، تیرے کرم کا سلسلہ
قریہ بہ قریہ، کو بہ کو، دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم[۱]

حافظ مظہر الدین کا یہ شعر "بابِ جبرئیل" میں سے لیا گیا ہے جس میں تکرار لفظی کا خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے، تکرار لفظی وہ شاعرانہ خوبی ہے جس میں الفاظ کے تکرار سے کلام میں خوبصورتی اور موسیقیت پیدا ہوتی ہے، حافظ صاحب کے اس شعر میں "قریہ، کو، بہ دجلہ، یم" کے الفاظ میں تکرار ہے۔ شہہ استعارے کے طور نبی رحمت ﷺ کے لیے لیتے ہیں، یعنی تیری رحمت دونوں جہاں پر محیط ہے۔

وہ ازل سے رحمتِ حق ہیں، ابد تک کے لیے
اللہ، اللہ! ابتدا و انتہائے مصطفی ﷺ[۲]

اس شعر میں بھی حافظ صاحب نے حضور والا کی رحمت کا برملا اظہار کیا ہے جس میں وہ بتاتے ہیں جب سے کائنات بنی ہے تب سے آخرت کے دن تک کے لیے آپ ﷺ کی رحمت ہے، حافظ صاحب نے اس میں صنعت تضاد کا استعمال کیا ہے صنعت تضاد سے مراد کلام میں ایسے دو الفاظ استعمال کیے جائیں جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہو تو یہ صنعت تضاد کہلاتی ہے، جیسے کہ "ازل، ابد، ابتدا، انتہا"۔

زہے طالع کہ یادِ مصطفی ﷺ میں آنکھ بھر آئے — خوشا قسمت کہ آنسو بن کے رحمت کا پیام آیا
مئے حب نبی سے مست جب میں حشر میں پہنچا — ہوا اک شور برپا! سرورِ دیں کا غلام آیا[۳]

حافظ مظہر الدین کا پہلا نعتیہ مجموعہ "تجلیات" میں سے دو اشعار لیے گئے ہیں جو کہ ہیئت کے لحاظ سے نعتیہ غزل ہیں، ان اشعار میں تلمیح کے طور پر حشر کا دن آیا ہے حافظ مظہر الدین ان اشعار میں اپنے آپ سے مخاطب ہیں کہ آفرین ہے تم پر کہ محبوب دو جہاں ﷺ کی رحمت کس کس انداز میں اُمتِ محمدیہ ﷺ پر برس رہی ہے اور اس پہ قسمت بھی مہربان ہے کہ وہ آنسو نہیں رحمت الٰہی کا سندیسہ ہیں۔

مئے استعارہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، شاعر کی تخیل آفرینی دیکھیے کہ حضور ﷺ کی محبت میں دونوں جہاں سے بے نیاز ہے جیسے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی[۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۸۹

[۲] ایضاً، ص:۱۰۰۸

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۵۳

[۴] ڈاکٹر محمد اقبال، بال جبرئیل (لاہور: غلام علی سنز، بار پنجم، ۱۹۷۷ء)، ص:۱۲۸

حافظ مظہر الدین نے دوسرے شعر میں صنعت حسن تعلیل کا استعمال کرتے ہیں کہ لفاظوں میں دلکشی اور کلام کو حسن آفرینی دینے کی خاطر مختلف پہلوں سے اظہار خیال کرتے ہیں۔

حفیظ تائب رحمت عالم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لقب ہیں رحمۃ للعالمیں، ختم الرُسل جن کے
انھیں لطفِ خدا کی انتہا کہیے بجا کہیے[1]

حفیظ تائب کی کتاب "صلوعلیہ و آلہ" کا یہ شعر ہے جو ہیئت کے اعتبار سے ایک خوبصورت غزل ہے جو کہ نہایت شیریں الفاظ سے مزین کیا گیا ہے حفیظ تائب اس شعر میں نبی رحمت ﷺ کے القابات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ایک لقب رحمۃ للعالمین اور ایک ختم الرسل ہے یعنی آپ ﷺ پر رسولوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہے اور یہ رب کریم کی لطف و عنایات کی انتہاہے اور امت مسلمہ کے لیے اعزاز ہے۔

وقت اور فاصلے کو بھی تری رحمت ہے محیط
سب زمانے ترے، موجود و عدم تیرے ہیں[2]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر "وسلموا تسلیما" میں سے لیا ہے جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے اس شعر میں زمان ومکاں کا تذکرہ ہے کہ حضور ﷺ کی شانِ رحمۃ للعالمینی تمام جہانوں کے لیے ہے اس میں وقت اور فاصلوں کی قید نہیں ہے شاعر نے یہاں قرآن پاک کی آیت مبارکہ کو تلمیحاً ذکر کیا ہے:

میں کب آنے کے قابل تھا، رحمت نے یہاں تک پہنچایا — سرکار پہ تن من جان فدا، سرکار توجہ فرمائیں
اِک میں ہی نہیں پوری اُمت، ساری دنیا، ساری خلقت — تکتی ہے رستہ رحمت کا سرکار توجہ فرمائیں[3]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے "وسلموا تسلیما" کے آخر میں "قرب و حضور" کے عنوان سے کچھ کلام پیش کیا ہے جس میں سے درج بالا اشعار ایک پابند نظم کے ہیں جس میں استغاثہ، عرضی نامہ پیش کیا گیا ہے اور اس کا پہلا مصرعہ سوالیہ ہے، حفیظ تائب کا اندازِ بیاں عاجزی و انکساری میں ڈوبا ہوا ہے اور اُن کے کلام کا ایک خاصہ ہے وہ صرف اپنی بات نہیں کرتے بلکہ پوری انسانیت، معاشرے کی بات کرتے ہیں اقوام کی بات کرتے ہیں درد میں ڈوبا ہوا لہجہ حضور ﷺ سے فریاد کرتا ہے یا رسول اللہ نگاہ رحمت کیجیے اور ہم عاصیوں کی تقدیر بدل دیجیے۔

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۱۷۳

[2] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۱۹

[3] ایضا:ص:۱۷۹

۷۔ معراج مصطفیٰ ﷺ

مکی دور میں حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک کے تیرہ سال گزرے ہیں تیرہ سالوں میں بہت سے واقعات پیش آئے، ان تیرہ سالوں میں جہاں آپ ﷺ نے بہت سی تکالیف اور پریشانیوں کا سامنا کیا وہاں پر ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے آپ ﷺ کی ساری تھکن اُتار دی اور وہ واقعہ سفر معراج ہے۔ حافظ مظہر الدین اپنے اشعار میں رقمطراز ہیں:

شاہ امم کی سیر کا عالم مگر کہاں ہم نے سنا ہے قصہ طور و کلیم بھی
اسرار لامکاں کی کسی کو خبر کہاں[۱] اک بھید ہے حقیقت معراج مصطفیٰ

حافظ مظہر الدین کے یہ اشعار اُن کے نعتیہ مجموعہ "تجلیات" میں سے لیے گئے ہیں، ہیئت کے اعتبار سے یہ پابند نظم ہے، ان دو شعروں میں بیک وقت کئی تلمیحات یکجا کر دی گئی ہیں، اس میں موسیٰؑ کے قصہ طور میں ذاتِ الٰہی سے ہم کلام ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، موسیٰؑ کا لقب کلیم اللہ بھی تلمیحاً ذکر کیا ہے، نبی آخر الزماں کے سفر معراج کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

عالمِ وجد میں ہے عرشِ بریں آج کی رات عالمِ کیف میں ہیں عرشِ معلیٰ کے مکین
رہ گیا سدرہ پہ جبرئیلؑ امیں آج کی رات[۲] "قاب قوسین" کی منزل تھی محمد ﷺ کا مقام

یہ اشعار بھی "تجلیات" کی زینت ہیں جو کہ ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہیں، حافظ مظہر الدین نے اس نظم کا عنوان "معراج کی رات" لکھا، درج بالا اشعار میں بیک وقت کئی چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں قرآن کریم کی سورہ نجم کی آیات مبارکہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾ کو بیان کیا گیا ہے شب معراج کی طرف تلمیح ہے، سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں اور پھیلاؤ ساتویں آسمان تک ہے نیز جبرئیل امینؑ وہاں رک گئے اور نبی رحمت ﷺ کا اس سے بھی اوپر جانے کا ذکر ہے۔

تیری نمازِ مسجد اقصیٰ یہ کھلا
ہیں مقتدی تمام رُسل اور تو امام[۳]

حافظ مظہر الدین کا آخری مجموعہ کلام "میزاب" میں سے یہ نعتیہ غزل کا ایک شعر ہے اس شعر میں حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مسجد اقصی میں سفر معراج کی رات کو تمام انبیاء کرام علیہ اسلام کی امامت کروائی، شاعر اس میں آپ ﷺ کی شان والا کا تذکرہ کرتے ہیں تمام انبیاء و رسل اس سے آگاہ تو تھے ہی مگر پھر بھی رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو امامت کے درجے پر فائز کر کے یہ عقدہ سب پر کھول دیا کہ آپ ﷺ ہی اول ہیں اور آپ ﷺ ہی آخر۔ حافظ مظہر الدین نے خالصتاً سفر معراج کو ویسے ہی بیان کر دیا جیسے کہ قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۱۷

[۲] ایضاً، ص:۷۷

[۳] حسان العصر، حافظ مظہر الدین، میزاب ،ص:۵۵

جب کہ حفیظ تائب نے سفر معراج کو کچھ اس طرح سے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے درج ذیل اشعار سے اندازہ ہو گا۔

تسخیرِ عرصہ دوسرا آپ ﷺ کے لیے — اعزازِ سیر عرشِ علا آپ ﷺ کے لیے
انوارِ لا مکاں تھے پیمبر ﷺ کے منتظر — بابِ مشاہدات کھلا آپ ﷺ کے لیے[۱]

حفیظ تائب کا پہلا نعتیہ مجموعہ "صلوعلیہ وآلہ" میں سے یہ اشعار رقم کیے ہیں جس کا عنوان "معراج مصطفیٰ" ہے ہیئت کے اعتبار سے مربع نظم ہے اس قطعہ میں حبیب اکرم ﷺ کی معراج کا تذکرہ ہے اس بند میں کئی ایک تلمیحات پوشیدہ ہیں جن میں سے تسخیر عرصہ کا مطلب بہت سے راز آشکار ہوئے، عرشِ علا یعنی شبِ معراج آپ ﷺ کو عرشِ معلا کی سیر کروائی گئی، تمام انبیاء کرام اور حور و غلماں سب نگاہ دید لیے منتظر تھے، بابِ مشاہدات بھی تلمیحا استعمال ہوا ہے یعنی جنت، دوزخ، عرش و فرش اور عالمِ بالا، حفیظ تائب نے اعزازی کلمات میں حضور ﷺ کی شان بیان کی ہے۔

جب لے گیا حق مکہ سے تا مسجدِ اقصیٰ — محبوب کو ہر شان دکھائی شبِ معراج
قوسین سے آگے تھی کہیں آپ کی منزل — کس جا نہ ہوئی اُن کی رسائی شب معراج[۲]

حفیظ تائب کا چوتھا نعتیہ مجموعہ "کوثریہ" میں "شب معراج" کے عنوان سے یہ اشعار ملتے ہیں جو کہ ہیئت کے لحاظ سے پابند نظم ہیں شاعر موصوف نے صنعت تلمیح کا استعمال بارہا کیا ہے صنعت تلمیح سے شعر کے حسن اور دلکشی میں اضافہ کیا جاتا ہے اور شاعر کی فن کارانہ مہارت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے، شبِ معراج کو خادم جبرئیلِ امیں حضور ﷺ کو بیت اللہ شریف سے مسجدِ اقصیٰ لے گئے یہاں آپ ﷺ کا پہلا پڑاؤ تھا مسجد اقصیٰ پہنچ کر نبی رحمت ﷺ نے امامت کروائی، قوسین بھی صنعت تلمیح ہے سورہ نجم کی آیت نمبر ۹ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىۚ ۝ [۳] اس آیت میں لفظ "قَوْسَيْنِ" کا ایک معنی دو ہاتھ اور دوسرا معنی دو کمانیں ہیں، علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں فاصلے کی یہ مقدار بتانے میں انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے کہ قرب اپنے انتہا کو پہنچا۔[۴]

اے سلسلہ دعوت و ارشاد کے سرتاج — دیتا ہے ترے نام کو ہر عز و شرف باج
تہذیب و تمدن ہیں ترے بحر کی امواج — اے صاحبِ ﷺ معراج ![۵]

حفیظ تائب نے "مثلث مستزاد" کی ہیئت میں بھی شاعری لکھی ہے، ان کا دوسرا نعتیہ مجموعہ "وسلموا تسلیما" میں "اے صاحب معراج ﷺ" کے موضوع پر ایک اصطلاح "مثلث مستزاد" ہیئت کو بھی متعارف کروایا جس کا ایک بند درج بالا پیش کیا گیا ہے۔

---

[۱] حفیظ تائب، صلو اعلیہ وآلہٖ، ص:۱۹۹

[۲] حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۹۷

[۳] القرآن، النجم ۵۳: ۹

[۴] مفتی ابو صالح ابو قاسم، "سورہ نجم"۔ Accessed:August24,2023:dawateislami,net/quran/sursh.sn.najm

[۵] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۸۸

۸- شفیع عاصیاں ﷺ

حضور پُر نور ﷺ کا ایک لقب شفیع عاصیاں بھی ہے۔اس موضوع کے بارے میں حافظ مظہر الدین نے اپنے نعتیہ کلام میں حضور ﷺ کی روزِ حشر شفاعت کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔

سرکار ہیں رحمت ہر دو سرا، سرکار ہیں شافع روزِ جزا
محشر کا ہمیں کیا اندیشہ؟ محشر کا ہمیں غم کیا ہو گا[۱]

حافظ مظہر الدین کا نعتیہ مجموعہ "جلوہ گاہ" کے حصہ دوم میں جس کا عنوان "آغازِ سفر" ہے اس میں سے یہ شعر لیا گیا ہے جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے، حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں دیگر نئی خصوصیات کے ساتھ ساتھ طویل اور مختصر بحروں کا امتزاج بھی ہے جو کہ ان کے کلام میں جابجا ملتا ہے، حافظ صاحب نے صنعت تلمیح کا بھی استعمال کیا ہے، قرآن پاک کی رحمۃ للعالمین والی آیت مبارکہ کو اپنے شعر میں کتنے انوکھے انداز میں پرویا ہے اور کمال انداز میں حضور ﷺ کے اذنِ شفاعت کو بیان کیا کہ آپ ﷺ کی شفاعت کی طرف دل کھینچا چلا جاتا ہے۔

شافع حشر، شفاعت کے لیے آ پہنچے ہم ابھی خواب سے بیدار نہ ہونے پائے
پردہ رکھ لیجیے مظہر کا شفیع محشر! بس رسوا یہ گنہگار نہ ہونے پائے[۲]

حافظ مظہر الدین کے یہ اشعار "باب جبرئیل" میں سے لیے گئے ہیں جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے حافظ صاحب نے ان اشعار میں امت مسلمہ کو حوصلہ اور جوانمردی عطا فرماتے ہوئے کہا ہے کہ اے ایمان والو! غم نہ کرو فکر نہ کرو محبوب کی شفاعت دیر نہیں کرے گی پریشان نہ ہونا حضور نبی رحمت ﷺ شفاعت فرمائے گئے حافظ صاحب نہ امید دلوں میں امید کی شمع جلانے والے شاعر ہیں، اور خود ایک ولی کامل ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کے لیے کمال کسر نفسی سے کام لیا ہے۔

حشر میں صاحب لوا صلِ علیٰ محمد ﷺ
شافع عرصہ جزا صلِ علیٰ محمد ﷺ[۳]

حافظ مظہر الدین کی کتاب "جلوہ گاہ" نعت پر مشتمل ایک مجموعہ کلام ہے جہاں سے یہ شعر رقم کیا، اس شعر میں دو تلمیحات ہیں، حدیث مبارکہ کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے، "صاحب لوا" سے مراد جھنڈا تھامنے والا، بروزِ محشر حضور کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں جھنڈا ہو گا اور باقی تمام انبیاء اس جھنڈے تلے جمع ہوں گئے، دوسرے مصرعے میں یومِ قیامت حضور پر نور شفاعتِ کبریٰ کے منصب پر فائز ہوں گئے۔ درود بر محمد ﷺ

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۹۸

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۲۱

[۳] ایضاً، ص:۱۱۱

حفیظ تائب نے حضور ﷺ کی شفاعت کو کچھ اس انداز میں اپنے اشعار میں بیان کیا ہے:

کیوں ہولِ قیامت سے ہراساں ہو میرا دل
وہ شاہِ ﷺ امم جب کہ شفاعت کے لیے ہے [1]

حفیظ تائب کا یہ شعر "وسلمو اتسلیما" میں سے لیا گیا ہے جو ہیئت کے اعتبار سے تغزل ہے، اس شعر کا آغاز شاعر نے سوالیہ انداز میں کیا ہے، اس میں خاص قیامت کے دن کی منظر کشی کی گئی ہے اور اس میں شاعر کے تخیل آفرینی اور شگفتہ وشا ئستہ انداز کا شاعرانہ کمال بڑے دلکش انداز میں نظر آتا ہے حفیظ تائب نے روزِ حشر کے منظر کو اس طرح سے لفاظیت میں ڈھالا ہے کہ آنکھوں کے سامنے سارا منظر روشن ہو جاتا ہے، اس میں صنعتِ رعایت لفظی کا استعمال بھی کیا ہے، اُمت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ پریشان نہ ہوں، سرکار شفیع المذنبین ﷺ ہیں شفاعت فرمائے گئے۔ ان شاء اللہ

جس کے لیے شفاعت اُمت کا تاج ہے
لا ریب ہے وہ فرق ہمایوں حضور ﷺ کا [2]

حفیظ تائب کا پہلا نعتیہ مجموعہ "صلوا علیہ وآلہ" میں سے یہ شعر پیش ہے، جو ہیئت کی اصطلاح میں نعتیہ غزل ہے، جس میں حفیظ تائب نے حضور پُر نور ﷺ کی خاصیت شفاعت کا برملا اظہار کیا ہے، اس کے پہلے شعر میں صنعتِ تلمیح مستعمل ہے شاعر نے اس شعر میں اُس حدیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شفاعت کا اختیار عطا فرمایا بروزِ قیامت حضور ﷺ بے دریغ اُمت کی شفاعت کرتے جائیں گئے یہاں تک کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے طفیل سب کو بخش دیا جائے گا سوائے چند ایک کے، بے شک آپ ﷺ شفاعت کبریٰ کے بلند اوہدے پر فائز ہوں گئے۔

اللہ غنی رتبہ و توقیر پیمبر ﷺ دارین کی ہر خیر ہے جاگیر پیمبر ﷺ
اللہ نے دی بخششِ اُمت کی بشارت دیکھا نہ گیا نالۂ شب گیر پیمبر ﷺ [3]

"کوثریہ" حفیظ تائب کا چوتھا مجموعہ نعت ہے جو سورہ کوثر کے نام پر رکھا گیا، یہ اشعار ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل کے ہیں، ان اشعار میں صنعتِ تلمیح کے ساتھ ساتھ صفاتِ ربُ العالمین اور صفاتِ رحمۃ للعالمین ﷺ بیان کیے ہیں، ان اشعار میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کو غنی کی صفت سے پکارا ہے اُس کی شانِ سخاوت دیکھیے کہ اپنے محبوب ﷺ کو دونوں جہاں کی حکمرانی و بادشاہی عطا کر دی جیسے چاہیں اور جِسے چاہیں حضور ﷺ کو تمام اختیارات حاصل ہیں اس شعر میں شاعر نے مُحب و محبوب ﷺ کے لاڈو پیار کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] حفیظ تائب، وسلمو اتسلیما، ص:۱۴۸

[2] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۹۵

[3] حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۹۲

حفیظ تائب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اُمت کی بخشش و مغفرت کے لیے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر روتے اور اپنے رب کو مناتے تھے رب کریم سے اپنے محبوب ﷺ کا رونا' مشقت میں پڑنا گوارا نہ کیا اور آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق شفاعت کا مژدہ سُنا دیا، حفیظ تائب نے ان اشعار میں خوبصورت اور تاثیر سے لبریز الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ حفیظ تائب کے کلام " شفیع عاصیاں ﷺ " میں حضور ﷺ کی فضیلتِ شفاعت کے ساتھ ساتھ اُمت مسلمہ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ سب کے لیے ہے بس اپنے اعمال کی نگہبانی کریں۔

۹- ختمِ نبوت ﷺ

حافظ مظہر الدین کی کلیات مظہر میں کثیر تعداد میں "ختم نبوت ﷺ" کے موضوع پر کلام لکھا گیا ہے، حافظ صاحب نے اس موضوع نعت کو کس طرح سے صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا، درج ذیل اشعار سے اندازہ ہو گا۔

بعثتِ خواجہ ہوئی بعدِ رسولانِ کرام
فیض ہو جائیں مکمل تو امام آتا ہے [۱]

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعہ "جلوہ گاہ" کا یہ شعر ہے، جو ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہے، شاعر نے اس شعر میں اپنا تجزیہ بیان کیا ہے کہ اگر عظمت و منقبت اور شان و مرتبہ کے میزان میں تولہ جائے تو سرکار دوعالم ﷺ کا سب عالی مقام ختمِ نبوت ہے، اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کی راہنمائی کے لیے جتنے پیغمبر بھیجے ان میں آخر میں انسانیت کو قیامت تک کے لیے جس پیغمبر کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا وہ نبی آخر الزماں ﷺ ہیں۔

کی جو سرکار ﷺ پہ اللہ نے دیں کی تکمیل
رُک گیا سلسلہ وحی و نزولِ جبریلؑ [۲]

حافظ مظہر الدین کا یہ شعر "بابِ جبرئیل" کی زینت ہے اس میں بیک وقت دو تلمیحات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، دین حنیف کی تکمیل سید دوعالم ﷺ کی ذاتِ پاک سے مکمل و اکمل ہو گئی، جبرئیل امینؑ کسی کے پاس کوئی وحی لے کر نہیں آئے گئے، اب قیامت تک ربِ کریم کی بارگاہ سے کوئی نامہ بر نہیں آئے گا کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [۳]

تری اقلیم کے ساحل ہیں ازل اور ابد
از ازل تا ابد پھیلی ہے تیری اقلیم [۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۹۴

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۴۳

[۳] القرآن، المائدہ ۵: ۳

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۹۶

حافظ صاحب کے نعتیہ کلام "تجلیات" میں سے یہ شعر لیا گیا ہے جو کہ ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہے جس کا عنوان "بُرھانِ عظیم"، شاعر نے اس شعر میں تکنیکی طور پر دو اصنعات کا اضافہ کیا ہے جن میں سے ایک صنعت تضاد یعنی "ازل تا ابد" اور دوسری صنعتِ تجنیس یعنی کلام میں ایسے الفاظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں صنعتِ تجنیس کہلاتے ہیں جیسے کہ "اقلیم" نبوت کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ تعلیمات مصطفوی میں قدرت نے جامعیت بھی بخشی ہے اور عالمگیریت بھی، یہ اُسلوب تو حافظ صاحب کا تھا اگلی سطور میں حفیظ تائب کا اندازِ بیاں دیکھتے ہیں۔

حفیظ تائب نے اپنے نعتیہ مجموعوں میں کثیر تعداد میں ختمی مُرسل آخر الزماں ﷺ کے آخری نبی و رسول ﷺ ہونے سے متعلق نعتیہ اشعار لکھے اور اُن اشعار میں خوبصورت اندازِ بیاں کو مقدم رکھا، حفیظ تائب کی شاعری میں قرآن و حدیث اور سیرتِ مصطفیٰ کا رنگ نمایاں ہے اور آپ نے نعت کے اندر نئے نئے موضوعات تشکیل دیے ہیں جن میں مرکزی حیثیت دکھی انسانیت کو محبوبِ دو عالم ﷺ سے جوڑنا اور تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔ ختمِ نبوت پر لکھے گئے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

تقدیر بشر، منتظرِ ختمِ رُسُل تھی
ہر دَور میں آئی خبرِ احمد ﷺ مختار [1]

اُردو کے نعتیہ ادب میں ایک خاص مقام رکھنے والا پہلا مجموعہ "صلوا علیہ و آلہ" کا یہ شعر ہے جو ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے، حفیظ تائب نے اس شعر میں بیک وقت کئی تلمیحات استعمال کی ہیں، تقدیر بشر سے مراد کائنات اور اس میں بسنے والے تمام انسان تھے جو حضور ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر تھے جب سے بنی نوع انسان کا سلسلہ شروع ہوا تب سے پیغمبر آتے رہے اور آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دیتے رہے، پھر کیسے نہ بشریت منتظر ہوتی۔

تری عظمت زمانے میں مسلّم، سیدِ عالم ﷺ
مؤخر ہو کے بھی تو ہے مقدم، سیدِ ﷺ عالم [2]

حفیظ تائب نے خوبصورت الفاظ اور ایک مقررہ بحر میں قافیہ وردیف کا استعمال کیا ہے اس میں صنعت تضاد بھی ہے اور صنعتِ تلمیح بھی، حفیظ تائب کا دوسرا مجموعہ نعت "وسلموا تسلیما" میں سے یہ شعر لیا ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں نعتیہ غزل ہے، اس تغزل میں حفیظ صاحب نے معاشرے کی بدحالی کا منظر پیش کیا ہے جو انتہائی دردناک ہے، جب کہ اس شعر میں عظمت محبوب کو یوں ذکر کیا، کہ یارسول اللہ ﷺ ہر زمانے میں آپ ﷺ کی شان و عظمت کے قصیدے پڑھے جاتے رہے، جو عزت و مرتبہ رب کریم نے حضور ﷺ کو دیا وہ نہ کسی کو ملا اور نہ آئندہ رہتی دنیا تک کسی کو ملے گا آپ ﷺ سب نبیوں

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۱۰۶

[2] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۳۵

میں آخری نبی ہیں مگر آپ ﷺ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے، امامت کی سربراہی کا تاج وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[۱] والے کے سر پر سجایا گیا۔

۱۰-دیارِ رسولِ پاک ﷺ

عشق کا لباس ہو، ادب کا لہجہ ہو، تعظیم کی نگاہ ہو، عظمت کا تصور ہو، محبت کی ادا ہو تو پھر جا کر بارگاہ حبیب ﷺ کی حاضری نصیب ہوتی ہے، حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں دیارِ حبیب ﷺ کے دیدار کی حسرت شوق، تڑپ اور آرزو بچپن ہی سے بڑی شدت سے تھی ان کے کلام میں جتنے اشعار ملتے ہیں ان میں زیادہ تر جدائی کی کیفیات ہیں۔

نام لے با وضو مدینے کا　　　بات کر با وضو مدینے کی
تیری مٹی وہیں کی ہے مظہر　　　تجھ سے آتی ہے بو مدینے کی[۲]

"تجلیات" حافظ مظہر الدین کا پہلا نعتیہ کلام ہے جس کا مقطعہ پیش نظر ہے، یہ ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہے حافظ صاحب کے کلام میں خیالات کی ندرت ہے اور اسلوب کی سادگی جو دلوں میں گھر بنا لیتی ہے اِن اشعار میں چھوٹی بحریں اُن کی سادگی اور سہل ممتنع کی خاص کیفیت رکھتی ہیں، یہ فطرتی عمل ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے پھر اس سے وابستہ ہر شے کو محبوب رکھتا ہے، ادب کرتا ہے حافظ مظہر الدین کی مدینہ منورہ سے عقیدت کا یہ عالم ہے کہ اپنے نعتیہ کلام میں مدینہ کا نام بھی ادب واحترام سے لینے کی تلقین کرتے ہیں۔

اسی آرزو میں میری عمر گزری، اسی آس میں میں نے دن ہیں گزارے
سکوں ریز ہوں گی مدینے کی گلیاں، مزا دیں گے طیبہ کے رنگین نظارے[۳]

یہ شعر بھی "تجلیات" میں سے لیا گیا جو ہیئت کے اعتبار سے مثنوی ہے، حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں طویل بحر کے ساتھ خوبصورت الفاظ کا چناؤ کیا ہے حافظ صاحب کی تمام آرزؤں، تمناؤں اور امنگوں کا مرکز بھی وہی دیار محبوب ہے، جہاں پر حبیب اکرم ﷺ آرام فرما ہیں، عمر کے آخری ایام میں یہ خواہش مزید تیز تر ہو گئی اور وہ تصور ہی میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر رنگیں نظاروں کی سیر کرتے رہتے کہ اچانک ایک دن قسمت نے یاوری کی ۱۱ ستمبر ۱۹۷۲ء میں درِ حبیب ﷺ سے بلاوہ آ گیا۔

وارفتگی میں شوقِ زیارت تو ہے　　　مگر شائستہ جمال ہے میری نظر کہاں
اے کم سواد! عشق تیرا نا تمام ہے　　　اے دل، ہے دور روضۂ خیر البشر کہاں[۴]

[۱] القرآن، الم نشرح ۹۴: ۴
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۹۱
[۳] ایضاً، ص:۱۸
[۴] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۱۰۸

حافظ مظہر الدین کا پہلا مجموعہ نعت "تجلیات" کا یہ مقطعہ ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں پابند نظم ہے حافظ صاحب نے اس میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے یعنی شوقِ زیارت سے مراد مدینہ طیبہ کی حاضری، آخر کار وہ دن قریب آجاتا ہے جس میں محب اپنے محبوب ﷺ سے ملاقات کرنے کے لیے بے تاب ہوتا ہے لیکن دل اور دماغ آپس میں جھگڑتے ہیں، حافظ مظہر الدین اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے کم علم! تیرے پاس نہ تو وہ نظر ہے اور نہ ہی وہ سامان جسے لے کر حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دیتے ہیں مدینۃ النبی ﷺ ابھی دور ہے لوٹ جا اور مدینہ منورہ کی تمنا نہ کر ابھی عشق کی بھٹی میں اور جل جب کندن بن جاؤ تو پھر آنا۔

حافظ مظہر الدین اپنے نعتیہ کلام میں مدینہ منورہ کا overall ذکر کرتے ہیں اُس میں دیدار کی تڑپ اور طیبہ کی گلیوں کی عقیدت نمایاں ہے۔

جب کہ حفیظ تائب نے مدینہ منورہ کے ایک ایک حصے پر الگ موضوع اور ہیئتوں میں نعتیہ کلام لکھا ہے مثلاً شہر حبیب، مسجد نبوی، گنبد خضریٰ، دربارِ رسالت، سبز گنبد، جنت البقیع وغیرہ۔ حفیظ تائب کے اشعار درج ذیل ہیں:

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ — یہ کوچہ حبیب ﷺ ہے پلکوں سے چل کے آ

اُمت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود — یہ بارگاہِ سرورِ دیں ﷺ ہے سنبھل کے آ[۱]

"صلو علیہ و آلہ" میں حفیظ تائب کا اندازِ بیاں اور نئے نئے الفاظ کا چناؤ گلستان و بوستان کھلا تا ہوا نظر آتا ہے، حفیظ تائب کا پہلا نعتیہ مجموعہ "صلو علیہ و آلہ" میں سے یہ دو اشعار درِ حبیب ﷺ پر حاضری کے آداب سے متعلق ہیں، یہ اشعار ہیئت کے اعتبار سے نعتیہ غزل ہیں، اس میں صنعتِ تلمیح مستعمل ہے، حفیظ تائب نے اس تغزل میں مدینہ منورہ میں حاضر ہونے کے چند اہم نُکات بتائے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے روضہ مبارک سے جب اذنِ حاضری مل جائے تو اے بندہ بشر! حضوری کی کیفیت میں حاضرِ دربار ہونا، یہ ایسی بارگاہ قُدس ہے جہاں پر ہر وقت فرشتوں کا پہرا رہتا ہے اور انبیاء کرام صحابہ کرام دربارِ رسالت میں موجود ہوتے ہیں حتیٰ کہ یہاں پر اولیا عُظام کی بھی مجال نہیں کیونکہ یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ عالی ہے جس کے سامنے حاضر ہونے کے آداب خود اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمائے ہیں۔

موجِہہ پر سلامِ عجز کوئی پیش کرتا ہے — کسی کو ہے یہ حسرت گنبدِ خضریٰ کے سائے میں

جبیں سائی ریاض الجنتہ میں عین سعادت ہے — عبادت ہے عبادت گنبدِ خضریٰ کے سائے میں[۲]

ایک مخصوص بحر میں خوبصورت قافیہ وردیف کے ساتھ یہ اشعار بھی حفیظ تائب کی کتاب "صلو علیہ و آلہ" میں سے لیے ہیں جو ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم کے ہیں ان میں صنعت تلمیح اور صنعتِ مراعات النظیر استعمال کی ہے ان اشعار میں تکرار لفظی کا استعمال بھی ہوا ہے، پہلے مصرعے میں مواجہہ شریف پر حاضری کی کیفیت ہے اور دوسرے مصرعے میں انسان

---

[۱] حفیظ تائب، صلو اعلیہ و آلہ، ص:۹۳

[۲] ایضاً، ص:۱۳۲

کی وہ ادھوری خواہش ہے جو ابھی تک مکمل نہیں ہوئی، تیسرے مصرعے میں ریاض الجنۃ میں نوافل ادا کرنا باعثِ شرف بتایا، بلکہ سبز گنبد کی ہر ہر جگہ عبادت کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہیں۔

انوار سے مہکتی زمیں، جنت البقیع　　جس کی کوئی نظیر نہیں، جنت البقیع
آسودہ اُس میں اَن گنت اصحاب با صفا　　عثماں رضی اللہ عنہ ہیں جس کے صدر نشیں جنت البقیع[۱]

حفیظ تائب نے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی ایک ایک جگہ کو موضوعِ سخن بنایا اور اُس میں محبت و عقیدت کے ساتھ اسلام کی تاریخ کو بھی دہرایا، جو تاریخ کے طالب علم کے لیے نہایت معلوماتی سب جیکٹ ہے، حفیظ تائب کا تیسرا مجموعہ نعت "وہی یٰسین وہی طٰہٰ" کے یہ اشعار ہیں جو ہیئت کی اصطلاح میں پابند نظم ہے، اس میں صنعت تلمیح استعمال ہوئی ہے، اس منظوم نظم میں جنت البقیع کو ایسی سرزمین قرار دیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی یعنی جنت کا ایک ٹکڑا ہے اور اس میں وہ نادر ہستیاں آرام فرما ہیں جن کی کوئی نظیر نہیں مثلاً صحابہ کرام اجمعین، خلیفہ سوم حضرت عثمان ذولنورین رضی اللہ عنہ، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں اور نواسہ رسول حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواجِ مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، جناب مولا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھو جان اور چچی جان ان کے ساتھ ساتھ اور بھی نگینے آرام فرما ہیں، ان نورانی ہستیوں کے وجودِ مبارک سے جنت البقیع کا قبرستان مہک رہا ہے۔

۱۱- فیضانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

یہ میری شاعری میں جو سوز و گداز ہے
فیضان عشق خواجہ بندہ نواز ہے[۲]

حافظ مظہر الدین کے اس شعر میں عجب نو کی سرشاری ہے حافظ صاحب کہتے ہیں کہ میری شاعری میں جو درد ہے یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا فیضان ہے۔

آرزو شہر مدینہ کی جو میرے دل میں ہے　　اِک چراغِ ضوفشاں اجڑی ہوئی منزل میں ہے
اُن کا فیضانِ نظر ہے ان کا فیضان جمال　　یہ جو کیف ورنگ کا عالم مری محفل میں ہے[۳]

حافظ صاحب کے ان اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ در و بام کا ذکر ملتا ہے وہ بتاتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی خواہش ہی مجھے تازہ دم رکھتی ہے، اس میں صنعتِ تلمیح "ان کا" سے مراد حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آخری مصرعے کی خوبصورتی دیکھے اور جھوم جائے، ان اشعار میں وارفتگی اور تیقن کی کیفات نمایاں ہیں۔

---

[۱] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۵۷
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۱۰
[۳] ایضاً، ص:۱۱۵

وہ چاہیں تو صدف کو دُر بے بہا ملے　　　وہ چاہیں تو خزف کو حریفِ گہر کریں
فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب　　　چاہیں تو اِک اشارے سے شقِ قمر کریں
شعر و ادب بھی، آہ و فغاں بھی ہے اُن کا فیض　　　پیشِ حضور ﷺ اپنی متاعِ ہنر کریں[۱]

شاعر فیضانِ مصطفیٰ ﷺ کا فیض بتاتے ہیں اس کے پہلے شعر میں تمثیل کاری کی اعلیٰ مثال موجود ہے، کہ سپی جیسی چیز میں ایک قیمتی موتی چھپا ہوتا ہے عقل اس بات کا اعتراف نہیں کرتی مگر یہ ربِ کریم کے جلوے ہیں جو انسانوں کے لیے نئے نئے انکشافات کھولتے ہیں، اگلے شعر میں حافظ صاحب نے سیرت کی کُتب سے استفادہ کیا ہے اس شعر میں تلمیحات شامل ہیں یعنی ایسے دو واقعات جو معجزات کی صورت میں حضور ﷺ سے نمودار ہوئے، آخری شعر میں پھر اپنے اوپر انعام و اکرام کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہی میرا سرمایہ حیات ہے اور میں یہی پیش خدمت کرتا ہوں۔

حفیظ تائب کا اندازِ بیان ملاحظہ کیجیے:

موج در موج فیضان ہے آپ ﷺ کا
ساحلِ قلزمِ آرزو آپ ﷺ ہیں[۲]

حفیظ تائبؒ نے اس شعر میں حضور ﷺ کے فیضان کو استعارۃ سمندر کی موج کہا ہے، مصر اور عرب کے درمیان جو ساحلِ قلزم ہے، اس کی خواہش بھی حضور سرورِ عالم ﷺ ہیں، شاعر کی تخیل آفرینی کی داد دینی پڑے گی کیا خوب منظر کشی کی ہے۔

جب ہے میرے آقا ﷺ کی عطا، تازہ بہ تازہ　　　پھر کیوں نہ ہوں گلہائے ثنا، تازہ بہ تازہ
عشق آپ ﷺ کا ہے غنچہ کشا سینہ با سینہ　　　یہ جذبہ ہے مانندِ صبا، تازہ بہ تازہ
پاتی ہے نمو خیر کی اقدار اسی سے　　　سیرت کا گلستاں ہے سدا، تازہ بہ تازہ[۳]

ان اشعار میں صنعتِ حسنِ تعلیل مستعمل ہیں حفیظ تائب نے نبی محترم ﷺ کی سیرتِ مُطہرہ کے فیضان کو باغات سے تشبیہ دی ہے، شاعر نے ان اشعار میں تازہ بہ تازہ کا حسین ردیف استعمال کیا، کہ اُمتِ مسلمہ پر آج بھی سرکار کا فیض جاری و ساری ہے چودہ سو سال بیت گئے ہیں مگر آپ ﷺ کی توصیف ہر دور میں نئے رنگ سے متعارف ہوتی آئی اور آپ ﷺ کا عشق کا فیضان بھی سینہ بہ سینہ منتقل ہو تا رہا، شاعر نے محبتِ مصطفی ﷺ کو ہوا کے ساتھ تشبیہ دی، دنیا بھر میں آج بھی آپ ﷺ کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل درآمد ہوتا آیا اور وہی انسانیت کے لیے سود مند ہے اور وہی اب تک قائم ہے وہ آپ ﷺ کی سیرت پاک کا فیضان ہے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۹، ۱۰
[۲] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص:۸۷
[۳] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۳۴

مرے رسول ﷺ کی بعثت ہے صبحِ نو کی نمود
طلوع مہر رسالت، وداعِ ظُلمت شب
کدورتوں کے طلسمات، رنگتوں کے قیود[۱]
نبی ﷺ نے ضربتِ خلق عظیم سے توڑے

پہلے شعر میں رعایتِ لفظی اور صنعت تضاد کا استعمال کیا فیضان نبی ﷺ کا فیض کل انسانیت کے لیے اور خاص اُمت کے لیے آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے وقت ہی جاری ہو گیا تھا، حضور ﷺ کی رسالت کا لطفِ خاص ہے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ سے اونچ نیچ 'ذات پات 'رنگ و نسل کے طلسمات کو پاش پاش کیا، تفرقے ختم ہوئے آقا و غلام سب ایک ہوئے، ان اشعار میں حفیظ تائب آج کے دور کی منظر کشی کرتے ہوئے حضور پُر نور کی سیرت طیبہ کو متعارف کرواتے ہیں، عرب کے حالات اور معاشرتی بدحالی کو حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے عروج نصیب ہوا تھا اور تا ابد ہوتا رہے گا۔

۱۲-مناقبِ صحابہ و اہل بیت اطہار

نبی رحمت ﷺ کے ساتھی جنھوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں اپنا جان و مال عزت و توقیر کو آپ ﷺ کی منشا کے تابع کر دیا، رب تعالیٰ کے ہاں ان کا اعلیٰ و ارفع مقام ہے چنانچہ قرآن کریم میں ان کے اوصاف و مناقب میں آیاتِ ربانی نازل ہوئیں جو کہ نعت کے اسلوب سے الگ نہیں ہیں، حافظ مظہر الدین نے مناقبِ صحابہ کرام اور اہل بیتِ اکرام کی شان میں درج ذیل اشعار لکھے ہیں۔

نبی ﷺ نے مال مانگا تو وہ گھر کا گھر اُٹھا لائے
کسی نے یوں کیا ہے پیش نذرانہ بھرے گھر کا[۲]

حافظ مظہر الدین کی یہ منقبت "بابِ جبرئیل" سے لی ہے، جو ہیئت کے اعتبار سے ایک قصیدہ ہے جس کا عنوان "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ" ہے، حافظ صاحب نے اس میں صنعت تلمیح کی اصطلاح استعمال کی ہے، غزوہ تبوک کے موقع پر حضور نبی پاک ﷺ نے جہاد کی تیاری کے لیے مالی اعانت طلب کی تو صحابہ کرام نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سامانِ ضرورت پیش کیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا سارا سامان لا کر حاضر خدمت کر دیا، حافظ مظہر الدین اس شعر میں کہتے ہیں کہ کیا کبھی کسی نے محبت میں یہ انداز بھی اپنایا جو جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا۔

سزا بیٹے کو بھی دُروں کی دی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے
عمر رضی اللہ عنہ کی ذات اِک آئینہ تھی عدلِ پیمبر ﷺ کا[۳]

باب جبرئیل میں "مناقب صحابہ" کے عنوان سے ایک حصہ ہے جس میں ایک قصیدہ درشانِ "عمر فاروق رضی اللہ عنہ" کے نام سے رقم ہے، حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں بیک وقت دو تلمیحات پیش کیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عادل خلیفہ تھے یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ رضی اللہ عنہ عدل کا پیکر تھے کہ غیر مسلم بھی آپ کے عدل و انصاف کی مثالیں دیتے ہیں، تاریخ گواہ

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۶۰

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۱۰۱

[۳] ایضاً، ص:۱۱۰۳

ہے جتنا بھی کوئی عادل ہو اولاد کے معاملے میں کمزور ہوتا ہے مگر جب بات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آتی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو بھی سزا دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس تھی۔

وہ خوش قسمت ہے جس کے پاس ایسا مال دُنیا ہو

کہ مصرف تھا فقط اسلام ان کے مال اور زر کا[۱]

یہ منقبت بھی "باب جبر ئیل "میں سے لی گئی حافظ مظہر الدین نے یہ قصیدہ "عثمان غنی "کے عنوان سے لکھا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سخاوت کی اعلیٰ مثال تھے آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے بے دریغ خرچ کیا مثلاً بئیر رومہ، کعبہ کی توسیع، غلاموں کو آزاد کروانا، غزوات میں مالی اعانت وغیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غنی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دلی اُنسیت تھی، ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لیے تیار رہتے، ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا اہتمام کیا، جب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کی طرف چلنا شروع کیا تو عثمان غنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک گنتے جارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر عرض کیا، یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے قدمین شریفن میرے گھر تک آپ نے اُٹھائے، میں اتنے غلام آزاد کروں گا حضرت عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فخر الفقراء کے فقر اختیاری اور زاہدنہ زندگی کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے، جب جب موقع ملتا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تمنائیں اُمنگیں تحفے کی صورت میں پیش کرتے۔[۲]

علی رضی اللہ عنہ شہید و علی رضی اللہ عنہ شاہد و علی رضی اللہ عنہ مشہود

علی رضی اللہ عنہ وجود و علی رضی اللہ عنہ واجد و علی رضی اللہ عنہ موجو د[۳]

حافظ مظہر الدین کا نعتیہ مجموعہ "تجلیات" میں ایک حصہ "نذرِ اہلِ بیت" کے نام سے ہے اس میں سے یہ شعر لیا ہے، حافظ صاحب نے "بوتراب "کے عنوان سے خوبصورت مثنوی درِ شان سیدنا علیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کی، حافظ مظہر الدین زبان دانی کے ماہر تھے، انتخاب الفاظ اور تلمیحات پر قادر تھے، اس لیے اُن کا کلام حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ساتھ تاثیر سے بھی لبریز دکھائی دیتا ہے شاعر اسی لیے نعتیہ کلام میں ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں جو باوقار اور نعت کی نزاکت پر پورے اُترتے ہوں اس شعر میں بیک وقت کئی ایک تلمیحات استعمال کیں ہیں جو کہ حافظ صاحب کا خاصہ ہیں۔

جہاں جمال حسین رضی اللہ عنہ و حسن رضی اللہ عنہ سے روشن ہے

حسن رضی اللہ عنہ ہیں مہر نبوت، حسین رضی اللہ عنہ ماہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم[۴]

حافظ مظہر الدین کی کتاب "باب جبر ئیل" میں سے یہ شعر لیا ہے جو ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہے، اس شعر میں تلمیحات اور صنعت رعایت لفظی کا استعمال کیا گیا، حافظ مظہر الدین نے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کو خوبصورت اور

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبر ئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۱۰۵

[۲] محمد عمر معینی، " حضرت عثمان غنیؓ کی سخاوت "جولائی ۲۰۲۲ء-2023.mirrat.com/article، Accessed:August27

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۱۶۲

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبر ئیل، ص:۱۰۳۷

دلکش الفاظ میں بیان کیا، شاعر کہتا ہے کہ حسن و حسین سرکارِ دوعالم ﷺ کا پر تو تھے، ظاہری طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی یہ دونوں شہزادے کائنات کا حُسن ہیں اور اگلے مصرعے میں سیدنا حسن علیہ السلام کو نبوت کی مہر قرار دیتے ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا چاند، چاند یہاں تشبیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں، حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں متنوع موضوعات اور رنگارنگ مضامین کے حامل اوصاف نظر آتے ہیں اور اس میں مناقب کا انداز بھی نرالہ ہے۔

حفیظ تائب نے اہلِ بیت، صحابہ کرام اور اولیا عُظام، اور کچھ اہم شخصیات کے نام بھی منقبت لکھیں، اپنے نعتیہ کلام میں الگ سے ایک "مجموعہ منقبت" تحریر کیا اور یہ ان کی خاصیت ہے یہاں پر صحابہ کرام اور اہلِ بیت سے مطلق کچھ اشعار درج ذیل ہیں۔

ہیں صحابہ سارے مانندِ نجوم — اُن کے فیضِ عام کی عالَم میں دھوم
کیا عرب کیا روس کیا ایران و روم — مشعلِ راہِ ہدیٰ ان کے قدوم
دین کی منزل ہیں اصحابِ نبی ﷺ — دافع مشکل ہیں اصحابِ نبی ﷺ [۱]

حفیظ تائب کا نواسہ محمد نعمان تائب نے "کائناتِ حفیظ تائب" کے نام سے ایک کلیات مرتب کی جس کی خصوصیت یہ ہے کہ نعمان تائب نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا اس کلیات میں حفیظ تائب کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے، حفیظ تائب کا یہ کلام کلیات میں "غیر مطبوعہ کلام" کے نام سے چھپا ہے جس میں ایک حصہ "منقبت" ہے، اس منقبت کا عنوان "اصحاب نبی ﷺ" ہے جو ہیئت کے اعتبار سے مسدس ہے، حفیظ تائب نے ان اشعار میں صنعتِ تشبیہ اور صنعتِ تلمیح کا خوبصورت اور مختصر بحر میں بہترین استعمال کیا ہے، ان اشعار میں صحابہ کرام کی شان و عظمت کو حدیث رسول ﷺ سے بیان کرتے ہیں، حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے نبی رحمت ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ ((وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ.)) [۲] "میرے صحابہ آسمانِ دنیا پر ستاروں کی مانند ہیں۔" صحابہ کرام نے دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام صرف عرب ہی میں نہیں کیا بلکہ روس، ایران، روم اور ہندستان میں بھی اسلام کا پرچم لہرایا، شاعر آخری شعر میں صحابہ کرام کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے کہ صحابہ کرام ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے طفیل ہم تک دینِ حنیف پہنچا۔

رسول ﷺ امیں کی شبیہ مبارک
نبی ﷺ کی نشانی حسن ابنِ حیدر [۳]

---

[۱] حفیظ تائب، "غیر مطبوعہ کلام" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب (مرتب) محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹر پرائزز، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، ستمبر ۲۰۱۷ء)، ص:۹۶۶

[۲] مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابه، رقم ٦٠١٨، ج ٣ص١٦٩٦

[۳] حفیظ تائب، "مناقب" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب) محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۷ء)، ص:۷۱۷

حفیظ تائب نے مجموعہ "مناقب" تحریر کیا جو کہ منقبت نگاری کا شہکار ہے اس میں ایک منقبت "سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ" کے نام لکھی جو ہیئت کے اعتبار سے پابند نظم ہے، حفیظ تائب نے اس شعر میں صنعت تلمیح استعمال کی، جب آپ ﷺ نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی تو صحابہ کرام کے لیے یہ فرقت برداشت کرنا آسان نہیں تھا اس لیے جب انھیں حضور ﷺ کی یاد ستاتی تو سیدنا امام حسن مجتبی رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتے کیونکہ حَسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ دونوں شہزادے جنت کے سردار اور شبیہ مصطفیٰ ﷺ تھے۔

شہیدِ گرامی حسین رضی اللہ عنہ ابن حیدر رضی اللہ عنہ — نبی ﷺ کا پیامی حسین رضی اللہ عنہ ابنِ حیدر رضی اللہ عنہ

وہ حُسنِ دوامی حسین رضی اللہ عنہ ابنِ حیدر رضی اللہ عنہ — نہ جو مٹ سکا موت کے ہاتھ سے بھی [1]

حفیظ تائب کی کتاب "تعبیر" مجموعہ قومی وملی منظومات پر مشتمل ہے اس میں ایک حصہ "شخصیات" کے عنوان سے ہے حفیظ تائب نے منقبت "حضرت امام حسین" لکھی جو ہیئت کی اصطلاح میں رباعی ہے جس میں حضرت امام حسین کو خراج تحسین پیش کیا ہے، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ میدانِ کربلا کی یاد تازہ کرتی ہے اس رباعی میں بیک وقت کئی ایک تلمیحات موجود ہیں سرکار دو عالم ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہے اس لیے اُمت مسلمہ کی بہتری اور نجات کے لیے سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام حسین نے اپنی اور اپنے اہل و عیال اور اقربا کی قربانیاں پیش کی جو کہ شہادت کی صورت میں تھیں، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت زندگی کی بقا ہے جو قیامت تک دائم و قائم رہے گی آپ کی شہادت میں مضمر وہ پیغام ہے جو اُمت مسلمہ کو حق و باطل کے درمیان فرق کرنا بتاتا ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کی سرزمین میں جو پیغام رقم کیا وہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہمیشہ تر و تازہ رہے گا۔

حفیظ تائب رضی اللہ عنہ نے عمر کے آخری حصے میں منقبت نگاری پر خاص توجہ دی، اُن کی منقبت نگاری کا کمال یہ ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں منقبت تحریر کرتے ہیں اور جن اوصاف و کمالات کا تذکرہ کرتے وہ اوصاف اس شخصیت میں بدرجہ اُتم پائے جاتے، یوں چند اشعار میں وہ شخصیت کا خاکہ اور اس سے جڑے واقعات کو پوری سچائی کے ساتھ بیان کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

---

[1] حفیظ تائب، "مناقب" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب) محمد نعمان تائب، ص: ۸۲۰

خلاصۂ کلام

اس فصل میں حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے مشترکہ نعتیہ موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے، اس میں تقریباً بارہ موضوعات ایسے ہیں جو کثرت سے ان دونوں شعراء کرام کے ہاں استعمال ہوئے ہیں۔ ان نعتیہ موضوعات میں کچھ تبدیلی کے بعد ایک ہی آہنگ اور رنگ کے ساتھ نعتیہ کلام پیش کیا ہے، ان میں کچھ ہیتیں ایسی ہیں جو دونوں شعراء کے کلام میں مشترکہ پائی جاتی ہیں، موجودہ دور میں نعت کسی بھی صنف میں لکھی جا سکتی ہے، حافظ صاحب نے غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی، اور رباعی میں نعت تخلیق کی اسی طرح حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انھی اصناف میں نعت لکھی۔ کچھ مشترکہ موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے جن میں عرب کے حالات قبل از ولادت کے ماحول کو بیان کیا ہے جن میں مخلوق خدا بے راہ روی کا شکار تھی اس کی بڑی بہترین منظر کشی کی ہے۔ اس طرح سے دوسرے مضامین نعت ولادتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، جمال مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، نطق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اسوہ حسنہ، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، معراج مبارک، شفیع عاصیاں، ختم نبوت، فیضان رسالت، مدینہ طیبہ پر حاضری اور مناقب اہل بیت وصحابہ رقم کیے ہیں۔

فصل دوم

دونوں شعراء کے مضامین نعت میں انفرادیات کا تقابلی مطالعہ

فصل دوم

حافظ مظہر الدین کے مضامین نعت میں انفرادیات

حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں قرآنی آیات، احادیث کے مضامین، تلمیح، تشبیہ، استعارہ، صنعت ترصیع، صنعت تضاد، صنعت حسن تعلیل، صنعت تجنیس، صنعت مراعات النظیر، منظر کشی، تکرار لفظی، مجرد کو مجسم کرنا، طویل اور مختصر بحریں، سہل ممتنع، الفاظ کا چناؤ، استغاثہ، قافیہ اور ردیف کا استعمال، اسلاف کی زمینوں میں لکھنا، سوالیہ انداز اور اس کے علاوہ اپنے احساسات بھرپور طریقے سے پیش کیے ہیں نعتیہ شاعری میں جو مضامین ہیں اگر اُن کی تقسیم کرلی جائے، وہ مضامین خصائل سے متعلق ہیں، فضائل سے متعلق ہیں، شمائل سے متعلق ہیں یا پھر عقیدت پر مبنی ہوتے ہیں، فضائل میں وہ عنوانات شامل ہیں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا بیان ہوتا ہے خصائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات و اطوار کا بیان ہوتا ہے، شمائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و جمال کا بیان ہوتا ہے اور عقیدتوں میں شاعر اپنی عقیدت و محبت اور اپنے معروضات دربارِ رسالت میں پیش کرتا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو دونوں شاعروں کے ہاں بہت سے مضامین نعت ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں ان کی کچھ وجوہات ہیں جن میں ایک وجہ تواُن کا ہم عصر ہونا ہے اور دوسری وجہ وہ حالات وواقعات ہیں جو دونوں شعراء کو میسر آئے بیسویں صدی کا سب سے بڑا اور ٹرننگ پوائنٹ قیام پاکستان اور اس کے بعد کے حالات ہیں جن میں معاشرتی، معاشی، سیاسی، تمدنی ماحول ہے جس نے ہر طبقۂ فکر کو متاثر کیا اور اپنے ان گنت نقوش چھوڑے، قدیم شعراء کرام کی نعت کی نسبت جدید شعراء نے نئے نئے مضامین متعارف کروائے مگر ہر شاعر کا رنگ، ڈھنگ دوسرے شاعر سے مختلف ہوتا ہے جو اسے انفرادیت بخشتا ہے۔

مبحث اول: حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین نعت میں انفرادیات

حافظ مظہر الدین روایت کے ساتھ ساتھ جدت کے شاعر ہیں ان کے نعتیہ کلام میں موضوعات اور اسلوبِ بیان کی کثرت ہے جس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں۔

یوں تو ہیں نعت کے اسلوب ہزاروں لیکن
طرح نو میری ہے ہر رنگ دگر میرا ہے[1]

[1] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۸۲

اصل میں اخلاصِ فن اور کیفیتِ نعت ہی حافظ مظہر الدین کا "رنگِ دگر" ہے اُن کے نعتیہ کلام میں فقہی مسائل اور مذہبی عقائد کے مضامین کی بجائے ارادت و عقیدت کے جزبات کا رنگ نمایاں ہے حافظ صاحب کی نعت کے موضوع اُن کی اپنی ذات سے پھوٹنے والا وہ چشمہ ہے جو عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہے، حافظ صاحب تصوف کے شاعر ہیں ان کا صوفی رنگ نعتیہ کلام میں ہر جگہ جھلکتا ہے، حافظ مظہر الدینؒ کے کچھ انفرادی موضوعات نعت درج ذیل ہیں ملاحظہ کیجیے۔

۱-لفظِ عشق کا کثرت سے استعمال

عشق اترے نہ اگر دل پہ صحیفہ بن کر
کام دیتی نہیں الفاظ و بیاں کی ترتیل⁽¹⁾

نعتیہ کلام لکھنے سے پہلے اعلیٰ قسم کی سنجیدگی (Higher Seriousness) کا ہونا بے حد ضروری ہے اس کے لیے شاعر کا اپنے موضوع سے آگاہی اور اسلوب میں شائستگی و متانت اور فنی محاسن سے آگاہی بہت ضروری ہے، حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں جملہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں، ان کے کلام کی سب سے اہم صفت یہ ہے کہ ہر لفظ کے پیچھے دردِ دل اور عشق مصطفیٰ ﷺ پنہاں ہے جو نعت بن کر ظاہر ہوا۔

عشق کی منزل و مراد تیرا وجودِ محترم
سوز و سرور و جذب و شوق تیری نگاہ کا کرم⁽²⁾

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مجموعوں میں ایک عاشقِ رسول ﷺ کے سفر عشق کے جذبات و کیفیات اور قلبی واردات و مشاہدات کی متنوع جھلکیاں ملتی ہیں، اس شعر میں لفظِ "عشق" سے مراد عشقِ رسول اللہ ﷺ ہے زندگی کا مقصد و محور حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہے اس میں جتنے رنگ ہیں سوز ہو ساز ہو، مستی ہو یا پھر مزا سب نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

مقامِ عشق میں تفریق قرب و بعد کہاں
سر نیاز ہے اور جلوہ گاہِ ناز تیری⁽³⁾

مقامِ عشق کی پہلی سیڑھی تسلیم و رضا ہے جس کی کیفیت میں ڈوب کر یہ شعر صفحہ قرطاس پر رقم کیا ہے حافظ صاحب کا دینی علم اور حقائق کا ادراک اتنا پختہ تھا کہ وہ افراط و تفریط سے نظر بچا کر اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کرنے میں مہارتِ تعامل رکھتے تھے۔ حضور ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جہاں پر سارے پیمانے ہیچ ہیں، حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں صنعتِ تضاد استعمال کی ہے۔

---

(1) حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۴۴

(2) حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۴۹

(3) ایضاً، ص:۵۲

خرد نہ سمجھے گی مفہوم و معنی لولاک
ہم اہلِ عشق ہیں کیا، بحث ایں و آں میں رہیں [۱]

حافظ مظہر الدین اپنے اس شعر میں تلمیحاً واقعہ معراج کا تذکرہ کرتے ہیں، جب یہ واقعہ پیش آیا تو حضور نبی رحمت ﷺ نے اس واقعہ کو سب خاص و عام کے سامنے بیان کیا، اور اس میں دو طرح کے لوگوں کی پہچان ہو گئی ایک وہ جنھیں حق نے چُن لیا تھا انھوں نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اور دوسرا وہ جو اس دہلیز سے دھتکارے جا چکے تھے پہلی قسم کے لوگ اہلِ محبت تھے جو حضور ﷺ نے فرما دیا وہی حق ہے اور جو اہلِ عقل ہے انھوں نے پس و پیش کیا۔

۲-جبرئیلؑ امین بارگاہِ رسالت میں

اُس بارگاہِ پاک کی اللہ رے عظمتیں
جس بارگاہِ پاک کا جبریلؑ ہے غلام [۲]

حافظ صاحب نے اس شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے، حافظ مظہر الدین اس شعر میں حضرت جبریل امینؑ کی فضیلت و اہمیت کے بارے میں خوبصورت انداز میں منظر کشی کرتے ہیں، جبریل امین حضور ﷺ کے دربان کی حیثیت سے ہر لمحہ حاضر رہتے اور غلام کی حیثیت سے بھی ہر وقت حکم ماننے کے پابند رہتے جیسے سفر طائف کے دوران، بقول شاعر اللہ کے مقرب فرشتہ کی دربارِ رسالت میں یہ ڈیوٹی ہے تو اس شاہ دوعالم ﷺ کی کبریائی کا عالم کیا ہو گا۔

علم جبریلؑ میں ہیں سارے ثنا خوانِ رسول ﷺ
میرے دیواں بھی ہوں شامل بحسابِ جبریلؑ [۳]

حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کی عظمت و رفعت دیکھیے کہ آقا ﷺ کی رفعت بیاں کرنے والے تمام ثنا خواں کو جانتے ہیں اور حافظ صاحب کا یقین ہے کہ میر انعتیہ دیوان بھی حضرت جبریلؑ کی گنتی میں ہو گا، اس کو بھی وہ پزیرائی ملے گی جو حضور ﷺ کے نعت خوانوں کو ملتی ہے۔

غار میں سینۂ حضرت ﷺ سے ملا کر سینہ
بھر لیے سینے میں جبریلؑ نے انوار رسول ﷺ [۴]

اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیلؑ امین کو خاص آپ ﷺ کی خدمت کے لیے مامور کیا تھا وہ بیک وقت میں کئی ایک فرائض انجام دیتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر غارِ حرا میں تشریف لائے اور آخری بھی، یہ سعادت کسی اور فرشتے کے حصے میں نہیں آئی۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۸۰

[۲] حسان العصر، حافظ مظہر الدین، میزاب، ص:۵۵

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۳۹

[۴] ایضاً، ص:۱۰۶۳

تجھی پہ اُترا ہے خالق کا آخری پیغام
تھی بام و در پہ ترے جبرئیلؑ کی پرواز[۱]

حضرت جبریلؑ اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہونے کے ساتھ ساتھ نبی رحمت ﷺ کے خادم دربار بھی تھے، اور سدرہ تک لے جانے والے خاص ہمسفر بھی، ان اشعار میں حضور ﷺ کی نبوت کی تکمیل اور خالق دو جہاں کا آخری پیغام قرآن مجید کا نزول آپ ﷺ کی ذات والا پر نازل ہوا، حضرت جبریلؑ ہر وقت آپ ﷺ کی خدمت پر مامور رہتے خواہ وہ جنگ ہو یا امن، خشکی ہو یا تری، مکاں ہو یا لامکاں، زمیں ہو یا عرش۔

۳-عارفانہ رنگ میں فارسی نعتیہ کلام

حافظ مظہر الدین نے فارسی زُبان میں بھی نعتیہ کلام لکھا جو اُن کے پہلے تینوں مجموعوں کا خاصہ ہے لیکن حسنِ اتفاق دیکھیے کہ حافظ صاحب کا فارسی میں نعت لکھنے کا انداز فارسی شعراء سے ملتا جلتا ہے جب کہ اُردو میں نعت کہتے ہوئے پنجاب کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے، ان اشعار میں حضور ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ عارفانہ رنگ بھی نمایاں نظر آتا ہے، درج ذیل اشعار پیشِ خدمت ہیں:

اے خسرو کشور مدینہ، فیض دم تست سوزِ سینہ — پیداست ز تست نورِ ذاتے، از حسن تو' حسنِ کائنات
از زلف تو زلف لیلی شب، از روئے تو نورِ ماہ کوکب — از خالِ تو صورتِ بلالیؓ، اے جلوہ حسن لا یزالی!
فریاد، بہ بندِ غم اسیرم، درماندہ و خستہ ام فقیرم — اے مظہرِ شانِ ذوالجلالے، رحمے بہ من خراب حالے[۲]

ان اشعار میں حضور ﷺ کے حسن کو نور کہا گیا اور آپ ﷺ کی زلفِ مبارک کو ایسی رات سے تشبیہ دیتے ہیں جو چاند ستاروں سے چمکتی ہے کہ جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر کالا تل ہو، اے ہمیشہ رہنے والے حضورِ حسن ﷺ! ایک غم گرفتار اور فقیر الحال آپ ﷺ سے عرض کرتا ہے، رب کریم کی شان والے آقا ﷺ میری بدحالی پر نظر کیجیے حافظ صاحب نے ان فارسی اشعار میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ اپنے عشق و محبت کے اظہار کے لیے سہل ممتنع اور الفاظ کا بہترین چناؤ اس انداز میں کیا ہے، ان میں تمثیل کاری کی اعلیٰ جھلک نظر آتی ہے، اُردو ہو یا فارسی ہو حافظ صاحب کی شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عارفانہ رنگ عاجزی اور انکساری، سوز و مستی اور عشقِ مصطفی ﷺ کی جھلک نظر آتی ہے اور یہ ان کی انفرادی حیثیت کو ممتاز کرتی ہے۔

۴-بابِ جبرئیل

حافظ مظہر الدین کے ایک نعتیہ مجموعہ کا نام "باب جبرئیل" ہے کتاب کا یہ نام تلمیح ہے مسجد نبوی کے ایک دروازے کا نام باب جبرئیل ہے حافظ صاحب کے خیال سے جبرئیلؑ جب بھی حاضر خدمت ہوتے اسی دروازے سے ہوتے۔

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۴۶

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۵۳

اس طرح سے حافظ مظہر الدین کے بابِ جبرئیل کو بھی "قربِ مصطفوی" کے حصول کا زریعہ قرار دیتے ہیں، بقول حافظ صاحب:

ہے شہ دیں کی حضوری میں پہنچنے کی سبیل
یہ میرا نعت کا دیوان ہے کہ بابِ جبریلؑ؟[۱]

باب جبرئیل کو بابِ نبی ﷺ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ جب حضرت محمد ﷺ حجرہ مبارک سے مسجد نبوی میں تشریف لاتے تھے تو اسی دروازے سے تشریف لاتے، اس کے علاوہ غزوہ احزاب کے دوران حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جبرئیلؑ کو جنگی لباس میں اسی دروازے سے آتے ہوئے دیکھا، حافظ مظہر الدین نے اپنے تیسرے مجموعہ نعت کا نام بھی اسی نسبت سے رکھا کیونکہ یہ آپ ﷺ کے قرب میں پہنچنے کی سبیل یعنی راستہ ہے۔

دیکھ کر حسن و جمالِ رخ " بابِ جبریلؑ" وجد میں آئے نہ کیوں روحِ جنابِ جبریلؑ
بوسہ گاہِ لبِ جبریلؑ ہے بابِ جبریلؑ بابِ جبریلؑ کی کیا شان ہے اللہ اللہ![۲]

حافظ مظہر الدین نے ان اشعار میں" صنعت مجرد کو مجسم کرنا" کا استعمال کیا ہے جس میں صحنِ نبوی ﷺ کے دروازے "بابِ جبرئیل" کی کیفیات بیان کیں ہیں کہ جب حضور ﷺ کا گزر اس دروازے سے ہوتا ہے تو چہرہ انوار پر نگاہ پڑتی ہے تو آپ ﷺ کے حسن و جمال کو دیکھ کر جنابِ جبرئیل پر بھی سکتا طاری ہو جاتا ہے، کل کائنات کا مرکز و محور، حسن و جمال آپ ﷺ کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔

شاعر اس میں باب جبرئیل کی نسبت اپنی کتاب کی طرف کرتے ہیں، کہ میری یہ کتاب توصیفِ مصطفی ﷺ پر مبنی ہے اس لیے رب کریم نے اس کو فضیلت بخشی ہے چنانچہ جبرئیل امینؑ نے بھی اس کو بوسہ دیا ہے۔

۵- سراپا انوار ﷺ:

جب ماہ و کواکب تھے نہ یہ فرشِ زمیں تھا
اُس وقت بھی وہ نورِ مبیں، نورِ مبیں تھا[۳]

جانے انھیں کس رنگ میں دیکھا ہے جہاں نے
مجھ کو تو وہ اِک نور کا پیکر نظر آئے[۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۹۴۳

[۲] ایضاً، ص:۹۳۸

[۳] ایضاً، ص:۱۰۲۴

[۴] ایضاً، ص:۱۰۸۹

قرآن پاک کی بیشتر آیات ایسی ہیں جو اس بات کی گواہی دیتی ہیں اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[1] اللہ رب العزت نے جہاں اپنے آپ کو نور کہہ کر متعارف کروایا وہاں پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نور فرمایا، اس کائنات کا سارا نظام نوری نظام ہے، یہ دو الگ اشعار ہیں جس میں حافظ مظہر الدین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا نور کہا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مثال دے کر سمجھایا کہ جب چاند، ستارے، زمین و آسمان اور اُن میں موجود تمام اشیاء کا معرض وجود نہیں تھا اُس وقت بھی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما تھے، جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ انھیں ادراک ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں "نور" کی اولین تخلیق فرمائی اور پھر اُسے انسانی صورت عطا فرمادی، کائنات میں جتنے جلوے ہیں وہ سب سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اک تجلی اُن کی میری قبر میں بھر دے گی نور
ظلمتوں میں کام آتی ہے، ضیائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم[2]

حافظ صاحب نے اس شعر میں گناہ گار امت کو حوصلہ دیا ہے، یعنی بے ثمر پھل کو ثمر سے بھر دیا تاکہ غم نہ کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور علیٰ نور ہیں یعنی سراپا نور جب قبر میں جلوہ افروز ہوں گئے تو قبر کے تمام اندھیرے چھٹ جائے گے، اس شعر کا پہلا مصرعہ قبر کے اندھیرے کے متعلق ہے اور دوسرا مصرعہ دنیا کے اندھیروں کے متعلق، شاعر کہتا ہے کہ معاشرے میں ظلم و ستم کو ختم کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنائے اسوہ حسنہ کو اختیار کریں اور پھر دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ہر رنگ میں نظر آئے گے۔

۶-مرکز و محورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کتنا وسیع دونوں جہاں کا ہے دائرہ
اس دائرے کے مرکز و محور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں[3]

حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس کائنات کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وجودِ کائنات، وجہہ کائنات، مرکز کائنات اور منبعِ کائنات ہیں، اس کی مثال حدیثِ مبارکہ سے دیتے ہیں:

((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُوْحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُه فِي حِجْرِ عَلِيٍّ رضي الله عنه فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَلِيًّا فِي طَاعَتِکَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ أَسْمَاءُ رضي الله عنها: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ وَرَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ.))[4]

---

[1] القرآن، النور۲۴: ۳۵

[2] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۰۷

[3] ایضاً، ص:۱۰۸۳

[4] سليمان بن احمد بن ايوب، المعجم الكبير، مسند النساء، فاطمه بنت الحسين، عن اسماء(القاهره: مكتبه ابن تيميه، ١٩٩٤ء)ج٢٤، ص١٤٧

"حضرت اسماء بنتِ عمیس سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کا سرِ اقدس حضرت علی کی گود میں تھا وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، حضور ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹا دے حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔"

سرکارِ دو عالم ﷺ جس طرح سے چاہیں جو پسند فرمائیں یہ کائنات اور اس کائنات کی ہر چیز آپ ﷺ کے تابع فرمان ہے:

محفلِ کونین کو رنگیں بنانے کے لیے
شاہکارِ ذہنِ خلاقِ جہاں درکار تھا[۱]

اللہ رب العزت نے اس کائنات کو حسین و جمیل بنانے کے لیے ایک ایسی من موہنی صورت ایسی دلربا سیرت اور ایک ایسے شاہکار کی ضرورت تھی جو صرف چاہے جانے والا ہو اور جس کی چاہت عین عبادت ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت خاتم المرسلین ﷺ کو پیدا فرمایا پھر حضور ﷺ کے لیے کائنات کو تخلیق فرمایا اور اس کائنات کو چلانے کے لیے ایک ایسی صلاحیت و بصیرت عطا کی جس سے یہ سارا نظام اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ازل سے ابد تک جلوہ افروز ہے اور رہے گا، حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے، اس کائنات کو حسین بنانے کے لیے حضور ﷺ تشریف لائے جن کی نورِ بصیرت سے تمام جہاں روشن و منور ہو گئے۔

مصطفی ﷺ کی یاد ہے شامل، خدا کی یاد میں
مصطفی ﷺ کا نام ہے، نامِ خدا کے ساتھ ساتھ
نور اُن کا ہے فضائے عالمِ ایجاد میں[۲]
اُن کے جلووں سے فروزاں ہے جبینِ کائنات

حافظ مظہر الدین نے ان اشعار میں قرآنی آیات تلمیحاً بیان کیں ہیں، شاعر کہتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ ہی وہ برگزیدہ ہستی ہیں جن کا نام رب ذوالجلال کے ساتھ آتا ہے کسی اور پیغمبر و رسول کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا، قرآن کریم، کلمہ طیبہ، التحیات، درود و سلام ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یہ شان عطا کی، آپ ﷺ کے دم سے کائنات روشن ہے آپ ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جن کی زیارت کے بعد عالمِ ارواح میں انسانی روح قالب میں داخل ہوئی۔

۷۔ اعلیٰ وارفع مقامِ حبیب ﷺ

وہ کیا ہیں، کیا نہیں، یہ بحث تو وہم و گماں کی ہے
وہ ہیں نور خدا، یہ فیصلہ میرے یقیں کا ہے[۳]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۱۲

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، جلوہ گاہ، ص:۱۱۸

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۹۲

حافظ مظہر الدین کی نعت کی اساس در حقیقت عشق حبیب ﷺ ہے جو ایمان کی اساس ہے، اور جس کے ہاتھ یہ خزانہ آجائے اس کے سامنے دنیا کی تمام نعمتیں بے معنی ہیں، اس شعر میں حافظ صاحب کے تیقن کی تکرار ہے اور اس میں خوبصورت محاورہ بندی کی گئی ہے شعر کی لطافت ملاحظہ ہو شعر کے آغاز میں سوالیہ نشان ہے اور وہ سوال نفی میں تبدیل ہو کر یقین کی منزل پا لیتا ہے۔

تیرے مقام کی رفعت کو پا نہیں سکتے
تصورات و خیالات، یا رسول اللہ ﷺ[۱]

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقریباً سات آیات ایسی ارشاد فرمائی جس میں اپنے ساتھ اپنے حبیب کا تزکرہ فرما کر کر مقام مصطفیٰ ﷺ بتا دیا حافظ مظہر الدین حضور ﷺ کے سامنے عرضی نامہ پیش کرتے ہیں کہ مقام حبیب ﷺ تک رسائی تصور میں بھی ممکن نہیں، حافظ صاحب جب یہ شعر لکھ رہے ہوں گے اس وقت روزِ محشر کا منظر آپ کے سامنے ہو گا جب حضور ﷺ اللہ رب العزت کے دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے، صحابہ کرام بھی حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے کہ جب بھی حضور ﷺ اپنے سر اقدس کے بال مبارک ترشواتے تو صحابہ کرام حضور ﷺ کے حجام کا بھی طواف کرتے تاکہ موئے مبارک نیچے نہ گرنے پائے اور وہ اٹھا کر سنبھال لیتے کیوں کہ حضور ﷺ کی محبت خدا کی محبت، حضور ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت، حضور ﷺ کی نافرمانی خدا کی نافرمانی، حضور ﷺ کی حرمت خدا کی حرمت، حضور ﷺ کی بیت خدا کی بیت، حضور ﷺ کا ادب خدا کا ادب، حضور ﷺ کی تڑپ خدا کی تڑپ، حضور ﷺ کی عطا خدا کی عطا، حضور ﷺ کی غنا خدا کی غنا، حضور ﷺ کی رضا خدا کی رضا ہے، جس نے حضور ﷺ سے منہ پھیر لیا وہ خدا سے مرتد ہو گیا، یہ ہے وہ اعلیٰ و بالا مقامِ محبوب ﷺ۔

۸- مقطع یا شاعرانہ تعلی

عموماً شعراء کرام جب کسی بھی اصناف میں اشعار لکھتے ہیں تو آخری شعر میں مقطع کے طور پر اپنا تخلص ضرور بتاتے ہیں جس میں اپنی بڑائی کا تزکرہ کرتے ہیں جو کہ ہیئت کہ اعتبار سے "شاعرانہ تعلیٰ" کے طور پر جانی جاتی ہے مگر حافظ مظہر الدین کے ہاں شاعرانہ تعلیٰ میں بھی عاجزی و انکساری اور درد و سوز اور حقیقت کا عنصر پایا جاتا ہے جو انھیں دوسرے شعراء سے متقدم کرتا ہے اور یہ انکی انفرادیت کو ظاہر کرتا ہے۔

مظہر کی فقیری میں بھی ہے شان غنا کی
شاہانہ ہے انداز محمد ﷺ کے گدا کا[۲]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۰۱

[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص:۳۰

حافظ مظہر الدین کے اس شعر میں صنعت تضاد استعمال کی گئی ہے جس میں محبوبِ دوعالم ﷺ کے غلام کی شان بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی بھی شخص چاہے کسی بھی طبقہ فکر سے تعلق رکھتا ہو جب وہ سرکار ﷺ کے در کی نوکری کرتا ہے تو دنیا کی تمام بادشاہت کو نظر انداز کر کے غنی بن جاتا ہے۔

بڑا ہی سوز تھا مظہر کی نغمہ خوانی میں
زہے کہ ساتھ ہم ایک سوختہ نوا کے چلے[۱]

۱۹۷۲ء میں ایک قافلہ مدینہ طیبہ کے سفر پر نکلا جس میں حافظ صاحب بھی شامل تھے اس قافلے نے مختصر وقت میں بہت سے ممالک کا سفر کیا اور زیارات کیں، اس شعر میں اسی منظر نامہ کی تصویر کشی کی ہے اور ایک طرح سے حقیقت بھی ہے کہ حافظ صاحب کی شاعری میں سوز و گداز اور عشقِ مصطفی ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور ساتھیوں کی خوش نصیبی ہے کہ ایک سچا عاشقِ رسول اُن کے ہمراہی ہے۔

رومیؔ و جامی و سعدیؔ ہی پہ موقوف نہیں
ان کے مداحوں میں مظہرؔ کا بھی نام آتا ہے[۲]

اس شعر میں حافظ مظہر الدین نے تین بڑے شعراء کرام کا تزکرہ کیا ہے، یہ تینوں شاعر رسول اور بارگاہِ ناز میں مقبولیت کے درجے پر فائز تھے ان کی شاعری ہر عام و خاص میں مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے، حافظ صاحب آخری مصرعے میں کہتے ہیں کہ میرا بھی حضور ﷺ کے مداحوں میں نام آتا ہے مجھے بھی یہ خوش نصیبی حاصل ہوئی ہے اور یہ حقیقت ہے۔

۹-تکرارِ لفظی کا کثرت سے استعمال

ان کا کوکبِ تاباں چمکا قریہ قریہ بستی بستی
بستی بستی عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم[۳]

اس شعر میں شاعر نے حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے لیے کوکب کا استعارہ استعمال کیا ہے اور صنعت تکرارِ لفظی کا بھی استعمال کیا ہے شعر میں بستی بستی، قریہ قریہ، عالم عالم، میں تکرار ہے، تکرار لفظی وہ شاعرانہ خوبی ہے جس سے کلام میں ترنم پیدا ہوتا ہے، حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں یہ انفرادی خوبی ہے، یہ شعر بظاہر آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کی منظر کشی کر رہا ہے جب کہ آپ ﷺ کا فیضان تو زمانوں پر محیط ہے۔

مجھے اپنی تابش کر عطا تو ہے میرا ماہ تمام بھی
ہے لٹی لٹی مری صبح بھی ہے بجھی بجھی مری شام بھی[۴]

---

[۱] میزاب ص، ۸۷۲

[۲] ایضاً، ص:۶۸۷

[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، تجلیات، ص:۲۴

[۴] ایضاً، ص:۵۷

حافظ صاحب کے اس شعر میں لٹی لٹی اور بجھی بجھی کے الفاظ میں تکرار ہے شاعر بارگاہِ رسالت میں عرض کرتا ہے: یارسول اللہ ﷺ مجھ پر نظرِ کرم کیجیے میری بے رنگ زندگی میں رنگ بھر دیجیے اس شعر میں حافظ مظہر الدین نے نبی رحمت ﷺ کے لیے "ماہ" کا استعارہ استعمال کیا ہے اور اس میں صنعتِ تضاد بھی مستعمل ہے۔

ہم غلام مصطفیٰ ﷺ ہیں، مصطفیٰ ﷺ محبوب ﷺ رب
مصطفیٰ ﷺ بحر خدا ہیں، ہم برائے مصطفیٰ ﷺ [۱]

حافظ مظہر الدین کی نعت پڑھتے ہوئے بعض اوقات بے خودی کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے اور انسان اسی مستی میں جھومنے لگتا ہے، اس شعر پر غور کیجیے شاعر نے امتِ مسلمہ کو حضور پُر نور ﷺ کے ساتھ ایک مضبوط بندھن میں باندھ دیا اور پھر اُس تعلق کو بارگاہ صمدیہ سے جوڑ دیا کیونکہ وہ رب اپنے محبوب ﷺ کی کوئی بات نہیں ٹالتا، اور حضور ﷺ کے پاس ربِ کریم کے تمام خزانے ہیں جس کو جتنا چاہیں نوازے اس شعر میں "مصطفیٰ ﷺ" لفظ کی تکرار کی گئی اور شانِ مصطفیٰ ﷺ بیان کی گئی۔

۱۰-عجز وانکساری

حافظ مظہر الدین کے نعتیہ کلام میں جہاں پر عشقِ رسول ﷺ کا رنگ ہے وہاں پر عجز و انکساری بھی موجود ہے وہ صرف عجز وانکساری کو ہی کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُس میں عبادت وعقیدت کی یکسوئی کے بھی خواہاں ہیں۔

بصد نیاز، بصد شوق لے حضور ﷺ کا نام — کہ قدسیوں کا وظیفہ بھی ہے درود و سلام
جو ان کی یاد میں بیٹے وہ لمحہ عین کرم — جو ان کی یاد میں گزرے وہ زندگی انعام
نظر فروز ہے شہر نبی ﷺ کی صبح جمیل — ہزار جلوہ در آغوش ہے حجاز کی شام [۲]

حافظ مظہر الدین کے نزدیک ایک ہی در ہے جس سے تمام مخلوق فیض یاب ہوتی ہے اور وہ در نبیِ رحمت ﷺ کا ہے، ان اشعار میں بیک وقت کئی اصناف مستعمل ہیں، جس میں صنعت تلمیح، صنعتِ تضاد، خوبصورت بحر میں ردیف کا اپنے قافیہ کی طرف پلٹنا شاعری کے حُسن میں اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ ان اشعار میں شاعر نے آداب نبوی ﷺ اور معمولاتِ قدسی، انعام یافتہ زندگی اور شہرِ مدینہ کی صبح اور حجاز کی شام کے جلوے بیان کیے ہیں۔

۱۱-سابقہ پیغمبروں کا تذکرہ

انبیاء منتظر دید کھڑے ہیں خاموش
چشم بر راہِ محمد ﷺ ہے خدا آج کی رات [۳]

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص:۱۰۰۸
[۲] حافظ مظہر الدین مظہر، میزاب، ص:۹۴۰
[۳] حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر وسناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۲۹۹

حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں واقعہ معراج کا تلمیحاً ذکر کیا ہے اور شبِ اسریٰ کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں شاعر کہتا ہے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء صفیں باندھے خاموش کھڑے تھے آپ ﷺ نے انھیں جماعت کروائی اور پھر آگے سدرۃ المنتہیٰ جانے کے لیے روانہ ہوئے تو ساتوں آسمانوں پر پیغمبر تو منتظر تھے ہی مگر ربِ کریم بھی حضور ﷺ کی راہ میں چشم بر راہ تھے۔

ہم نے سنا ہے قصہ طور و کلیمؑ بھی
شاہ ﷺ امم کی سیر کا عالم مگر کہاں[۱]

حافظ مظہر الدین نے اس شعر میں دو واقعات تلمیحاً ذکر کیے ہیں پہلے مصرعے میں حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کوہ طور پر تشریف لے جایا کرتے اور رب کریم سے ہم کلام ہوتے ایک دن عرض بارگاہ ہوئے یا باری تعالیٰ مجھے اپنی زیارت کروا دیجے، اور دوسرے مصرعے میں سرکار دو عالم ﷺ کو خود بارگاہ محبوبیت میں طلب کیا گیا نہ صرف ہم کلامی کا شرف ملا بلکہ اپنے دیدار سے بھی مشرف کیا۔

حسن یوسفؑ کے بھی چرچے تھے جہاں میں لیکن
رنگ پر آئی ہے یہ بزم ترے نام کے بعد[۲]

اس شعر میں حافظ مظہر الدین نے کتنے خوبصورت انداز میں حسن یوسفؑ کو بیان کیا مگر جب حضور ﷺ کا ذکرِ خیر آیا تو انسان حضوری کی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے، شاعر نے تلمیحات کی مدد سے پورا واقعہ آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا، حافظ صاحب کی شاعری کا یہ اعجاز ہے کہ اسے پڑھ کر کیف و سرور طاری ہو جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس کائنات کے آدھے حسن کو حسنِ یوسفؑ سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس کائنات کے تمام رنگ بھی اکٹھے کر دیے جائیں تب بھی نبی آخر الزماں ﷺ کے حسن کی مثال نہیں دی جا سکتی، اُم معبد جب حسنِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرتے کرتے تھک گئی تو کہنے لگی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ درود بر محمد ﷺ

۱۲- مجرد الفاظ کو مجسم کرنا:

کعبے کی تجلی ہے تنویر مدینے کی
کعبے کے بھی دل میں ہے توقیر مدینے کی[۳]

صبا جو لائی مدینے سے اُن کی بوئے بدن
تو ہم لپٹ کے بہت دامن صبا سے ملے[۴]

---

[۱] حافظ مظہر الدین مظہر، شمشیر و سناں، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۴۶۲

[۲] ایضاً، ص: ۴۷۷

[۳] ایضاً، ص: ۱۳۴

[۴] حافظ مظہر الدین مظہر، بابِ جبرئیل، مشمولہ کلیاتِ مظہر، ص: ۹۶۵

شعراء حضرات نے شاعری میں تجسیم کاری کا حربہ بھی استعمال کیا ہے مثلاً کسی مجرد یا بے جان چیز یا صنعت کو مجسم کر کے اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ جان دار معلوم ہوتی ہے، انگریزی زبان میں اس کے لیے Personification کی اصطلاح مستعمل ہے حافظ مظہر الدین کی یہ انفرادیت ہے کہ انھوں نے مجرد اشیاء کو نہایت لطافت انداز میں مجسم کر کے پیش کیا ہے، درج بالا اشعار اس کی بہترین مثال ہیں، پہلے شعر میں کعبہ شریف کے پاس دل ہے، اور دوسرے شعر میں شاعر نے صبا کو مجسم بنا دیا۔

خلاصۂ کلام

حافظ صاحب کے نعتیہ کلام میں نعت کے فن کے ساتھ آپ کا اخلاص، نعت کی کیفیت میں اپنے آپ کو مستغرق رکھنا یہ حافظ مظہر الدین کے نعتیہ موضوعات کا خاصہ ہے۔ حافظ مظہر الدین کے نعتیہ موضوعات میں صوفیانہ رنگ نمایاں ہے، اس کی وجہ آپ کا گھریلو ماحول ہے جس نے آپ کو بچپن و جوانی کی خرافات سے نکال کر عشقِ مصطفی ﷺ میں مستغرق رکھا، آپ کی نعتوں میں حضوری اور وارفتگی کی انتہا ہے، ہجر میں وصال کا مزہ ملتا ہے، یہ چیزیں انھیں دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔ حافظ صاحب نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی زبان میں بھی نعتیہ کلام لکھا۔ حافظ مظہر الدین کے نعتیہ موضوعات میں کثرت سے ایک لفظ کا استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ جبرئیل امینؑ ہیں، جبرئیل امینؑ کی مختلف خدمات کو انھوں نے نعت کے موضوعات بنایا ہے حتیٰ کہ اپنی ایک مجموعہ نعت کا نام "باب جبریل" رکھا جو کہ ان کی انفرادی حیثیت کو اجاگر کرتا ہے۔

مبحث دوم: حفیظ تائب کے مضامین نعت میں انفرادیات

تھی ہزار تیرگیِ فتن، نہ بھٹک سکا مرا فکر و فن
مری کائناتِ خیال پر نظر شہ عربی ﷺ رہی[1]

شاعر کوئی بھی لفظ یا جملہ ایسا تحریر نہیں کرتا جو بے ثمر ہو، حفیظ تائب کے ہاں ایسے اچھوتے اور نئے نعتیہ مضامین ملتے ہیں جو اس دور کی اہم ضرورت ہیں، حفیظ تائبؒ نے جدید نعت، اس کے طرز بیان، تنوع اور موضوعات کے بارے میں ایک جگہ بیان کرتے ہیں:

> "جدید نعت میں حضور اکرم ﷺ کے پیش کردہ معیار انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال اور اپنے معاشرے کے خدوخال کا جائزہ لینے کا رجحان بہت عام ہو رہا ہے اور اس طرح ہم خود شناسی اور خدا شناسی کی منزلیں تیزی سے طے کر رہے ہیں، نعت کے ذریعے ہماری سمت درست ہو چکی ہے اور منزل عرفان ذات کا سفر جاری ہے، روحانی، اخلاقی، اور تمدنی آشوب کا ذکر بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، نبی پاک ﷺ کے لیے منشور حیات اور تعلیمات کو بہت خوبصورتی سے نعت میں سمویا جا رہا ہے، نعت میں اس انقلاب

---

[1] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص: ۴۲

کی بازگشت مسلسل سنی جاچکی ہے جسے برپا کرنے کے لیے نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لائے تھے، آج کل نعت گو اپنے ذاتی اور کائناتی دکھوں کا علاج حضور ﷺ کی سیرت میں سے تلاش کرتا ہے اور نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر مقبولیت کی ان حدوں کو چھونے لگی ہے جن کا بیس برس پہلے تک بہت کم لوگوں کو ادراک تھا۔" [1]

حفیظ تائب نے ان الفاظ کو حقیقت کے سانچے میں یوں ڈھالا کہ صلوا علیه و آله (اردو مجموعہ نعت)، وسلموا تسلیما (اردو مجموعہ نعت)، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ (اردو مجموعہ نعت)، کوثریہ (اردو مجموعہ نعت)، سک متراں دی (پنجابی مجموعہ نعت) اور مناقب (مجموعہ مناقب) جیسے شاہکار کلام اُمت محمدیہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیے، جو نہ صرف زندگیاں بدلے گے بلکہ رہتی دنیا تک تاریخ میں یاد رکھے جائیں گے، حفیظ تائب عوامی شاعر تھے اس لیے انھیں عوام میں بے حد مقبولیت حاصل تھی، حفیظ تائب نے مضامین نعت میں انفرادی سطح پر اپنی قلم سے صفحہ قرطاس پر جو رنگ بکھیرے ہیں ان کا مطالعہ درج ذیل موضوعاتِ نعت کی صورت میں پیش ہے۔

۱-اسم گرامی ﷺ

لب پہ ہے وہ اسمِ شیریں
حاجت کسے شہد و قند کی ہے [2]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسمِ گرامی کو بارہا اپنے نعتیہ کلام میں شامل کیا ہے کہ یہ ایک الگ موضوع بن گیا آپ ﷺ کا نام یا آپ ﷺ کے نام کی جگہ ضمیر کا استعمال کیا ہے، حفیظ تائب نعت لکھتے وقت حضوری کی کیفیت میں ڈوب کر نعت کو صفحہ قرطاس پر اتارتے تھے، شاعر کہتا ہے اسم محمد ﷺ جب زُبان پر آتا ہے تو اس کی تاثیر اتنی میٹھی اور پیاری ہوتی ہے کہ پھر شہد جیسے میٹھے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، اس شعر میں شہد بطور تشبیہ مستعمل ہے۔

تائب زر و گہر کی نہیں ہے مجھ کو آرزو
کافی ہے میرے واسطے نامِ شہہ عرب [3]

شاعر اس شعر میں اپنا تخلص "تائب" استعمال کرتا ہے اور بے نیازی کی کیفیت میں شعر کہتا ہے کہ مجھے دنیا اور اس کے تمام قیمتی جواہرت کی خواہش نہیں ہے میرے لیے میرے حضور پُر نور ﷺ کا نام نامی کافی ہے، ان کا نام لینے سے ہی دنیا و آخرت کے تمام خزانے میرے ہاتھ میں آجاتے ہیں اس شعر میں صنعت تلمیح استعمال کی ہے۔

---

[1] مدحت (حفیظ تائب نمبر)، ص: ۱۵۳

[2] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طہٰ، ص: ۷۹

[3] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص: ۱۷۰

۲-قرآنِ مجسم ﷺ

دیتا ہے تری سیرتِ نوریں پہ گواہی
قرآن کا ایک ایک ورق ہادی بر حق[۱]

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اس نے اپنے حبیب ﷺ پر نازل کی صرف نازل ہی نہیں کی بلکہ قیامت تک کے لیے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اٹھایا، جو سراپا نور ہے اور جس پر نازل کیا گیا وہ مجسم نور اور مجسم قرآن ہیں قرآن کریم ہے کیا؟ قرآن کریم حضور پُر نور ﷺ کی جیتی جاگتی، بولتی چلتی تصویر ہے، آپ ﷺ کی حیات طیبہ اصل میں قرآن ہے، پہلی نعت جو صفحہ قرطاس پر اتاری گئی وہ قرآن کریم ہے جس کے قلمکار خود رب کریم ہیں، قرآن پاک کا ایک ایک ورق سرکارِ دوعالم ﷺ کی سیرت و کردار کی گواہی دیتا ہے۔

یاد ہے بات مجھے حضرتِ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی
آپ ﷺ کا خلق بھی قرآن ہے سبحان اللہ[۲]

اس شعر میں صنعت تلمیح کا استعمال کیا ہے شاعر نے اس شعر میں تصدیق کر دی کہ حضور ﷺ حقیقت میں مجسم قرآن ہیں حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں کثرت سے قرآن پاک کی وہ آیات شامل ہیں جن میں حضور ﷺ کی سیرتِ مطہرہ او رخلقِ عظیم کی شہادتیں ملتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا گیا کہ حضور ﷺ کا خلق کیسا تھا تو امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے جواب دیا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ حضور ﷺ اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے۔

۳-آیاتِ قرآنیہ بصورتِ نعت

ذہن میں رکھ آیہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ[۳]
بات کر طبعِ پیمبر ﷺ کی نفاست دیکھ کر

حفیظ تائب نے سورہ حجرات کی اس آیت مبارکہ کو کتنے خوبصورت پیرائے میں نعت میں سمو دیا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان والو! کو دو آداب مصطفویٰ سکھائے ہیں، پہلا ادب یہ ہے کہ جب نبی رحمت ﷺ تم سے بات کرے یا تم ان کی بارگاہ رسالت ﷺ میں کچھ عرض کرو تو تمھارے لیے ضروری ہے کہ آہستہ اور پست آواز میں بات کرو، دوسرا ادب یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کو ندا دینے میں ادب کا پورا خیال رکھو جس طرح تم ایک دوسرے کو ناموں سے پکارتے ہو ویسے نہ پکارو بلکہ جو عرض کرنا ہے پہلے حضور ﷺ کی طبیعت اور مزاج کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بڑے ادب و احترام اور توصیف و تکریم کے

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہٖ، ص: ۹۸
[۲] ایضاً، ص: ۵۰
[۳] القرآن، الحجرات ۴۹: ۲

کلمات اور عظمت والے القابات کے ساتھ عرض نامہ پیش کرو، کیوں کہ یہ وہ عظمتوں اور رفعتوں والی بارگاہ ہے جہاں آنکھ کی ہلکی سے جنبش بھی بے ادبی میں شمار ہوتی ہے۔

یہ "حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ "[۱] کی تفسیر ہے
مفلسوں، بے کسوں کے نصیر آپ ﷺ ہیں

"حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ" یعنی وہ دنیا و آخرت میں تمھیں بھلائیاں پہنچانے پر حریص ہیں، حضور نبی رحمت ﷺ اپنی اُمت کی بھلائی اور ان کی خیر خواہی پر حریص ہیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ سرکارِ عالی مقام نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَّضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا. فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَسَكَتَ . حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ، لَوَجَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ. ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْئٍ فَدَعُوهُ.))[۲]

"اس پر ایک شخص نے کہا، کیا ہر سال فرض ہے؟ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے سکوت فرمایا، سائل نے سوال کی تکرار کی ارشاد فرمایا کہ "جو میں بیان نہ کرو اس کے درپے نہ ہو اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔"

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کے حالات سے واقف ہیں کیونکہ ہماری تکلیف کی خبر کے بغیر قلب مبارک پر بوجھ نہیں آسکتا جیسے آپ ﷺ کی رسالت دائمی ہے ویسے آپ کی خبر داری بھی ہر ساعت ہے، شاعر کہتا ہے کہ مفلسوں اور پریشان حال لوگوں کے دکھ اور درد کا مداوا حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے اور آپ ﷺ ہی سب کے مددگار ہیں۔

۴- نعتیہ کلام میں اسماء النبی ﷺ

اسمائے رسول کی صورت میں قرآن مجید کے اندر حضور ﷺ کی حیات طیبہ کی تمام جھلکیاں نظر آتی ہیں نبی ﷺ کے اسم گرامی محض عقیدت رسول میں انسانی تخیلات کی اختراعات نہیں ہیں بلکہ یہ دنیا کی تمام زبانوں، کلاموں، اور کتابوں بشمول آسمانی کتابوں میں حضور پُر نور ﷺ کی ذات وصفات کی مخاطبانہ صورتیں، عقلی توجیہیں، لفظی تصویریں اور تصورات کی سچی اور سُچی تعبیریں ہیں حفیظ تائب نے انھیں کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے۔

---

[۱] القرآن، التوبہ ۹: ۱۲۸

[۲] مسلم ، مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر، رقم الحدیث: ۱۳۳۷

خدائے پاک کے ممدوح اور مدح سرا
مرے نبیؐ ہیں بہ یک وقت حامدومحمود[۱]

حفیظ تائب نے اپنے کلام میں آپ ﷺ کے اسمِ گرامی استعمال کیے ہیں، اس شعر میں سیدنا حامد ﷺ اور سید نا محمود ﷺ کا ذکر کیا ہے سیدنا حامد ﷺ کا مطلب خدا سے محبت کرنے والا اور سیدنا محمود ﷺ کا مطلب قابل ستائش، جس کی تعریف کی جائے، شاعر نے اس شعر میں کتنی لطافت سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے اور اگلے مصرعے میں حضور ﷺ کی صفات والاشان بیان کر دی۔

تو دوائے قلبِ غمگیں، تو ضیائے چشمِ حق بیں
تو ہی طٰہٰ، تو ہی یٰسین، اے شہنشاہِ مدینہ![۲]

اس شعر میں حفیظ تائب نے حضور ﷺ کو پانچ ناموں سے پکارا ہے جس میں دو نام تو سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسین والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ناموں پر سورہ مبارکہ کا نام رکھا ہے جب کہ تیسرا نام "غم زدہ دلوں کی دوا" آپ ﷺ ہیں، "آنکھوں کا نور" آپ ﷺ ہیں اور "مدینہ کے شہنشاہ و سردار" آپ ﷺ ہیں۔

دل و جاں کو سکوں دیتی ہے
اُس رؤف و رحیم کی باتیں[۳]

شاعر حضور ﷺ کے ان اسماء مبارکہ کے مطالب و مفہوم سے خوب آگاہ تھے پھر جا کہ یہ شعر تحریر ہوا ہے اس شعر میں سہل ممتنع کا استعمال کیا ہے حفیظ تائب کہتے ہیں آقا دو عالم ﷺ کے دو صفاتی ناموں کا ذکر کرتے ہیں کہ سیدنا رؤف ﷺ اور سیدنا رحیم ﷺ، سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ رسالت مآب میں جو آ جاتا وہ پھر در در کی گدائی سے بے نیاز ہو جاتا، آپ جب تکلم فرماتے تو غم جھٹ جاتے اور دل کو سکونِ قلب حاصل ہو جاتا۔

۵-نعتیہ کلام میں ردیف کا ایک خاص انداز

حفیظ تائب کی شاعری میں ردیف ایک خاص رنگ میں استعمال کی جاتی ہے جو ان کی انفرادی حثیت کو واضح کرتی ہے، مثلا: یاحیُ یا قیوم، سبحان اللہ، اللہ اکبر، ماشاءاللہ، اللہ الصمد، اللہ غنی، خیر البشر ﷺ، خیر الانبیاء ﷺ، سید الوریٰ ﷺ، سید البشر ﷺ، سید عالم ﷺ، سید مکی مدنی ﷺ، شہ ابرار ﷺ، شہ عرب ﷺ شاہ امم ﷺ، خواجہ لولاک ﷺ، ہادی برحق ﷺ، یا نبی ﷺ، صلِ علیٰ، صلی اللہ علیہ وسلم، احمدِ مرسل، احمدِ مختار، رسولِ ہاشمی، رسولِ اکرم، رحمۃ العالمین، گنبدِ خضرا۔

---

[۱] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص: ۱۶۷

[۲] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۳۲۱

[۳] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۳۸۸

تُو خالق ہے ہر شے کا یا حیُ یا قیوم

ہر پل تیرا رنگ نیا یا حیُ یا قیوم[1]

حفیظ تائب کی شاعری میں دو خصوصیات ہیں ایک تو یہ کہ انھوں نے بطور ردیف اسماء الحسنیٰ اور اسماء النبی ﷺ کا استعمال برملا کیا اور دوسرا لمبی اور مختصر بحر میں ردیفیں لکھیں اور کثرت سے لکھیں، ردیف کا اپنے قافیہ کی طرف پلٹنا شعر میں الگ انداز میں رنگ بھر دیتا ہے اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے دو صفات بیان کیں ہیں "یا حی" ہمیشہ زندہ رہنے والا رب اور "یا قیوم" ہمیشہ قائم رہنے والا رب کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کو پیدا کرنے والا وہی ہے، دن جو رات میں اور رات جو دن میں بدلتا ہے یہ سب تیرے ہی جلوے ہیں۔

سامنے ہیں سیدِ ﷺ ابرار، اللہ الصمد

بے نوا ہے حاضرِ دربار، اللہ الصمد[2]

شاعرنے اس شعر میں روضہ رسول ﷺ پر حاضری کی منظر کشی کی ہے اس شعر میں یک وقت اسماء الحسنیٰ اور اسماء النبی ﷺ دونوں کا استعمال کیا ہے "اللہ الصمد" بطور ردیف استعمال کیا ہے جب اللہ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کا نام ردیف کے طور پر آئے تو یہ باعثِ نجات بن جاتا ہے اس شعر میں نبی رحمت ﷺ کو سیدنا ابرار ﷺ کے لقب سے پکارا ہے، شاعر جب سرکار ﷺ کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اپنی کیفیات بتاتا ہے کہ میری آواز بند ہو جاتی ہے اور میں کچھ بول نہیں پاتا۔

۶-نعت میں مسائلِ اُمت کا ذکر:

اے نویدِ مسیحا! تری قوم کا حال عیسیٰؑ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا

اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبی ﷺ

روح ویران ہے آنکھ حیران ہے، ایک بحران تھا، ایک بحران ہے

گلشنوں، شہروں، قریوں پہ ہے پُر فشاں ایک گھمبیر افسردگی یا نبی ﷺ[3]

دورِ جدید کی نعت میں اتنی وسعت اور اور تنوع شامل ہو گیا ہے کہ اس میں معاشرتی، معاشی مسائل اُمڈ آئے ہیں، حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعے میں ان مسائل کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے، ان اشعار میں صنعت تلمیح اور صنعت مراعات النظیر اور امثال کاری استعمال کی گئی ہے، شاعر شعر کے آغاز میں بارگاہ رسالت ﷺ میں فریاد کرتا ہے یہاں مسیحا سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں یعنی صنعت رعایت لفظی کا بھی استعمال کیا ہے حفیظ تائب عرض کرتا ہے یارسول ﷺ اللہ! امتِ مسلمہ سست روئی، تن آسانی میں پڑ کر نہایت پستی اور زوال کا شکار ہو گئی ہے انھوں نے اپنی اسلامی اقدار کھو دی ہیں اقوامِ عالم

---

[1] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طہٰ، ص:۳۴۳

[2] ایضاً، ص:۳۳۰

[3] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہ، ص:۴۲

میں اب ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہی زمانہ اس پر ہنس رہاہے یا نبی ﷺ! ہر طرف ویرانی اور افسردگی طاری ہے خبر گیری فرمایئے۔

اپنی اُمت کے برہنہ سر پہ رکھ شفقت کا ہاتھ
پونچھ دے انسانیت کی چشمِ تر، خیر البشر ﷺ (۱)

یا سیدنا خیر البشر ﷺ اس اُمتِ مسلمہ کے خیر خواہ آقا ﷺ اُمت محمدیہ جن مسائل سے دوچار ہے یا جن دکھوں، غربتوں اور تکلیفوں میں گھر چکی ہے ان پریشان حال لوگوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہر کسی کو اپنی پڑی ہوئی ہے جو امیر ہے وہ امیر تر اور جو غریب ہے وہ غریب تر، یا خیر البشر ﷺ آپ امت کے حال سے باخبر ہیں آپ ﷺ سے فریاد ہے ہماری مدد کو آیئے ہم بے سہاروں کو سہارا دیجیے آپ ﷺ کے سوا ہمارا کوئی نہیں۔

۷-اخلاقی زوال اور استغاثہ بحضورِ سرورِ کائنات ﷺ

اخلاق کا یہ کساد مولا ﷺ انصاف کا یہ زوال آقا ﷺ
جاری ہے زیست کی رگوں میں زہرِ زر و سیم و مال آقا ﷺ
دیکھا تھا نہ چشمِ آدم نے اخلاص کا ایسا کال آقا ﷺ
اُمت کو عروج پھر عطا ہو غم سے ہے بہت نڈھال آقا ﷺ (۲)

بارگاہ ناز ﷺ میں حالی کی طرز پر حفیظ تائب نے بھی استغاثہ پیش کیا ہے جن میں اُمتِ مسلمہ کی اخلاقی قدروں کی پامالی کا منظر نامہ پیش کیا گیا ہے اور آخر میں بحیثیت اُمت حضور ﷺ کے دربار میں عرضی نامہ پیش کیا گیا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ! اُمتِ مسلمہ کو عروج، بلندی اور خوش نصیبی عطا ہو، حفیظ تائب نے ان اشعار میں مختصر بحر کا استعمال کیا ہے اور صنف سہلِ ممتنع میں اشعار لکھے ہیں۔

سچ مرے دور میں جرم ہے، عیب ہے، جھوٹ فنِ عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہ روی، ایک آزار ہے آگہی یا نبی ﷺ
یا نبی ﷺ اب تو آشوبِ حالات نے تیری یادوں کے چہرے بھی دھندلا دیے
دیکھ لے تیرے تائب کی نغمہ گری، بنتی جاتی ہے نوحہ گری یا نبی ﷺ (۳)

ان اشعار میں شاعر نے اس دور کی ممکنا تصویر کشی کی ہے سد افسوس کہ یہ منظر اب عام ہو چکا ہے، اسلامی اقدار دم توڑنے کو ہیں ہر کسی کو اپنی پڑی ہوئی ہے، ہر کوئی اپنی دھن میں مگن ہے ایسا معاشرہ جس میں سچ کو عیب شمار کیا جائے اور جھوٹ

---

(۱) حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۱۴۲

(۲) حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۵۰

(۳) حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۱۴۲

کو عظمت حاصل ہو اور جہالت کو تغمہ پہنایا جائے اور علم کی ناقدری ہو، ایسے میں ایک اُمتی حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست پیش کرتا ہے، کہ میری خبر گیری کو آیئے کہی ایسا نہ ہو کہ عرضی نامہ نوحہ گری میں تبدیل ہو جائے۔

میں کر کے ستم اپنی جاں پر، جاءوک لبِ حق سے سُن کر　　آیا ہوں بہت شرمندہ سا، سرکار ﷺ توجہ فرمائیں
اِک میں ہی نہیں پوری امت، ساری دُنیا، ساری خلقت　　تکتی ہے رستہ رحمت کا، سرکار ﷺ توجہ فرمائیں[۱]

استغاثہ پیش کرنے میں کچھ لوگوں کو اعتراض ہوتا ہے کہ براہ راست رب تعالیٰ کی بارگاہ سے طلب کیا جائے اس کے جواب میں قرآن کریم کی ایک مثال پیش ہے کہ رب کریم نے جب اپنی احدیت کا اعلان کرنا تھا تو اس کے لیے سورہ اخلاص نازل کی جس کا پہلا لفظ "قُل" رکھا جو براہ راست نبی رحمت ﷺ سے مخاطب تھا "اے رسول! آپ ﷺ فرما دیجیے" اس کے علاوہ "جاؤُک" والی آیت بھی ذہن نشین میں رکھیے اپنی بخشش کے لیے سرکارِ دوعالم ﷺ کے دربار میں حاضری کا حکم ہے اس طرح استغاثے سے مراد اپنے گناہوں پر شرمندہ اور اپنی مغفرت طلب کرنا ہے۔

۸۔نعت میں صوتی حسن اور معنوی جمال

خوش خصال و خوش خیال و خوش خبر، خیر البشر ﷺ　　خوش نژاد و خوش نہاد و خوش نظر، خیر البشر ﷺ
دل نواز و دل پذیر و دل نشین و دل کُشا　　چارہ ساز و چارہ کار و چارہ گر، خیر البشر ﷺ

حفیظ تائب نے جہاں نعت کے اندر کئی ایک موضوعات کو متعارف کروایا وہاں پر فنی اعتبار سے بھی نعت کو حسن و عروج بخشا جو قابلِ تعریف ہے درج بالا اشعار میں الفاظ کا چناؤ اور ایسے الفاظ کا انتخاب جو باوقار اور نعت کی نزاکت پر پورے اترتے ہوں۔

ان دو اشعار میں "خ"، "ن"، "د"، "ن" اور "چ" کے استعمال سے کئی ایسے الفاظ بنا دیے کہ جو لفظوں میں صوتی تکرار اور اس تکرار سے پیدا ہونے والے آہنگ اور ترنم پیدا کر رہے ہیں، ان اشعار میں شاعر نے نبی رحمت ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کی ہے کیا خوبصرت مصرعہ ہے کہ حضور ﷺ دل نواز بھی آپ ہیں دل پزیر و دل نشین اور دل کشا بھی آپ ﷺ کی ذاتِ مطہرہ ہے اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ کمزروں کے چارہ ساز و چارہ کار، اور چارہ گر بھی رحمۃ العالمین ﷺ ہیں۔

جلوہ فطرت، چشمہ رحمت، سیرتِ اطہر ماشاءاللہ
حُسنِ مکمل، فیضِ مسلسل، خیرِ سراسر، ماشاء اللہ[۲]

اس شعر میں صوتی حسن اور معنوی جمال تو اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے شمائل، خصائل، فضائل کو ایک شعر میں موتیوں کی طرح پرو دیا گیا، سرکار دوعالم ﷺ کے

---

[۱] حفیظ تائب، وسلموا تسلیما، ص:۱۷۹

[۲] حفیظ تائب، صلوا علیہ وآلہِ، ص:۳۴

تمام انسانوں پر جو کمالات و احسانات ہیں اور آپ ﷺ کا فیضِ مسلسل ہے جو ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا حضور کا فیض نہ صرف اس اُمت پر بلکہ تمام جہانوں اور اس کی تمام مخلوقات پر ہمیشہ رہے گا کیونکہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔

۹-نعت اور تاریخی حقائق

نزہتِ بستانِ سلماں، عظمت صحنِ قبا　　پاس جا کر، سر جھکا کر دیکھنا اور سوچنا
ارض بدر، آثار خندق، دامن کوہ احد　　ہر قدم پر شانِ داور دیکھنا اور سو چنا[۱]

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیہ شاعری میں بہت سے ایسے مضامین شامل ہیں جو اسلام کی تاریخ سے آشنائی عطا کرتے ہیں ان اشعار کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ ان دو شعروں کے اندر شاعر نے پانچ تلمیحات بیان کی ہیں، شاعر نے ان تلمیحات کو تحریر کرنے کے بعد اس میں غور و فکر کی بھی تلقین کی ہے، ان واقعات کا تعلق ہجرتِ مکہ کے بعد کا ہے آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے نکلے راستے میں مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مسجدِ قبا تعمیر فرمائی یہ اسلام کی پہلی مسجد تھی شاعر نے اس مسجد کی عظمت و رفعت کا تزکرہ کیا، نزہتِ بستانِ سلماں سے مراد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی کا وہ باغ ہے جس میں قبل از اسلام ایک یہودی کے پاس غلام تھے اور اس کی شرائط پر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے کھجوروں کے باغات لگائے، شاعر نے دوسرے شعر میں حضور ﷺ کے مشہور غزوات (بدر، خندق، احد) کا ذکر کیا ہے اور پھر ردیف کو تنبیہ کے طور پر استعمال کیا جس میں حواسِ خمسہ کے ذریعے دعوت عام دیتے ہیں۔

گھر ابو سفیان کا بھی ٹھہرا، حصار عافیت
چرخ حیراں تھا، کمال عفو و رحمت دیکھ کر[۲]

اس شعر میں حفیظ تائب نے تلمیحا فتح مکہ کے واقع کو کوڈ کیا ہے، مکہ والوں کے تیرہ سالہ مظالم پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں ہی مگر ہجرت مدینہ کے بعد بھی اُن لوگوں نے حضور سرورِ دوعالم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو سکون سے نہیں جینے دیا کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا کہ اُن کی طرف سے کوئی افتاد نہ آئی ہو ان سب کے باوجود جب فتح مکہ کا وقت آیا تو حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابو سفیان کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ اس کے گھر میں جو داخل ہو گا اس کے لیے بھی امان نامہ لکھ دیا، حضور ﷺ کی شانِ کریمی اور رحمۃ العالمینی ﷺ دیکھ کر نسلِ انسانی ششدر و حیران تھی۔

۱۰-پنجابی کلام میں بارہ ماہ سیرت مطہرہ کی روشنی میں

حفیظ تائب کا مجموعہ نعت و منقبت "سک متراں دی" پنجابی زُبان پر مشتمل کلام ہے، بہت سے شعراء کرام نے پنجابی میں نعتیہ کلام لکھا مگر حفیظ تائب نے پنجابی میں کئی ہیتوں میں پنجابی کلام لکھا جس میں خاص بارہ ماہ ترتیب دیے ہیں اور اُس میں سیرتِ مطہرہ ﷺ کو شامل کیا ہے۔

---

[۱] حفیظ تائب، وسلمو اتسلیما، ص:۱۲۲

[۲] ایضاً، ص:۱۲۵

چن چڑھیا محرم والا اکھیاں اگے نقشہ پھریا

چڑھیا چن صفر دا جس دم یاد جہاد دی آئی مینوں
جس دی ملی اجازت سانوں دو ہجری دے سال سفر وچ

ماہ ربیع الاول آیا ٹھنڈ دلاں وچ پاندا ہویا
تھاں تھاں چانن لاندا ہویا

ماہ ربیع الثانی چڑھیا یاد آیا اُوہ بھائی چارہ
جہیڑا شہر مدینے جا کے قائم کیتا پاک نبی ﷺ نے[۱]

حفیظ تائب ہوراں دی ماں بولی پنجابی زُبان سی ایس کر کے پنجابی زبان وچ تقریباً ڈیڈھ کتاب نعت و منقبت لکھی، شاعر نے نعت نوں کئی ہیتاں دے وچ آزمایا اوہناں وچ "بارہ ماہ" نے جو سراسر حضور ﷺ دی سیرت دے حوالے نے، ہر مہینہ دی ایک وکھری سیان اے اور اودھی وکھری نسبت، بڑے سوہنے انداز وچ تائب صاحب نے اہناں نوں لکھیا، حفیظ تائب ہوراں نیں چار زباناں دا اکو ویلے وچ مطالعہ کیتا ایس لئی اوہناں دی نعت پڑھ کے بندہ حضوری دی کیفیت وچ ڈوب جاندا اے جیدے وچ عربی، فارسی، اُردو تے پنجابی شامل اے، اونج وی گورنمنٹ کالج وچ پنجابی دے استاد رہیے نیں، تاہم اوہناں نے پنجابی ادب دی بڑی خدمت کیتی اے۔

۱۱-نعت لکھنے کے اصول وضوابط

حفیظ تائب نے نبی رحمت ﷺ کی توصیف و تعریف کرنے کے لیے کچھ کڑی شرائط رکھی ہیں جو اس میدان میں آنے والے طلبہ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گی وہ شرائط درج ذیل ہیں۔

نعت گوئی کے لیے حُسنِ ارادت شرط ہے
ساتھ کچھ فہم کتاب اور علمِ سیرت شرط ہے
اس میں لازم جمالِ فن بھی، اوجِ فکر بھی
جتنی ممکن ہو خیالوں کی طہارت شرط ہے
گر ادب پہلا قرینہ ہے ثنا کے شہر میں
ہر قدم اِس راہ میں عجزِ طبیعت شرط ہے
اسوہ کا بھی نعت میں ابلاغ ہونا چاہیے
لیکن اس میں بھی لطافت اور حکمت شرط ہے
ہے محبت آپ ﷺ کی ایمانِ کامل کی کلید
ہاں مگر جوشِ محبت میں اطاعت شرط ہے[۲]

[۱] حفیظ تائب، "سک متراں دی" مشمولہ: کائنات حفیظ تائب، (مرتب) محمد نعمان تائب (لاہور، القمر انٹرپرائزز، ۲۰۱۷ء)، ص:۵۳۸

[۲] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طہٰ، ص:۱۳۰

حفیظ تائب نے ان نعتیہ اشعار میں نعت نگاری کے لیے پیٹرن فراہم کیا ہے جو نئے آنے والوں کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل ہے نعت لکھنا اور نعت کو ادا کرنا اور اس کے اصول وضوابط کیا ہیں شاعر نے بڑے آسان پیرائے میں بتا دیے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حبیب اکرم ﷺ کی ثنا بیان کرنا بڑی نازک اور کڑی آزمائش ہے، ان اشعار میں "شرط ہے" کو بطور ردیف استعمال کیا گیا بقول حفیظ تائب نعت نگاری میں عقیدت، قرآن کریم کا فہم اور سیرت کا مطالعہ ہونا ضروری ہے، اس کے علاوہ نعت لکھنے کے فن سے آگاہی، فکر کی بلندی اور خیالات کا پاکیزہ ہونا بھی ضروری ہے، شاعر کہتا ہے کہ نعت لکھنے سے پہلے نعت کا ادب اور طبیعت میں عاجزی و انکساری بھی اہم ہے، نعت تبلیغ دین ہے اور نعت نگاری کے لیے حضور ﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا ہونا، شیرینی بیان اور لطافت و حکمت کا ہونا بھی عین شرط ہے، اور ان سب کی کلید محبت رسول ﷺ ہے جو اطاعت کے بغیر ممکن نہیں، حفیظ تائب نے ان پانچ اشعار میں تیرہ پوائنٹ نوٹ کروائے ہیں جو کہ نعت نگار کے لیے نصاب کا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۲-سماجی شعور

اک عجب آشوب کی زد میں ہے ساری کائنات — سر پٹختی پھر رہی ہے دہر میں ہر سُو حیات
سانس لینا اِس عقوبت گاہ میں مشکل ہوا — یا رسول ﷺ اللہ اُنظر حالنا
خون رولاتا ہے مجھے اسلامیوں کا انتشار — اِن پہ اندر اور باہر سے ہے یلغار فشار
بہہ رہا ہے چار جانب ان کا خون ناروا — یا رسول ﷺ اللہ اُنظر حالنا
سخت سرکش اور برہم ہے زمانے کی ہوا — آتشیں ہیں عالم اسلام کے ارض و سما
ختم ہونے کو نہیں آتا ہے دور ابتلا — یا رسول ﷺ اللہ اُنظر حالنا[1]

ان اشعار میں حفیظ تائب نے زمینی حقائق بیان کیے ہیں ان زمینی حقائق کی اصل اساس (Humanity) بنی نوع انسان ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے، حفیظ تائب نے اس نعتیہ کلام کو "مثلث مستزاد" کی ہیئت میں تحریر کیا ہے، شاعر حضور خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں التجاء کرتا ہے شاعر کے خیال میں اب اس کائنات میں سانس لینا بھی دشوار ہے جس میں انسانی زندگی مشکل سے مشکل تر ہو گئی ہے، اسلامی ممالک میں ہر طرف انتشار کی سی کیفیت ہے غیر مسلم اقوام نے مسلمانوں کی کمزوریوں کی وجہ سے برتری حاصل کر لی ہے کشمیر، فلسطین، برما اور کتنے ہی ایسے ممالک ہیں جن میں انسانیت سوزی اور قتل گری ہو رہی ہے، اس وقت عالم اسلام سخت آزمائش اور مشکل ترین صورتِ حال سے دوچار ہے، آزمائشیں ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتی، یا رسول اللہ ﷺ ہمارے حالات پر نظر کرم کیجیے۔

---

[1] حفیظ تائب، وہی یٰسین وہی طٰہٰ، ص:۱۲۱

۱۳- سرکار دو عالم ﷺ کا بچپن مبارک

معصومیت کا ہالا بچپن مرے نبی ﷺ کا
پھولوں کی طرح اُجلا بچپن مرے نبی ﷺ کا
آغوشِ آمنہ رضی اللہ عنہا سے دن کی طرح اُبھر کر
جگ کو سجانے والا بچپن مرے نبی ﷺ کا
گھر حارث و حلیمہ کا برکتوں سے بھرتا
رعنائیوں کا جھرنا بچپن مرے نبی ﷺ کا
شیما کی اور انیسہ کی چاہتوں کا مرکز
بادل محبتوں کا بچپن مرے نبی ﷺ کا
بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کی دھڑکن، وہ جانِ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا
توقیر جد بڑھاتا بچپن مرے نبی ﷺ کا[۱]

بچپن کس کو پیارا نہیں ہوتا بچپن کی یادیں انسان کو ہمیشہ مسرور رکھتی ہیں اور پھر بچپن اُس پاک ہستی کا ہو جس سے فرشتے آکر کھیلتے ہوں جنت کی حوریں زیارت کرتی ہوں جس کا جھولا جبرئیل علیہ السلام جھولاتے ہوں وہ آقا کریم ﷺ جو سردار ہیں تمام نبیوں کے جو پیشوا ہیں تمام مرسلین کے جو شہنشاہ ہیں عرش و فرش کے ان کے بچپن کی بہاریں کیسی پُر نور ہوں گی۔

سبحان اللہ حفیظ تائب نے حضور پُر نور ﷺ کے بچپن کو یوں بیان کیا ہے کہ وہ ایک لوری کی سی بازگشت سُنائی دیتی ہے، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضور ﷺ کے بچپن کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی ہے:

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام[۲]

حدیث پاک میں ہے:

((فذهبت فإذا به مدرج فى ثوب أبيض من اللبن، يفوح منه المسك، وتحته حريرة خضراء، راقدا على قفاه، يغط، فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله، فدنوت منه رويدا فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا، وفتح عينيه لينظر إلىّ، فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء وأنا أنظر، فقبلته بين عينيه.))[۳]

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے مبارک بچپن کے بارے میں فرماتی ہیں "میں نے پہلی مرتبہ آپ ﷺ کی اس حال میں زیارت کی کہ آپ ﷺ اُونی لباس پہنے ریشمی بستر پر آرام فرما رہے تھے، میں نے نرمی سے جگایا تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور میری طرف دیکھا، اتنے میں مبارک آنکھوں سے ایک نور نکلا اور آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا، یہ دیکھ کر میں نے شوق محبت کے عالم میں آپ ﷺ کی پیشانی کو چوم لیا۔"

---

[۱] صلوا علیہ وآلہ، ص:۴۰۷

[۲] مولانا، احمد رضا خاں، حدائق بخشش (کراچی: مخزن علم پاکستان رابسن روڈ، ۱۳۲۵ھ)، ص:۳۰۶

[۳] احمد بن محمد بن ابی بکر، المواهب اللدنية بالمنح المحمديه، المقصد الاول، ذكر رضاعه صلى الله عليه وسلم، ج: ۱، ص: ۹۱

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنا بچپن مبارک سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا، سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور سیدتنا اُم ایمن کے گھر میں گزرا یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنھیں حضور ﷺ کی خدمت کے لیے خالقِ حقیقی نے چن لیا تھا جو ایک سے بڑھ کر ایک تھی جن کی پرہیز گاری پر زمانے کو ناز تھا انھیں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا، ورنہ دائیاں تو بہت تھیں اور مال و اسباب والی تھیں مگر اللہ کریم کو حضرت حلیمہ کی جھونپڑی پسند آگئی جس میں کچھ عرصے کے لیے اپنے حبیب ﷺ کو سپرد کر دیا۔

۱۴- سورہ کوثر اور صاحبِ کوثر ﷺ

آپ کے دربار میں عبدِ گنہگار آ گیا
سن کے جاؤ کے لبِ حق سے ستم گار آ گیا
لے کے امید شفاعت زار و لاچار آ گیا[۱]

تاریخ کا مطالعہ کرے تو روایات میں ملتا ہے کہ تین مصرعوں والی نظم کو ثلاثی، ماہیا اور ہائیکو کہا گیا ہے، مگر حفیظ تائبؒ کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے تین مصرعوں والی نظم کو سورہ کوثر کی اتباع میں ہم وزن اور ہم قافیہ کی صورت دے کر ''کوثریہ'' کا نام دے دیا یہ فیض صاحب کوثر ﷺ کا ہے جو ازل تا ابد جاری رہے گا ہر زمانے میں ہر رنگ میں حضور ﷺ کی تعریف و توصیف ہوتی رہے گی اور نئی نئی ہیئتں متعارف ہوتی رہے گی۔

۱۵- سی حرفی زمزمہ درود

مقصدِ کن فکاں ہیں آپ ﷺ
قائدِ مُرسلاں ہیں آپ ﷺ
نیرِ لا مکاں ہیں آپ ﷺ
رہبر ہر زماں ہیں آپ ﷺ
آپ ﷺ کا شوقِ دل کشا
صلِ علیٰ نبینا
صلِ علیٰ محمدِ[۲]

پنجابی زبان میں سی حرفی مشہور صنف نعت ہے مگر حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے سی حرفی کو اردو زبان میں کیسے متعارف کروایا، ایک انٹرویو میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس انداز میں کرتے ہیں ملاحظ کیجیے۔

---

[۱] حفیظ تائب، کوثریہ، ص:۱۲۳

[۲] وسلمو اتسلیما، ص:۲۴۷

"سب سے پہلا تجربہ جو خود مجھے پسند ہے اور متاثر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ پنجابی سی حرفی کو میں نے اُردو میں لکھا ہے، سی حرفی جو پنجابی میں لکھی جاتی اس میں حروف تہجی شروع میں آتے ہیں لیکن اُردو کے مزاج کا اندازہ کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ یہ اب آخر میں آئیں چنانچہ میں نے تیس بند "ا" سے لے کر "ے" تک درود شریف میں لکھے اور یہ سی حرفی "زمزمہ درود" کے نام سے میری کتاب "وسلموا تسلیما" میں شامل ہیں یہ تجربہ مجھے بہت مسرور کرتا ہے اردو میں، میں نے پنجابی بحور بھی استعمال کی ہے۔"[۱]

حفیظ تائب زمزمہ درود میں حروف تہجی کے لفظ "ظ" پر جب پہنچے تو اس حرف کے مطابقت میں کوئی لفظ بچ نہیں رہا تھا یا یوں کہیے کہ بحر پر پورا نہیں اتر رہا تھا تو شاعر نے اپنے نام (حفیظ) سے اس لفظ "ظ" کی تکمیل کی جو اپنی مثال آپ ہے۔

[۱] جنگ، روزنامہ، جریدہ ادب، ۲۸ جون ۱۹۹۴ء

خلاصۂ کلام

حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی بہت سے ایسے موضوعات نعت ہیں جو انھیں دوسرے شعراء سے ممتاز کرتے ہیں۔ مثلاً حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ کے ان گنت نقوش نمایاں ہیں۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان میں بھی نعتیہ کلام تحریر کیا۔ ان کی شاعری میں اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے، ان کی شاعری میں لمبی اور مختصر ردیفیں استعمال کی گئی ہیں۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نئی اصطلاحات بھی لکھی ہیں جن میں "کوثریہ" شامل ہے اور یہ ان کی انفرادی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے نعت میں حالی کی طرح "استغاثہ" مضمون کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے اور اس میں "مسائل اُمت" اور معاشرے میں "اخلاقی بد حالی" جو زوال پذیر ہے اس کو بھرپور انداز میں برتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے حالات کو "لوری" کی شکل میں پیش کیا ہے، اس کے علاوہ پنجابی ادب میں "بارہ ماہ" اس طرح سے ذکر کیے ہیں کہ ہر مہینہ کی خاص کیفیت اور فیضان جو اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نازل ہوئی اس کو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ نعتیہ مضامین کا حصہ بنایا ہے۔، اردو ادب میں "سی حرفی" صنف کا استعمال تو بہت پہلے سے ہو رہا ہے مگر حفیظ تائب نے اسے تھوڑی سی تبدیلی کے بعد اپنے نعتیہ کلام کی زینت بنایا ہے جو انھی کا خاصہ ہے۔

حاصلات

دربارِ رسالت مآب ﷺ میں نعت پڑھنے والے خوش نصیبوں میں مختلف صحابہ کرام کا نام آتا ہے، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں مدح سرائی سے انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی بھی سمیٹی اور نبی کریم ﷺ کی رضا بھی نصیب ہوئی، خود حضور نبی رحمت ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا منبر عطا کیا اور ان کی مدحت پر مسرت کا اظہار فرمایا اور انہیں دعاؤں سے نوازا۔ اس دور میں اسلام کی تبلیغ کے لیے بڑے مسائل درپیش تھے ظاہر سی بات ہے سال ہا سال سے بتوں کی پوجا کرنے والے انسانوں کو توحید و رسالت کا سبق پڑھانا خاصا دشوار تھا، عرب قبائل میلوں ٹھیلوں میں شاعری کے دلدادہ تھے اور نثر کی بجائے نظم کی زبان کو بہترین طریقے سے سمجھتے تھے۔ عرب کے بعض ناعاقبت اندیش شعراء نے نبی رحمت ﷺ کی ہجو کہنا شروع کی جس کے جواب میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ اور صحابیات نے آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کو نظم کرنا شروع کیا۔ اس طرح نعتیہ صنف کی ابتدا کفارِ مکہ کی ہجو اور گستاخیِ رسول کے جواب میں مؤثر طور پر نبی رحمت ﷺ کے دفاع میں کی گئی جو لسانی (Linguistics) جہاد ثابت ہوئی۔ صحابہ کرام نے شمائل مصطفی ﷺ، خصائل مصطفی ﷺ اور فضائل مصطفی ﷺ کے موضوعات کو اپنے نعتیہ کلام کا موضوع بنایا اور دشمنانِ اسلام کو بھرپور جوابات دیئے۔ یوں جہانِ نعت کی تعمیر کا آغاز ہوا جو مولانا روم، حافظ شیرازی، سعدی شیرازی، جامی اور امام احمد رضا سے ہوتا ہوا حافظ مظہر الدین اور حفیظ تائب تک پہنچا۔ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی نصف کے جدید نعت گو شاعر ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف قدیمی روایات کے امین ہیں بلکہ جدید نعت کے موضوعات کو بھی متعارف کروانے والے ہیں، ان کے نعتیہ کلام میں بہت سے موضوعات ایسے ہیں جو دورِ حاضر کی منظر کشی کرتے ہیں۔

تحقیق ھذا سے حاصل ہونے والے نتائج کو درج ذیل سطور میں سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

۱۔ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ دورِ جدید کے حوالے سے دو معروف شخصیات ہیں۔ ان کی سوانح عمری اور علمی آثار کو اختصار کے ساتھ باب اول میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳ برس کی عمر میں تحریر کا آغاز نثر کی صورت میں کیا اور ”خاتم المرسلین ﷺ“ لکھی، حافظ صاحب نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا اور قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قومی و ملی نظموں پر دو کتابیں ”شمشیر و سناں“ اور ”حرب و ضرب“ لکھ ڈالیں۔ کالم نگاری اور ناول نگاری میں بھی طبع آزمائی کی، اور آخر میں اپنی ساری توجہ سرکارِ دو

عالم ﷺ کی نعت پر مرکوز کر دی جس کے نتیجے میں "تجلیات"، "جلوہ گاہ"، "باب جبریل" اور "میزاب" سامنے آئیں۔

۳- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر کا آغاز نعت سے کیا، کہتے ہیں شاعر ہو اور غزل نہ کہے یہ تو ممکن نہیں، غزل کی صرف ایک کتاب ہی (نسیب) منظر عام پر آئی مگر غزل کو جلد ہی خیر باد کہہ دیا اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ "محبوب ایک ہی اچھا ہوتا ہے۔" تائب رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے غزل گوئی، نعت گوئی، حمد، مناقب، سفر نامہ حجاز اور اس کے علاوہ تحقیق و تدوین اور تنقید پر بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

۴- حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ مضامین میں سوز و گداز، عشق و مستی، حاضری و حضوری، عاجزانہ تفاخر، لذت آہ پورے جوبن پر نظر آتی ہے۔ وہ ہجر کو وصال پر فوقیت دیتے ہیں ان کے ہاں یہ کیفیت دل و روح کو مہکاتی اور سرشار کر دیتی ہے۔ مقالہ ہذا میں حافظ صاحب نے جن نعتیہ مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

عرب کے حالات قبل از ولادتِ نبوی، ولادتِ مصطفیٰ، حُسنِ جمال مصطفیٰ، نطقِ رسول، اسوۂ حسنہ، رحمت عالم، معراج مصطفیٰ، شفیع عاصیاں، ختمِ نبوت، دیارِ رسولِ پاک، فیضانِ رسالت مآب، مناقبِ صحابہ و اہل بیت اطہار

۵- جبکہ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نعتیہ مضامین میں انسانوں کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی بد حالی کو موضوع نعت بنا کر دربار رسالت ﷺ میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ نعت استغاثہ و فریاد بن کر اس بد حالی کو دور کرنے کی استدعا کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس باب میں حفیظ تائب کے درج ذیل مضامین نعت کو زیب قرطاس کیا گیا ہے:

حضور ﷺ کی آمد سے قبل، آمدِ مصطفی ﷺ، اسمِ گرامی، حضور کا اندازِ تکلم، قرآنِ مجسم، شمائل مصطفیٰ، اسوۂ حسنہ، حُبِ رسولِ پاک، تذکارہ دیارِ حبیب، معراج مصطفی، شفیع عاصیاں، رحمت عالم، خاتم الانبیاء، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۶- مقالہ کے تیسرے باب میں ان شعراء کے مضامین نعت کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ باب ھذا کی پہلی فصل ان نعتیہ مضامین کے بارے میں ہے جو اپنے موضوعات، صنعت اور ہیئت کے اعتبار سے ان شعراء کے ہاں تقریباً مشترک ہیں، ان مضامین میں دونوں شاعر تھوڑی سی تبدیلی کے بعد ایک ہی موضوع نعت کو زیر بحث لائے ہیں۔ ان مشترکہ مضامین کا جائزہ درج ذیل عنوانات کے تحت لیا گیا ہے:

عرب کے حالات قبل از ولادتِ نبوی، ولادتِ مصطفیٰ، حُسنِ جمال مصطفیٰ، نطقِ رسول، اسوۂ حسنہ، رحمت عالم، معراج مطفیٰ، شفیع عاصیاں، ختمِ نبوت، دیارِ رسولِ پاک، فیضانِ رسالت مآب، مناقبِ صحابہ و اہل بیت اطہار

۷- جبکہ تیسرے باب کی دوسری فصل میں ان شعراء کے مضامین نعت کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے انفرادی طور پر بیان کیے گئے نعتیہ موضوعات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حافظ مظہر الدین کے نعتیہ مضامین کی انفرادی خصوصیات کچھ یوں ہیں کہ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کے ہر لفظ کے پیچھے دردِ دل اور سوزِ عشق چھپا محسوس ہوتا ہے، حافظ صاحب نے عقل اور

عشق کی بحث کو نعت کا موضوع بنایا ہے، حضور ﷺ کے ساتھ حضرت جبریل امین کی نسبت خاص کو خصوصیت سے بیان کیا ہے، فارسی میں نعت لکھنا بھی حافظ صاحب کی انفرادیت ہے، حافظ صاحب فنی لحاظ سے بھی کچھ موضوعات کو انفرادی شکل میں نعت میں بیان کرتے ہیں جس میں شاعرانہ تعلی اور مجرد کو مجسم بنادینا ہے۔

۸- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں انفرادی سطح پر جن موضوعات نعت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں حضور پُر نور ﷺ کو قرآنِ مجسم کہا گیا ہے اور قرآن کریم کی آیات کو نعت کے موضوعات میں تبدیل کر دیا ہے، مسائل اُمت اور استغاثہ کی اک خاص کیفیت جو حافظ صاحب کے ہاں نہیں ملتی وہ حفیظ تائب کے ہاں نظر آتی ہے، فنی لحاظ سے نعت میں صوتی حسن اور معنوی جمال اور خوبصورت ردیفوں کا کثرت سے استعمال آپ کو حافظ صاحب سے ممتاز کرتا ہے۔ حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں نعت لکھی یہ آپ کا خاصہ ہے، سورہ کوثر کی تتبع پر صنف نعت ایجاد کرنا اور سی حرفی میں زمزمہ درور کو کچھ ردو بدل کے بعد پیش کرنا حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادیت میں شامل ہے۔

سفارشات

۱- نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہر اہل ایمان کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے چنانچہ آپ سے محبت و عشق ایمان کا جز خاص ہے۔اور نعت اس محبت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔لہذا اسے تعلیمی میدان میں ہر سطح پر فوقیت دی جانی چاہیے۔چنانچہ نعت کو اسلامیات کے نصاب کا لازمی حصہ بناتے ہوئے پی۔ ایچ۔ڈی سطح تک شامل نصاب کیا جانا چاہیے نیز ان شعراء کا نعتیہ کلام بھی نصاب کا حصہ ہونا چاہیے۔

۲- جس طرح سے مقالہ ھذا میں دو شاعروں کا انتخاب کیا ہے اور ان کے نعتیہ مضامین کو موضوع بنایا گیا ہے۔ان ہی کے نعتیہ کلام میں اور پہلو بھی ایسے ہیں جن پر ایم فل یا پی ایچ ڈی سطح پر جامعات میں تحقیقی کام ہو سکتا ہے۔مثلاً:

۱- حافظ مظہر الدین / حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں قرآنی آیات کے اقتباس کا تحقیقی جائزہ

۲- حافظ مظہر الدین / حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں حدیث نبوی کے اقتباس کا تحقیقی جائزہ

۳- حافظ مظہر الدین / حفیظ تائب کے نعتیہ کلام میں غزوات نبوی کا بیان

۳- ان شعراء کے علاوہ میدان نعت کے بہت سے شاہسوار ایسے ہیں جن کے نعتیہ کلام پر مختلف پہلوؤں سے کام ہونا چاہیے جیسے امام احمد رضا محدث بریلوی، مولانا حسن رضا، محسن کاکوروی، احسان دانش، حفیظ جالندھری، پیر نصیر الدین گولڑوی وغیرہ

۴- حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام پر بہت کم کام ہوا ہے، جب کہ ان کی نعتیہ شاعری پر کئی ایک پہلوؤں سے کام ہونا باقی ہے

۵- اس کے علاوہ حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی قومی و ملی نظموں اور غزلیات پر بھی تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

۶- حافظ صاحب کی شخصیت اور ان کی نعت گوئی پر جامع اور یکجا کام ہونا چاہیے جو ابھی تک نہیں ہوا۔

۷- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ پر پہلا مقالہ ۱۹۹۳ء میں لکھا گیا اور ۲۰۲۳ء تک تقریباً تیس مقالہ جات یا تحقیقی کام ایم اے، ایم فل اور پی، ایچ، ڈی لیول پر کام ہو چکا ہے، مگر پھر بھی ان کے نعتیہ کلام میں ایسی چیزیں باقی ہیں، جو تشنہ ہیں۔

۶- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں خوبصورت کلام لکھا ہے، ان میں کئی ایک موضوعات کو زیر بحث لائے ہیں، ان کے پنجابی کلام پر کام ہونا چاہیے۔

۷- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے منقبت نگاری میں بڑی خوبصورت مثالیں پیش کیں ہیں، ان کی منقبت نگاری کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں وہ خوبیاں اس میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں، ان کی مجموعہ "مناقب" پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۸- اسلامی تقریبات کو موضوع نعت بنا کر الگ سے پیش کیا گیا جو کہ قابلِ تحسین ہے۔

۹- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چاروں نعتیہ مجموعہ کا نام سورہ کوثر، درود شریف اور اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھا ہے یقیناً اس علم پر بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔

۱۰- حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ نعت کو عوام میں مجالس کی صورت میں پیش کرتے ہیں چاہے نثر کی صورت میں ہو یا نظم کی صورت میں۔ اس پر تحقیقی کام متوقع ہے، اس کے علاوہ انھوں نے تحقیق و تدوین اور تنقید پر بھی کافی کام کیا ہے جس پر ایم اے یا ایم فل سطح پر کام ہو سکتا ہے۔

۱۱- ان دونوں شعراء کے نعتیہ کلام میں ہماری نوجوان نسل، میڈیا آرگنائزرز کو ایسی محافل کا انعقاد کرنا چاہیئے، جس میں ایسی نادر روزگار شخصیات کو زیر بحث لایا جائے۔

۱۲- امید واثق ہے کہ مقالہ ہذا آنے والے محققین کے لیے راہ تحقیق میں معاون ثابت ہو گیا لہذا اسے شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

فہارس

فہرست آیات

[قرآن مجید کی آیات کی فہرست ترتیبِ توقیفی کے مطابق دی جا رہی ہے۔]

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾	البقرہ۲: ۴	۱۰۰
۲	تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ	البقرہ۲: ۲۵۳	۱۰۳
۳	وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾	آل عمران۳: ۱۲۳	۱۱۰
۴	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	النساء۴: ۵۹	۸۷
۵	اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	المائدہ۵: ۳	۱۱۷
۶	قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾	المائدہ۵: ۱۵	۱۱۵
۷	مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ	الانعام۶: ۷۵	۹۸
۸	وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ	الاعراف۷: ۱۵۶	۶۴
۹	اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ	الاعراف۷: ۱۵۷	۵۳،۵۷
۱۰	وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ	التوبہ۹: ۱۰۰	۷۷
۱۱	لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾	البقرہ۹: ۱۲۸	۱۰۱
۱۲	حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ	التوبہ۹: ۱۲۸	۱۵۷
۱۳	قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ	یوسف۱۲: ۹۲	۱۰۳
۱۴	سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا	الاسراء۱۷: ۱	۶۹
۱۵	عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾	الاسراء۱۷: ۷۹	۶۷

نمبر شمار	آیات	حوالہ	صفحہ نمبر
۱۶	وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾	الانبیاء۲۱: ۱۰۷	۱۰۱
۱۷	فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ‘‘	المؤمنون۲۳: ۴۰	۵۵
۱۸	اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	النور۲۴: ۳۵	۱۴۸
۱۹	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب۳۳: ۲۱	۱۲۴،۶۰
۲۰	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.....	الاحزاب۳۳: ۴۰	۷۴
۲۱	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ.....	الحجرات۴۹: ۲	۹۶
۲۲	لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ	الحجرات۴۹: ۲	۱۵۶
۲۳	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾	النجم۵۳: ۳،۴	۵۸
۲۴	فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾	النجم۵۳: ۹	۱۲۸،۹۷
۲۵	وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ.....	الصف۶۱: ۶	۱۱۶
۲۶	وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾	القلم۶۸: ۴	۹۲،۸۸
۲۷	وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۴﴾	الم نشرح۹۴: ۴	۱۳۳،۱۱۰
۲۸	قُلْ	الاخلاص۱۱۲: ۱	۱

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیثِ مبارکہ	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	((النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَشْكُرُ اللَّهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ))	**سنن أبی داؤدد**	viii
۲	((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ، وَقَالُوا: أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا؟، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ.))	**سنن ابوداؤد**	**۵۹**
۳	((رَبِّي غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلاَ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ، أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الأَرْضِ، وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا، أَمَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلاَ تَرَى إِلَى مَا بَلَغَنَا، أَلاَ تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ؟ فَيَقُولُ: رَبِّي غَضِبَ اليَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلاَ يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، نَفْسِي نَفْسِي، ائْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْتُونِي فَأَسْجُدُ تَحْتَ العَرْشِ، فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ))	**صحیح البخاری**	**۶۷**
۴	((وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ لِي مِنْ	**مجمع الزوائد**	**۷۹**

نمبر شمار	حدیثِ مبارکہ	حوالہ	صفحہ نمبر
	أَصْحَابِي أَرْبَعَةً " أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيًّا – رَحِمَهُمُ اللَّهُ – " فَجَعَلَهُمْ أَصْحَابِي ". وَقَالَ: " فِي أَصْحَابِي كُلِّهِمْ خَيْرٌ.))		
۵	((أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ لِي أَسْمَاءً، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ.))	صحیح مسلم	۸۵
۶	((عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ.))	صحیح مسلم	۹۰
۷	((عن أنس وأبي هريرة رضي الله عنهما مرفوعاً: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))	صحیح مسلم	۹۴
۸	((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوْتُ بِهَا.))	جامع ترمذی	۹۷
۹	((رَبِّ هَبْ لِي أُمَّتِى))		۱۰۲
۱۰	((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاء مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ:فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.))	صحيح البخاري	۱۰۳
۱۱	((عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ	صحيح البخاري	۱۰۷

نمبر شمار	حدیثِ مبارکہ	حوالہ	صفحہ نمبر
	الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.))		
۱۲	((فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ دَار أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ» .، فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ: وَمَا تَسَعُ دَارِي؟ فَقَالَ: «مَنْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: وَمَا تَسَعُ الْكَعْبَةُ؟ فَقَالَ: «وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: وَمَا يَسَعُ الْمَسْجِدُ؟ فَقَالَ: «مَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ» . فَقَالَ: هَذِهِ وَاسِعَةٌ،))	دلائل النبوة	۱۱۰
۱۳	((وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ.))	مشكاة المصابيح	۱۴۰
۱۴	((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يُوْحَى إِلَيْهِ وَرَأْسُه فِي حِجْرِ عَلِيٍّ رضي الله عنه فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: اَللّٰهُمَّ إِنَّ عَلِيًّا فِي طَاعَتِکَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ أَسْمَاءُ رضي الله عنها: فَرَأَيْتُهَا غَرَبَتْ وَرَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ.))	المعجم الكبير	۱۴۹
۱۵	((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ فَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا. فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَسَکَتَ . حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ، لَوَ جَبَتْ وَلَمَّا اسْتَطَعْتُمْ. ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَکَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْئٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْئٍ فَدَعُوهُ.))	صحيح مسلم	۱۵۸

صفحہ نمبر	حوالہ	حدیثِ مبارکہ	نمبر شمار
۱۶۶	**المواهب اللدنية بالمنح المحمديه**	((فذهبت فإذا به مدرج فى ثوب أبيض من اللبن، يفوح منه المسك، وتحته حريرة خضراء، راقدا على قفاه، يغط، فأشفقت أن أوقظه من نومه لحسنه وجماله، فدنوت منه رويدا فوضعت يدى على صدره فتبسم ضاحكا، وفتح عينيه لينظر إلىّ، فخرج من عينيه نور حتى دخل خلال السماء وأنا أنظر، فقبلته بين عينيه.))	۱۶

مصادر و مراجع

○ القرآن الحکیم

کتابیات

۱- ابن ماجه، ابو عبدالله محمد بن یزید - السنن ابن ماجه - بیروت: دارالمعرفه، ۱۴۲۰ھ۔

۲- ابو داؤد، سلیمان بن اشعث - سنن ابی داؤد - بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ۔

۳- ارسل، ارسلان احمد (مرتب)-کلیاتِ مظہر-لاہور: ارفع پبلشرز، ۲۰۱۳ء۔

۴- الازہری پیر، محمد کرم شاہ-ضیاء النبی ﷺ -لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ربیع الاول ۱۴۲۰ھ۔

۵- اقبال، محمد، علامہ-کُلیاتِ اقبال (اُردو)-لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۹ء۔

۶- انصاری، خالد علی-اردو نعتیہ شاعری کا موضوعاتی انتخاب-لاہور: حامد اینڈ کمپنی، ۲۰۲۱ء۔

۷- باہو، سلطانؒ-عکسِ باہو-اسلام آباد: لوک ورثے کا قومی ادارہ، مارچ ۱۹۸۰ء۔

۸- بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری- صحیح البخاری - بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۱۹ھ۔

۹- بریلوی، احمد رضا خاں، امام-فتاوٰی رضویہ-لاہور: رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اگست ۲۰۰۵ء۔

۱۰- بریلوی، احمد رضا خاں، امام-حدائق بخشش-کراچی: مخزن علم پاکستان، ۱۳۲۵ھ۔

۱۱- تائب، حفیظ-وسلموا تسلیما-لاہور: القمر انٹر پرائزز، مارچ، ۱۹۹۶ء۔

۱۲- تائب، حفیظ-حاضریاں-لاہور: القمر انٹر پرائزز، جون ۲۰۰۷ء۔

۱۳- تائب، حفیظ-حافظ مظہر الدین کی نعت-لاہور: ماہنامہ شام و سحر، اگست ۱۹۸۱ء۔

۱۴- تائب، حفیظ-صلوا علیہ وآلہِ-لاہور: القمر انٹر پرائزز، مئی ۲۰۰۴ء۔

۱۵- تائب، حفیظ-کلیات حفیظ تائب-لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۲۰۰۵ء۔

۱۶- تائب، حفیظ -کوثریہ-لاہور: القمر انٹر پرائزز، طبع اول ۲۰۰۳ء۔

۱۷- تائب، حفیظ-لیکھ -لاہور: پنجابی فاونڈیشن، ۲۰۰۰ء۔

۱۸- تائب، حفیظ-وسلموا تسلیما-لاہور: القمر انٹر پرائزز، مارچ، ۱۹۹۶ء۔

۱۹- تائب، حفیظ-وہی یٰسین وہی طٰہٰ-لاہور: القمر انٹر پرائزز، مارچ ۱۹۹۸ء۔

۲۰- تائب، حفیظ-اصحابی کالنجوم-لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۶ء۔

۲۱- تائب، حفیظ-سک متراں دی، لاہور: القمر انٹر پرئزز، اُردو بازار، ۱۹۹۶ء۔

۲۲- تائب، محمد نعمان-حضوریاں -لاہور: القمر انٹر پرائزز، ستمبر ۲۰۰۷ء۔

۲۳- تائب، محمد نعمان-کائنات حفیظ تائب-لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۱۷ء۔

۲۴- تائب، محمد نعمان-کتابیات حفیظ تائب-لاہور: القمر انٹر پرئزاز، ۲۰۱۴ء۔

۲۵- التبریزی، محمد بن عبدالخطیب - مشکوٰۃ المصابیح - لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۱ء۔

۲۶- الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ - الجامع الترمذی - بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۴ھ۔

۲۷- ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ ، امام - شمائل ترمذی – کراچی: مکتبة البشری، ۱۴۳۰۔ ۲۰۰۹م۔

۲۸- جاوید، محمد اقبال، پروفیسر-انتخاب نعت-کراچی: نعت ریسرچ، ۳۰ اکتوبر، ۲۰۲۰ء۔

۲۹- حنبل، احمد بن محمد - مسند احمد - بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۱ھ۔

۳۰- راشد الخیری، علامہ-آمنہ کا لعل-لاہور: اسلام بک ڈپو، ستمبر ۲۰۰۴ء۔

۳۱- رحمانی، صبیح-اردو نعت کی شعری روایات-کراچی: کتاب مارکیٹ، جون ۲۰۱۶ء۔

۳۲- سلیم، محمد، چودھری-شعرائے امر تسر کی نعتیہ شاعری-لاہور: ظفر سنٹر پرنٹرز، ۱۹۹۶ء۔

۳۳- سلیمان بن احمد بن ایوب، المعجم الکبیر، مسند النساء، فاطمه بنت الحسین، عن اسماء، القاهره: مکتبه ابن تیمیه، ۱۹۹۴ء۔

۳۴- الشیرازی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ-جامع البیان فی تفسیر القرآن-لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء۔

۳۵- عبد الحی بن محمد عبد الحلیم الکنوی، الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة (بیروت: دارلکتب العلمیه، ۱۴۰۵ھ۔

۳۶- عتیق، محمد عبد اللہ، حافظ-حافظ مظہر الدین مظہر کی نعت گوئی-لاہور: انٹر نیشنل نعت مرکز، جنوری ۲۰۱۷ء۔

۳۷- عراقی، فخر الدین، شیخ-کلیات دیوان-تہران: سایہ گستر، ۱۳۸۸ھ۔

۳۸- عماد الدین، حافظ-تفسیر ابن کثیر-لاہور: مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء۔

۳۹- غزنوی، سید ابو بکر-باادب بانصیب-فیصل آباد: طارق اکیڈمی، اشاعت اول، فروری ۲۰۰۸ء۔

۴۰- غلام مصطفےٰ، ڈاکٹر-اُردو میں قرآن وحدیث کے محاورات-اسلام آباد: انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی، س ن۔

۴۱- قاسم، محمد، سید-پاکستان کے نعت گو شعراء-لاہور: ہارون اکیڈمی، ۱۹۹۹ء۔

۴۲- قریشی، محمد اسحاق-نفحاتِ سیرت-فیصل آباد: جامعہ قادریہ رضویہ، ۲۰۱۳ء۔

۴۳- کاشمیری، شورش-شب جائے کہ من بودم-لاہور: مطبوعات چٹان، طبع پنجم، جولائی ۲۰۰۶ء۔

۴۴- کیرانوی، وحید الدین قاسمی، مولانا- القاموس الوحید- کراچی: ادارہ اسلامیہ، ۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء۔
۴۵- گیلانی، مناظر احسن، مولانا سید- النبی الخاتم ﷺ- کراچی: زم زم پبلشرز، ۲۰۱۱ء، ۱۴۳۲ھ۔
۴۶- مظہر، مظہر الدین، حافظ- جلوہ گاہ- راولپنڈی: حریم ادب، طبع دوم ۲۰۰۹ء۔
۴۷- مظہر، مظہر الدین، حافظ- کلیاتِ مظہر- مرتب: ارسلان احمد ارسل، لاہور: ارفع پبلشرز، ۲۰۱۳ء۔
۴۸- مظہر، مظہر الدین، حافظ- جلوہ گاہ- راولپنڈی: حریم ادب، طبع دوم ۲۰۰۹ء۔
۴۹- مظہر، مظہر الدین، حافظ- تجلیات- راولپنڈی: ایس ٹی پرنٹرز، بار سوم، اپریل ۱۹۹۳ء۔
۵۰- مظہر، مظہر الدین، حافظ- میزاب- لاہور: گل احمد مروت، بار اول، ۱۹۹۶ء۔
۵۱- ملیسانی، گوہر- عصر حاضر کے نعت گو- لاہور: کتاب سرائے، ۱۹۸۳ء۔
۵۲- منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی- رحمۃ للعالمین- فیصل آباد: مرکز الحرمین الاسلامی، اکتوبر، ۲۰۰۷ء۔
۵۳- مہر علی شاہؒ، پیر- پنجابی و فارسی کلام اور اُردو ترجمہ کرم حیدری- اسلام آباد: لوک ورثہ اسلام آباد ۲۰۰۲ء۔
۵۴- النسائی، احمد بن شعیب - السنن نسائی - الریاض: دارالاسلام للنشر والتوزیع، ۱۴۳۸ھ۔
۵۵- نیر، محمد شریف الدین، سید- مدحتِ مولائے کُل- لاہور: اُردو کتاب گھر، فروری ۱۹۹۸ء۔

رسائل وجرائد

۱- احمد ندیم قاسمی، تحریریں، مشمولہ ماہنامہ، "نعت" نمبر ۱۶، لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء۔
۲- بشیر منذر، "تحریریں" نعت نمبر ۱۶، ماہنامہ "لاہور"، جولائی ۱۹۹۷ء۔
۳- چغتائی، امین راحت، "حافظ مظہر الدین جدید اُردو نعت کے پیش رو"، مشمولہ "نعت رنگ"، شمارہ نمبر ۲۷، دسمبر ۲۰۱۷ء۔
۴- حافظ لدھیانوی، "حافظ مظہر الدین مظہر"، مشمولہ ماہنامہ "ضیائے حرم"، لاہور ۵ جولائی ۱۹۸۱ء۔
۵- رشید محمود، راجا، "راہ نور و نیاز"، مشمولہ ماہنامہ "برقاب"، لاہور، نومبر ۱۹۷۶ء۔
۶- روزنامہ نوائے وقت (لاہور) ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۷ء (سنڈے میگزین)۔
۷- صبیح الدین صبیح رحمانی، سید، "چند سطریں حفیظ تائب کے لیے "مشمولہ "نعت رنگ" (کتابی سلسلہ) کراچی، شمارہ نمبر ۱۷، نومبر ۲۰۰۴ء۔
۸- قمر رعینی، "پنڈی اسلام آباد کے نعت گو شعراء: حافظ مظہر الدین مظہر"، مشمولہ ماہنامہ "فیض الاسلام"، راولپنڈی، جون ۲۰۰۱ء۔

۹- نصیر الدین نصیر، سید، ''قلم رو نعت کا شہنشاہ حافظ مظہر الدین''، مشمولہ روزنامہ ''نوائے وقت''، راولپنڈی، ۲ جولائی ۱۹۸۱ء۔

۱۰- نور محمد جرال، ''برصغیر کے ممتاز و منفرد نعت گو سے ایک مکالمہ''، مشمولہ ہفت روزہ '' اُردو میگزین '' سعودی عرب، ۱۴ جنوری ۲۰۰۰ء۔

مقالہ جات

۱- رضیہ مجید، ''حفیظ تائب شخصیت و فن''، شعبہ اردو، اور نیٹل کالج لاہور، تحقیقی مقالہ ایم۔اے (۱۹۹۵ء۔۱۹۹۷ء)۔

۲- محمد سرور حسین، ''نعتیہ ادب میں حفیظ تائب کی علمی، ادبی تحقیقی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ''، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور پاکستان، تحقیقی مقالہ برائے ایم۔فل، (۲۰۱۳ء۔۲۰۱۵ء)۔

Modern Sources of Research

1. Accessed: September,19,2023 dawateislami,net
2. Accessed:September,18,2023 dawateislami.net
3. Accessed:September, 16 ,2023:minhajbooks.com
4. Accessed: August 27,2023.mirrat.com/article
5.
6. Accessed:August24,2023:dawateislami,net/quran/sursh.sn.najm
7. Accessed August 07,2023,minhajbooks.com/urdu/book/belief- in- the- finality-oh-.prophethood
8. Accessed:August 5,2023https://www.banuri,edu,pk,